بحث و تحقیق، سیرت و تفسیر، سلوک و احسان اور تصوف و تکشف
کے حقائق و معارف پر مشتمل نادر رسائل کا حسین گلدستہ

معارفِ بہلوی رح

جلد سوم

تالیف

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہٗ

ترتیب و تسہیل

مولانا سعید احمد جلالپوری

مکتبہ لدھیانوی

بحث و تحقیق، سیرت و تفسیر، سلوک و احسان اور تصوّف و تکشف
کے حقائق و معارف پر مشتمل نادر رسائل کا حسین گلدستہ

تالیف

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

جلد سوم

ترتیب و تسہیل

مولانا سعید احمد جلالپوری

مکتبہ لدھیانوی

نام کتاب: ــــــــــــ معارفِ بہلویؒ

تالیف: ــــــــــــ حضرتِ اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہٗ

ترتیب وتسہیل: ــــــــــــ مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب

تاریخِ اشاعت: ــــــــــــ جولائی ۲۰۰۶ء

قیمت: ــــــــــــ

ناشر: ــــــــــــ مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

برائے رابطہ: ــــــــــــ جامع مسجد باب رحمت

پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 2780337 - 2780340

اجمالی فہرست

فہرست

مسائلِ تصوّف ۱۶۷

آداب الشیخ والمرید مع فوائد متفرقہ ۲۶۳

یعنی پیر و مرید کے آداب

تربیت المرید بذکر الحمید ۳۴۵

یعنی ذکرِ الٰہی سے مرید کی تربیت

ترک المنکرات یعنی منکرات ترک کیجئے! ۳۶۳

ترک السیئات مع درک الحسنات ۳۸۵

یعنی گناہ چھوڑنا اور نیکیوں کا اپنانا

فیضِ روحانی رحمتِ صمدانی

یعنی

اللہ کی رحمت اور روحانی فیض

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ یَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعَمَائِہٖ الشَّامِلَۃِ وَاٰلَائِہٖ الۡکَامِلَۃِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَنۡبِیَائِہٖ، خُصُوۡصًا عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ وَحَبِیۡبِہٖ وَصَفِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَوۡلِیَائِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلوں کے ربط کا ثبوت:

اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلسلوں (یعنی سلاسلِ سالکین) کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح طور پر ربط ثابت ہے، اگرچہ بعض اُمور میں اَوائل اور اَواخرِ اُمت کا اختلاف ہوا ہو۔

خرقہ اور بیعت کا ثبوت:

خرقہ و بیعت گو شروع، شروع میں اُمت میں کم تھا، مگر بالکل بے اصل بھی نہیں، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب لشکر کا اَمیر بنایا، تو ان کو عمامہ باندھا تھا۔ اور بیعت کی اصل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض و متواتر ہے۔

(کذا فی انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، لشاہ ولی اللہ الدہلوی کان اللہ لہٗ)

اور قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''ارشاد الطالبین'' میں ہے کہ: یہ بیعت جیسے بیعتِ جہاد تھی، ویسے ہی بیعتِ اصلاح الاخلاق بھی تھی، زمانۂ اوّل میں جس طرح علمائے کرام کا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیثیں سننے اور ان کو دِل میں محفوظ کرنے کے لئے ربط و ارتباط تھا، پھر اس کے بعد کتابیں تصنیف ہوئیں، قراءۃ، مناولہ، اجازت اور وجادت جاری ہوئی، اسی طرح سلسلوں کا ارتباط ان سب اُمور میں صحیح ہے، اور صورتوں کے اختلاف میں کچھ مضائقہ نہیں۔

چنانچہ قراءۃ کی اصل و بنیاد تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اَعرابی کے سوال سے ہے، اور مناولت کی اصل و بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اطرافِ بلدان فرامین، اور صحیفۂ عبد اللہ بن جحش سے ہے، اسی طرح اجازت اور وجادت کی اصل و بنیادیں بھی کتبِ احادیث میں مذکور ہیں۔ غرض صوفیہ کی قدیم سے رسم ہے کہ اپنے اصحاب کو خرقہ پہناتے ہیں، خواہ وہ کلاہ، عمامہ، قمیص، قبا ہو یا چادر وغیرہ۔

اَقسامِ خرقہ:

صوفیہ جب چاہتے ہیں کہ وہ کسی کو طریقت کی اجازت دیں، اور اپنا نائب مقرّر کریں کہ وہ تلقین کرے، طالبین سے بیعت لے اور خرقہ عطا کرے تو اس کو خرقۂ اجازت عطا کرتے ہیں، اسی طرح اگر کسی کو صوفیوں کے زُمرے میں داخل کرنا چاہتے ہیں تو اس کو بھی خرقۂ ارادت عطا کرتے ہیں، مگر یہ اس سے مشروط ہے کہ پہلے اس کی جدوجہد کو دیکھیں، اور اپنی فراست سے طریقت میں اس کی استقامت کو معلوم کریں، اور جب وہ کسی پر مہربان ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس پر صوفیہ کی برکات وارِد ہوں تو اس کو خرقۂ تبرک عطا کرتے ہیں، اور یہ بغیر کسی شرط کے ہوتا ہے، خواہ امیر ہو یا غریب۔

اقسامِ بیعت:

بیعت بھی بہت قسم کی ہے:

ا:... بیعتِ توبہ اَز معاصی: یہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے، جس سے چاہے بیعت کرے اور جو چاہے بیعت کرے۔

۲:... بیعتِ تبرک: یعنی بیعت کرنے والا اس لئے بیعت کرے کہ صالحین کے سلسلے میں داخل ہوجائے، یہ بھی عام ہے، جس سلسلے میں تبرک کے لئے داخل ہونا چاہے ہوسکتا ہے۔

۳:... بیعتِ تحکیم: کہ شیخ کو سلوک میں اپنے اُوپر حاکم بنائے اور پوری سعی وکوشش سے اس راستے پر چلے، سو یہ بیعت خاص ہے اَربابِ ارادت کے ساتھ، ان سے امراضِ قلبیّہ کا علاج کرائے تاکہ اخلاقِ رذیلہ گم یا کم ہوجائیں اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً: شکر، قناعت، تفویض اور توکل وغیرہ حاصل ہوں، یہ بیعت حکیمِ حاذق، ماہر، عالم بالامراض و العلاج والتشخیص سے کرے، اور اپنی ہر کہِ مہِ، اچھی بُری حالت اس کے سامنے پیش کرے، اور اس کی ارشاد فرمودہ اصلاح پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا، ایسے مرشد و شیخ کے سامنے مردہ بین یدی غسال کی مانند رہے، اور پورے آداب بجالائے، اور ان کے سامنے اپنی ہستی مٹادے:

تاترا قدرِ خویشتن باشد
پیشِ چشمش چہ قدرِ من باشد

ترجمہ:... ”جب تجھے اپنی قدر ہوگی، تو تیری نظر میں میری قدر کیا ہوگی؟“

اس کے بعد اِن شاء اللہ تعالیٰ سب کمالات آتے جائیں گے۔

۴:... چہارم بیعت بامر خاص: یہ بھی ایک بیعت ہوتی ہے کہ مرشد اپنے مرید سے ایک خاص کام یا عمل پر بیعت لیتے ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرامؓ سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ کسی سے سوال نہ کریں گے، اگرچہ سواری سے چابک گر جائے۔

بیعت ہونے کا طریقہ:

بیعت ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کے دونوں ہاتھ شیخ کے دونوں ہاتھوں میں ہوتے ہیں، اور کلمۂ شہادت کے بعد شیخ و مرشد اُن پانچ چیزوں کا وعدہ لیتے ہیں جن کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وعدہ لیتے تھے، اس کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ میں عورتوں کی بیعت کے سلسلے میں ہے:

۱:... شرک نہ کریں گے۔

۲:... چوری نہ کریں گے۔

۳:... زنا نہ کریں گے۔

۴:... بہتان نہ باندھیں گے۔

۵:... اور شریعت کے مأمورات کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔

پھر مشائخ ذکر و مراقبہ کی تعلیم کرتے ہیں۔

کن مشائخ سے اجازت ہے؟

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب شیخ و مرشد اور قطبِ وقت مولانا محمد امیر قدس سرہٗ ساکن روڈہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں، نے اجازت بخشی تو تمام (آٹھ) خانوادوں اور سلسلوں کی اجازت بخشی، ذٰلک من فضل اللہ لیس ببعیدٍ!

اسی طرح جب وارث الانبیاء، غوثِ وقت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی، نے اجازت بخشی تو تمام سلاسل کی بخشی۔

اور جب قطبِ زمان حضرت مولانا فضل علی شاہ قریشی قدس سرہٗ ساکن ضلع مظفر گڑھ، نے اجازت بخشی تو محض سلسلۂ نقشبندیہ کی اجازت بخشی۔

ماہر الاصول والفروع، باقی باللہ، حضرت امیر علی قدس سرہٗ ساکن کچلاد ضلع بھڑونچ ملک گجرات کاٹھیاواڑ، نے اور ابو الوقت، فانی فی اللہ، حضرت صوفی محمد عمر جی قدس سرہٗ ساکن پٹلاد، نے اجازت بخشی تو فقط سلسلۂ قادریہ مجددیہ کی اجازت بخشی۔

بطور اجمال بندہ ننگِ اسلاف کی سوانح عمری:

اللہ تعالیٰ کے فضل، انعام اور احسان کے شمار سے تمام مخلوق، علوی، سفلی، سماوی اور ارضی اور بڑے چھوٹے سب ہی عاجز ہیں، قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

”وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا“

”اِنْ تَعُدُّوْا“ کے مخاطب تمام انس، جن اور ملک ہیں، جب کوئی بھی رَبّ تعالیٰ کے انعام و احسان کو شمار نہیں کرسکتا، تو اس کی ہر، ہر نعمت کا شکریہ کیسے ادا کرسکتا ہے؟ جب انعامات کی اجناس اور انواع گنتی میں نہ آسکیں، تو ان کے افراد و جزئیات کیسے آئیں گے؟

بندہ ہماں بہ کہ زتقصیر خویش
عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزا وارِ خداوندیش
کس نہ تواند کہ بجا آورد

ترجمہ:... ”بندہ وہی بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر خدا کی درگاہ میں پیش کرے، ورنہ اس کی خداوندی کے لائق کون طاقت رکھتا ہے جو اس کی خدمت بجا لائے۔“

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر بچپن کے دور میں جو احسانات کئے ہیں، ان کے اجمالی تذکرے کے بجائے تفصیلی تذکرے سے بالکل عاجز ہے، پھر عقل و شعور کے دور کے انعامات میں سے بھی کل کی بات یاد نہیں رہتی، تو برس ہا برس اور پھر عمر بھر کی نعمتیں دماغ میں کیسے آسکتی ہیں؟ لہٰذا کچھ شنیدہ اور بعض دیدہ مشت نمونہ کے طور پر پیشِ خدمت ہیں:

ولادت:

حضرت والدِ ماجد مولانا محمد مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا تھا، چند ماہ یا برس بھر کا ہوکر مرجاتا تھا، اتفاقاً ایک بزرگ، جن کا وہ نام مبارک بھی لیتے تھے، تشریف فرما ہوئے، ان کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا، بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد یک صد (۱۰۰) بار یہ دُعا پڑھا کرو:

"رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ"

اِن شاء اللہ اسی دن اللہ تعالیٰ نیک و سعید اور لمبی عمر والا بچہ عطا فرمائے گا، چونکہ جس دن دُعا کا عرض کیا گیا وہ منگل کا دن تھا، تو ان کے فرمان کا حاصل یہ ہوا کہ ایک برس بعد اسی منگل کے دن بچہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ ان کی کرامت کا ایسا اظہار ہوا کہ ایک برس بعد اسی منگل کے دن یکم رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ کو سورج نکلتے ہی تُو پیدا ہوا۔

غالباً ایسی کرامت اور تاریخ کے تعین کا ان کو اِلہام ہوا ہوگا، اور ان کو اس کے اظہار کی اجازت ہوگی، وگرنہ تواریخ میں اتنی تفصیل کی کرامت کم ملتی ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مروّجہ نذر و نیاز اور قبور کی منّت کے کم

ہی قائل تھے، آپؒ متوکل علی اللہ تھے، آپؒ نے اللہ تعالیٰ سے منّت مان رکھی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ دیا تو اُسے علمِ دِین پڑھاؤں گا اور اُسے عالمِ دِین بناؤں گا، فرماتے تھے کہ: جب تو پیدا ہوا تو میں یہ دُعا مانگا کرتا تھا کہ:

''اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا کہ میں اس کو منبرِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر چڑھ کر وعظ کرتا دیکھوں۔''

چنانچہ جب بندہ دیوبند سے دورۂ حدیث کرکے آیا تو حضرت والد ماجدؒ نے مجھے وعظ کرتے اور طلباء کو پڑھاتے دیکھا، اور بڑی کتابیں پڑھنے والے بڑے طالب علم بھی پڑھتے دیکھے، چنانچہ میری فراغت کے دو سال بعد دُنیا فانی سے دارالبقاء کو راحتِ آنکھ اور دِل سے پہنچے۔

تعلیم:

حضرت والد صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ:

''علماء نے کہا تھا کہ جب لڑکا چار برس، چار ماہ اور چار دن کا ہوجائے تو اُسے تعلیم میں سپرد کیا جائے، چنانچہ تمہیں اس عمر میں پڑھنے کو بٹھلایا۔''

فرماتے تھے کہ:

''عقیقے کے دن حضرت حافظ عبدالقادر صاحب پونٹوی رحمۃ اللہ علیہ، جو اپنے وقت کے عالمِ باعمل، صوفیٔ ابو الوقت اور کامل بزرگ تھے، وہ اور دوسرے علماء تشریف لائے اور سب نے دُعا کی۔''

جب پڑھنے پر بٹھلایا گیا تو حضرت سیّد السادات مولانا سیّد محمد شاہ قدس

سرہٗ تشریف فرما ہوئے، جو اپنے وقت کے معقول ومنقول کے عالم اور متدین و ماہر مدرّس تھے، ان کے بھائی حضرت سیّد السادات مولانا قادر بخش شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں قاعدہ شروع کرایا گیا، چنانچہ قرآن مجید اور فارسی تحفۃ الاحرار تک ان کی خدمتِ بابرکت میں پڑھتا رہا۔

حضرت والد صاحب مرحوم ومغفور نے تھوڑے سے وقت میں بہت سی تعلیمی مشقت رکھی، چنانچہ گیارہ بجے تک پرائمری مدرسہ، جو غازی پور میں تھا، میں پڑھا کرتا تھا، عصر تک حضرت قبلہ شاہ صاحب مرحوم ومغفور مذکور کی خدمت میں فارسی کا سبق، عصر کے بعد سے بستی ملکانی میں مولانا غلام محمد صاحب جھنڈانے والے مرحوم ومغفور کی خدمت میں بھیجتے تھے، جو رات تک قرآن مجید یاد کراتے تھے، جب احباب نے حضرت والد ماجدؒ کو ملامت کی کہ بچہ اتنی محنت برداشت نہ کر سکے گا، تو تقریباً ایک برس کے بعد رات کو ملکانی بستی بھیجنا موقوف کر دیا۔

دس، گیارہ یا بارہ سال کی عمر میں، پرائمری پانچ جماعت اور فارسی تحفۃ الاحرار تک ختم ہوئی، تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے رُخصت لے کر بیٹ قیصر میں اُستاذ الکل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ جو کہ عالم کامل اور وقت کے بزرگ تھے، ان کی خدمت میں صَرف پڑھنے کے لئے پہنچایا گیا، تین سال کے عرصے میں نحو: شرح جامی تک، منطق: شرح تہذیب، اُصول: نورالانوار تک، اور فقہ: شرح وقایہ تک ان کی خدمتِ مبارک میں پڑھی، (اللہ تعالیٰ ان سب پر ہزاروں رحمت فرمائے، آمین!)۔

پھر ہدایہ، حسامی، عبدالغفور، تکملہ، مشکوٰۃ شریف اور قطبی، سیبویہ وقت، عالم الاصول و الفروع، حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب مدظلہٗ پونٹوی کی خدمتِ بابرکت میں پڑھیں، اسی اثنا میں تین مہینے دوآبہ ضلع مظفرگڑھ میں، حضرت مولانا

مولوی محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی پڑھتا رہا۔

اس کے بعد بہ مشاورت احباب، مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند میں حاضری ہوئی، پہلے سال: سُلَّم العلوم، ملاحسن، میبذی، تصریح اور مختصر المعانی پڑھیں، دوسرے سال: دورۂ حدیث شروع ہوا، پہلے دو، تین دن شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ العالی نے ترمذی کے سبق پڑھائے، پھر وہ مکہ معظّمہ چلے گئے، وہ اسی سفر میں اسیرِ مالٹا ہوئے، پھر عالم الدنیا، محدّث العصر، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شبیر احمد عثانی قدس سرہٗ اور کامل اکمل حضرت مولانا سیّد اصغر حسین قدس سرہٗ کی خدمتِ بابرکت میں اسباق شروع ہوئے۔

معقول و فلسفہ کی کچھ کتابیں بچ گئی تھیں، وطن واپس آ کر تحصیل لودھراں بمقام نکّے ارائیں، مدرسہ معین الاسلام میں جامع الاصول والفروع، امام المعقول والمنقول، باقی باللہ، حضرت مولانا محمد امیر داماتی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں قدس سرہٗ کی خدمت میں میر زاہد، ملا جلال، قاضی مبارک، شمس بازغہ، شرح چغمینی، تلویح وغیرہ پڑھیں، یہ ۱۳۳۴ ہجری تھا۔

۱۳۳۵ھ میں اپنے گاؤں بہلی شریف، ڈاک خانہ غازی پور، تحصیل شجاع آباد میں تعلیم دینا شروع کیا، بڑی اور چھوٹی کتابوں کے طلبہ آتے رہے، عام طور پر بیس سے تیس مسافر طلبہ ہوتے، اور کبھی اس سے زائد اور کبھی اس سے کم بھی پڑھتے رہے، یہاں تک کہ ۱۳۶۷ھ آ گیا، اللہ تعالیٰ نے ہمت دی، بلاتنخواہ اور بلاتعلق پڑھاتا رہا، طلباء اپنے گزربسر کے لئے باہر بستیوں سے روٹی لاتے تھے، اور بندہ کو اللہ تعالیٰ دیتا رہا، نہ کسی بڑے آدمی کا ملازم رہا اور نہ چھوٹے کا مصاحب، البتہ مسجد و مدرسہ میں رہا، طلباء کے لئے چھپر وغیرہ بنائے، اس موضع (علاقہ) کے ملک غلام محمد مرحوم نے اپنی زمین میں مدرسہ کے لئے چھپر بنانے سے نہ روکا، جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

۱۳٦۷ھ میں احباب کی مشاورت سے ایک حافظ صاحب کو بطور مدرّس بٹھلایا۔
۱۳٦۸ھ میں شعبۂ کتب کے لئے ایک متبحر عالم کو مدرّس رکھا، اسی طرح
۱۳۷۲ھ تک حسبِ ضرورت مدرّس بٹھاتے رہے۔
۱۳۷۳ھ میں جب میرے بیٹے مولوی عبدالحی صاحب اور بھانجے مولوی عبدالحمید صاحب طول عمرہما فارغ ہوئے اور مدرسہ عربیہ اسلام آباد نزد ریلوے اسٹیشن شجاع آباد، جس جگہ نیا مکان بنایا گیا، میں مدرّس ہوئے، اور میرے بیٹے مولوی محمد ہاشم صاحب طول عمرہٗ نے مدرسہ بہلی میں پڑھانا شروع کیا، تو بندہ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوا۔

سلوک واحسان:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت والد صاحب غفرہ اللہ تعالیٰ بچپن ہی سے اکثر اوقات نصیحت و وصیت فرمایا کرتے تھے، ان کی زیادہ تاکید حقِ عبدی (حقوق العباد) کی ادائیگی سے متعلق ہوتی تھی، جس کا اثر یہ ہوا کہ بچپن میں بھی جیسے لڑکے مالک کی اجازت کے بغیر گندم وغیرہ کے خوشے لے لیتے ہیں، بندہ ان سے بھی دُور رہتا تھا، الغرض پرائے حق سے پرہیز تھا۔

اسی طرح حضرت والدِ ماجد مرحوم ومغفور کی نصیحت و وصیت کی برکت سے ہی عبادت کا شوق حد سے زیادہ ہوا، چونکہ ان کی وصیت کا رُخ زیادہ تر توحید کی طرف ہوتا تھا، اس لئے ابتدا سے ہی قبر پرستی سے نفرت تھی۔

پھر حسنِ اتفاق! کہ جب مدرسہ بیٹ قیصر میں پڑھتا تھا، تو حاجی واحد بخش مرحوم جو میرے والدِ ماجد مرحوم ومغفور کے یارِ غار، مدرسہ بیٹ قیصر کے منتظم، از حد نیک، صالح، بوڑھے اور تجربہ کار بزرگ تھے، ان کی حفاظت کے ماتحت رہا۔

جب حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنے رفیق مولانا غلام صدیق مرحوم جو کہ پکے موحد، بدعت سے متنفر، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، اور چھپے بزرگ تھے، اگرچہ طالب علمی کے لباس میں تھے، کے فیضِ صحبت سے سرفراز رہا، اس کے علاوہ میرے تمام اساتذۂ کرام بھی بڑے پائے کے بزرگ اور مجاہد تھے، ان کی صحبت کی برکت سے میری طبیعت اللہ تعالیٰ اور سنتِ سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہر دن نئے جوش وخروش سے بڑھتی چلی گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جب دارالعلوم دیوبند پہنچا تو پہلے ہی سال ایک سیّد صاحب اور بڑے بزرگ کی صحبت نصیب ہوئی، پھر دوسرے سال یاغستان کے ایک بزرگ مولانا مطیع الرحمٰن صاحب کے فیضِ صحبت میں اتنے کمالات نصیب ہوئے، جو بیان سے باہر ہیں، مولانا مطیع الرحمٰن ہمارے شریکِ دورۂ حدیث تھے، آپؒ صاحبِ کرامت تھے، اور بچپن سے ہی ان کے کمالات معروف تھے، اس کے علاوہ ہمارے اساتذۂ کرام قدس سرہم کے کمالات وکرامات شہیر وکثیر تھے۔

پھر جب آئندہ سال نکے ارائیں میں معقول پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو وہاں فانی فی اللہ، باقی باللہ، حضرت مولانا محمد امیر دامانی معلّم و مدرّس تھے، دو چار مہینے کے بعد انہوں نے ایک دن تنہائی میں مجھے فرمایا (واللہ اعلم! علم سے یا فراست سے فرمایا) کہ:

''کانپور میں حضرت مولانا غلام حسین صاحب ابدالِ وقت ہیں، ان کے پاس سلوک (خدائی راستہ) سیکھنے کے لئے عریضہ لکھو!''

چنانچہ عریضہ لکھا گیا، انہوں نے جواب میں یہ الفاظ لکھے:

''خدا طلبی بَلا طلبی! تم عالم ہو، قرآن و حدیث پر جو ہو سکے، عمل کرو (یہ خط کا خلاصہ ہے)۔''

عریضہ کا جواب حضرت دامانی کو دِکھلایا، تو فرمایا: دوبارہ خط لکھو! چنانچہ دوبارہ خط لکھا گیا، تو حضرت مولانا غلام حسین صاحب نے مجھے حضرت والا مجدہٗ سے ہی سلوک سیکھنے کا حکم فرمایا، دُوسری جانب حضرتِ والا کی خدمت میں سلوک و احسان سکھلانے کے لئے تحریر فرمایا، جب حضرت کو یہ تحریر دِکھائی گئی تو حضرت نے فرمایا:

''میرے ساتھ مراقبہ میں بیٹھا کرو۔''

محض اتنی اجازت بخشی، مگر فرمایا کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ میں ویسے ہی کپڑا اوڑھ کر بیٹھ جاتا، طلباء پوچھتے کہ: کیا فرمایا؟ کیا کہتا؟ کچھ فرمایا ہوتا تو بتاتا! لیکن بہرحال چند ایام کے بعد مکاشفات شروع ہوئے، کبھی مکہ مکرمہ، مدینہ منوّرہ پر نظر پڑجاتی، کسی فرشتہ کی صورتِ مثالی نظر آجاتی، انوار وغیرہ دِکھائی دیتے، لذّت اور استغراق بڑھتا گیا اور مرشد سے محبت وغیرہ بھی بڑھتی گئی، غالباً چوبیسویں دن ذکرِ قلبی معلوم ہوا، چند دن کے بعد بیعت کا عرض کیا اور بیعت ہوگیا۔

حاجی الٰہی بخش صاحب صبرہ والے بھی میرے ساتھ ہی بیعت ہوئے، مہینہ، دو مہینہ کے بعد لطیفہ رُوح کا سبق دیا، اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ ایک سانحہ پیش آگیا، ہوا یوں کہ مدرسہ کے کسی دُشمن نے سرکار میں جاکر کہا کہ فلاں فلاں جگہ میں جو ڈاکے ہوئے ہیں، ان میں مولانا صاحب کی سازش ہے۔ چنانچہ حضرت گرفتار ہوگئے اور مجھے فرماگئے کہ: ''میرے گھر وغیرہ اور پانی وغیرہ کی خبرگیری کرنا۔''

جب آپ گرفتار ہوگئے تو مہتمم صاحب کو یہ ناگوار ہوا کہ کوئی طالبِ علم مدرسہ میں رہ جائے، واللہ اعلم! سچ مچ کا ڈر تھا یا بہانہ تھا، کہ مہتمم صاحب نے کہا کہ سب طلباء جلدی سے نکل جاؤ، تمہاری گرفتاری کے لئے آرہے ہیں، اس پر میں

بھی اپنی بے وقوفی و بے عقلی سے ڈر گیا، اور فرمانِ مرشد مدظلہٗ پر عمل نہ کرسکا، اور ہزار شرمساری کے ساتھ مدرسہ سے چلا آیا، حضرت مرشد قدس سرہٗ کو رہائی تو مل گئی مگر سرکار کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنے وطن چلے جاؤ، چنانچہ آپ وطن چلے گئے، مگر میری شرمساری کی حد نہ تھی، گو مدرسہ سے مجبوراً نکلا تھا، مگر بہر حال تعمیلِ ارشاد نہ کرسکا۔

گھر آتے ہی قلب اضطراب میں پڑ گیا اور ''خدا طلبی بلا طلبی'' کا ظہور شروع ہوگیا، کسی کروٹ چین نہیں تھا، گھر بار بلا نظر آتے، اگرچہ طلباء بھی پڑھ رہے تھے، بڑی، چھوٹی کتب کی تعلیم بھی ہو رہی تھی، شاید ایسے اضطراب میں بھی تقریر صحیح ہوتی ہوگی، کیونکہ طلباء پڑھ رہے تھے۔ کئی بار خودکشی پر آمادہ ہوا، اور اس کے لئے سم (زہر) لے رکھا تھا، چونکہ کنواں قریب تھا، اس میں کود کر ڈوب مرنے کو آمادہ ہوتا، مگر ہر بار کوئی مانع آجاتا، واپس آکر پھر تعلیم میں مصروف ہوجاتا، کبھی جوش آتا کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل میں نکل جاؤں، اس ارادہ پر اُٹھتا، مگر کوئی چیز آڑے آجاتی، پھر آکر تعلیم میں مشغول ہوجاتا۔

اسی اثناء میں غوثِ زمن حضرت مولانا فضل علی شاہ قریشی، مسکین پور ضلع مظفرگڑھ، کے مرید مولانا بالفضل اَوْلانا اللہ ڈتہ صاحب جو بڑے عالم تھے، محض زیارت کے لئے مسکین پور اپنے ساتھ لے گئے، وہاں حضرت کی خدمت میں ساری کیفیت عرض کی، تو اُنہوں نے فرمایا:

> ''ایک ہی سلسلہ ہے، ہم اور حضرت مولانا محمد امیر صاحب ایک پیر و مرشد کے خلیفہ ہیں، اس جگہ سیکھنے میں کوئی نقص نہیں، سلوک سیکھتے رہیں۔''

حضرت مسکین پوریؒ بڑے جذب والے بزرگ تھے، سینکڑوں مریدوں کو

وجد، حال اور سکر طاری تھا۔ بندہ کو بھی حالات، کیفیات، کشفِ انوار، استغراق اورکشفِ قبور وقلوب وغیرہ زیادہ ہوگئے، سبق پر سبق عنایت ہوتے چلے گئے اور ولایتِ کبریٰ تک اسباق ہوگئے، مگر اضطراب بڑھتا ہی گیا: ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی!'' اور طلباء بھی بڑھتے گئے، حضرت مولانا فضل علی قریشی صاحب نے خلافت بھی دے دی، مگر مدہوش، مضطرب اور قلق والے کو خلافت سے کیا کام؟

اسی اثنا میں ایک نوجوان طالبِ علم، جو نہایت ضعیف و نحیف تھا اور جس کے بدن پر مطلقاً گوشت نہیں تھا، اس کا چلنا بھی مشکل تھا، آیا اور قرآن مجید پارہ دوم پڑھنے کو کہا، اور کہنے لگا کہ گجرات کاٹھیاواڑ کے علاقہ کا ہوں۔ اس کی نحافت پر رحم کرکے پڑھانا شروع کردیا، مگر نہایت کند ذہن تھا، اس کو کوئی لفظ بھی نہ آتا تھا، مگر اس کے سفر، دُبلاپن اور بے کسی کی وجہ سے اس کے ساتھ محنت کرتا، وہ بھی تمام دن پڑھتا، مگر شام تک ایک سطر بھی مشکل سے پختہ کرپاتا، دو، تین مہینے کے بعد ایک دن تنہائی میں فرمایا کہ: میں آپ کے اضطراب کے ازالہ کے لئے کچھ بتلاؤں؟ بھلا اندھے کو کیا چاہئے؟ دو آنکھیں! اور مضطرب کو کیا چاہئے؟ تسکین! کے مصداق، فوراً عرض کیا کہ: پھر آپ میرے مرشد کی حیثیت میں ہوں گے، فرمایا: نہیں! اسی حالت میں رہوں گا، جس پر اب ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے سلسلۂ قادریہ مجددیہ میں توجہ دی، تو میرے یقین میں مجلسِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا پَرتو پڑا، سلوک کے تمام پینتالیس لطائف طے کرائے اور اجازت بخشی، پھر اپنے مرشد مدظلہٗ کی خدمت میں گجرات کاٹھیاواڑ ضلع بھڑونچ تحصیل پٹلاو بھیجا، میرے زعم میں وہاں حاضر ہوکر تکلیفیں اور امتحان تو حضرت مرشد مولانا امیر علی صاحب مدظلہ العالی کی جانب سے بہت آئے، مگر آخر میں بڑی کرم بخشی فرمائی، کرامتیں بھی ظاہر ہوئیں، اور اجازتِ طریقہ بھی بخشی، واپس غریب خانے پر آیا، مگر اضطراب کم نہ ہوا، اور اضطراب کے باعث خلافت پر

بھی نظر نہ تھی، بلکہ وہ چیزیں پیشِ نظر تھیں جن کے نہ ہونے سے اضطراب تھا:

اے زیرکیٔ طبع برمن بلاشدی

وہ مقاماتِ عالیہ، جن کی طلب میں پریشان تھا، وہ نہ ملنے، دُور نظر آنے کی وجہ سے قلق، اضطراب اور پریشانی تھی۔

اس کے بعد اتفاقاً قصد کیا کہ فیض درجت و بزرگِ عالی جناب حضرت مولانا محمد عمر جان چشموی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری دُوں، چونکہ چشمہ شریف، کوئٹہ کے بعد چمن کی سڑک کے قریب غالباً آٹھ دس میل پر ہے، جب سوئی ڈھاڈھر پہنچا تو جاسوسی کی تہمت میں گرفتار کرلیا گیا، آخرکار انہوں نے کوئٹہ کے قریب ایک قیدخانے میں قید کردیا، اور نگرانی کے لئے محافظ مقرّر ہوئے۔ جب بارگاہِ الٰہی میں دُعا و اِلتجا، آہ و زاری اور رونا گڑگڑانا بڑھا تو چند دن کے بعد کمشنر کوئٹہ کے پاس پیشی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کے قلب میں رحمت ڈالی، اور اس نے مجھے چشمہ شریف جانے کی اجازت دے دی۔

وہاں حاضر ہوا تو حضرت قدس سرہٗ گھر پر موجود نہ تھے، دو، تین دن کے بعد تشریف لائے، حال احوال پوچھا، عرض کیا، مگر اس عرض میں اتفاقاً گرفتاری اور قید کا ذکر بھی آگیا، اس پر غالباً حضرت مدظلہ کے خیالِ مبارک میں آیا کہ یہ حاضری کا احسان جتلا رہا ہے، جس پر ناراض ہوکر فرمایا: کس نے خط لکھا تھا کہ آجاوٴ؟ اس پر معذرت کی، معافی مانگنے پر مزید تو کچھ نہیں کہا، البتہ جیسی شفقت و مہربانی کرنا چاہئے تھی، اس قدر نہ فرمائی، سارا دن ان کے کتب خانے میں رہتا، اس میں اسلحہ بھی تھا، مگر مجھے وہاں رہنے سے نہ روکا گیا، حضرت دن میں بار بار آتے، دیکھتے اور واپس تشریف لے جاتے، آخرکار میں سردی سے تنگ آگیا، اور واپسی کی درخواست کی، تو اجازت دے دی۔

اجازت دیتے وقت ایک جگہ بٹھلایا اور وہ تقریر فرمائی کہ جس سے مجھے اپنے خانگی عیوب و احوال کا انکشاف ہوا، آخر میں مشربِ محمدی کی بشارت عطا کی اور فرمایا کہ: تیرا مشرب محمدی ہے، اور سلوک کے جتنا اسباق پہلے تھے، ہر سبق پر مجاہدہ طے فرمایا اور رُخصت کیا۔

پورا ایک برس محنت کی، دوسرے برس پھر حاضر ہوا، تو پھر گرفتار اور مقید کرلیا گیا، مگر اس بار اضطراب کم تھا، رہائی کے بعد جب خدمت میں حاضر ہوا تو بہت عنایات فرمائیں اور فرماتے رہے کہ: بندہ نے مشربِ محمدی کی جو بشارت دی تھی، بے شک وہ صحیح اور صادق ہے، اور فرمایا کہ:

''حضرت مولانا مرشدی، جامع الاصول والفروع،
جناب محمد امیر صاحب مدظلہ العالی کی خدمت مبارک میں جاؤ!''

جب گھر واپس آیا تو حضرت کی خدمت میں جانے کی تیاری کی، مگر ہزار شرمساری سر پر تھی کہ کیسے منہ دِکھلاؤں گا؟ بہرحال چل پڑا، جیسے کیسے کر کے روڑہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں حاضر تو ہوگیا، مگر آنکھ نیچی تھی، بات نہ کرسکتا تھا، حضرت کی عنایت بے غایت نے سہارا دیا، جب حالات سنائے، تو آپ نے تسلی دی اور فرمایا: ''ایسا ہونا تھا!'' پھر وہ مبارک الفاظ: ''خدا طلبی بَلا طلبی'' یاد دِلائے، جب رُخصت کا وقت آیا تو اپنے دولت خانے پر بلایا، جب حاضر ہوا، تو ہر سلسلے میں اجازت عطا فرمائی، (اور وہ آٹھ سلاسل یہ ہیں: نقشبندیہ مجددیہ احمدیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ، قلندریہ اور شطاریہ) اور فرمایا: ''رِند رہنا!'' عرض کیا: حضرت! رِند کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا: ''اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ'' اور پھر رُخصت کیا۔

جب گھر واپس آیا تو اضطراب نے کوئی جگہ نہ چھوڑی تھی، خلافت کا کوئی کام دِل پر نہ آسکا، دوبارہ حاضر ہوا، تو حضرت نے پوچھا: اصلاح و ارشاد کا کام شروع کیا؟

عرض کیا: حضرت! مجھ جیسے سے کیا ہوسکتا ہے؟ مگر آپ نے مجبور کیا اور بار بار فرمایا کہ: ''یہ کام ضرور ضرور کرو!'' عرض کیا: حضرت! میں نہ سیّد ہوں اور نہ پیر زادہ، مجھ سے کون بیعت ہوگا؟ پھر بدعت کی نفرت کی وجہ سے لوگ مجھے وہابی کہتے ہیں، مجھ سے اللہ کا نام کون پوچھے گا؟ مگر حضرت نے یہ عرض بھی نہ سنی، اور مجبور کیا۔ بہرحال گھر آکر تعمیلِ فرمان میں کسی کو ازخود بتلایا، تو اس کا ذکر جاری ہوگیا، جس سے شہرت بڑھتی گئی، سہ بارہ حاضر ہوا، اور حال احوال سنائے تو خوش ہوئے، اس وقت آپ بیمار تھے، اسی موقع پر فرمایا کہ:

''اگر تصوف میں کوئی عقدہ آجائے تو حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں جو متفق اولیاء ہیں، ان کے پاس عقدہ کشائی کے لئے جانا۔''

مجھے اپنی کند ذہنی کی وجہ سے ان کے ایسے الفاظ سے بھی ان کی وفات کے قریب ہونے کا خیال نہ آیا، بہرحال حضرت فیض درجت قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون!

دو، چار مہینے کے بعد ایک عقدہ پیش آگیا، جس کے حل کے لئے واں بھچراں غریب نواز حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا، تو فرمایا کہ:

''جب تک میرے پاس قرآن مجید کا ترجمہ نہ پڑھو گے، عقدہ حل نہیں ہوسکتا۔''

حسبِ ارشاد ترجمہ پڑھا تو آنکھیں کھلیں کہ بلاشبہ اب تک ہم جلالین وغیرہ پڑھاتے رہے، مگر یہ ترجمہ وتفسیر تو کوئی اور ہی چیز ہے، ہمیں تو اب تک قرآن مجید سے مس بھی نہیں ہوا، ہائے افسوس! بہرحال اس کے بعد عقدہ حل فرمایا اور تمام سلاسل

میں اجازت بخشی۔

گھر آکر ترجمہ پڑھانا شروع کیا، تو گرد ونواح کے علماء اس کو تفسیر بالرائے کہنے لگے، لیکن جب حقیقت سنی تو وہ بھی معتقد ہوگئے، ان میں سے بعض تو وہاں حضرت مولانا حسین علی مدظلہٗ کی خدمت میں ترجمہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے، جیسے مولانا یار محمد مرحوم اور اُستاذِ محترم حضرت مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی مدظلہٗ اور بعض نے سکوت اختیار کرلیا۔

جب حضرت اقدس مولانا حسین علی صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں تھا، تو خواب دیکھا کہ حضرتِ مذکور قطبِ وقت ہیں، حضرت کی خدمت میں خواب عرض کیا، تو فرمایا کہ: مرتبہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ "العلماء ورثة الانبیاء" کا منصب ہے۔ پھر خود ہی فرمایا کہ: قطب کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہی ہی دِین و دُنیا کے کام کرتا ہے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سعادت سے لوگوں کے دِینی و دُنیوی کام آسان فرما دیتا ہے، اور مشکلیں دُور کرتا ہے:

بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

بہرحال اضطراب کسی درجہ میں کم تو ہوا، مگر اب بھی اضطراب قوی تھا، جو بے چین کر رہا تھا، اس کے بعد دوسرے سال مجاہدِ ملت حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوکر ترجمہ پڑھا، تو قرآن مجید میں رنگ، نسل، جان، مال، وطن اور آبرو قربان کرنے کا پیغام اور سلیقہ موجود پایا۔ مولانا لاہوری بڑے کشف وفراست والے بزرگ تھے، انہوں نے میری حالت دیکھ کر فرمایا: میرے ساتھ چلو! خلاصہ یہ کہ ساتھ لے گئے اور حضرت مرشد جناب مولانا تاج محمود امروٹی سندھی قدس سرہٗ کی خدمت میں میرے متعلق عریضہ لکھا اور ساتھ ہی اپنی حاضری کا بھی کہا، چنانچہ دو، تین دن پہلے بندہ اور دو، تین دن کے بعد حضرت لاہوری امروٹ شریف حاضر

ہوئے، حضرت امروٹی کی خدمت میں احوال عرض کئے، آپؒ نے حال سنا اور پہچان لیا اور کشف کی بہت سی چیزیں ظاہر فرمائیں، مگر اس وقت ایک سرکاری نہر کھودی جارہی تھی جس کی زد میں مسجد آرہی تھی، حضرت قدس سرہٗ نے اعلان کردیا تھا کہ یا تو نہر کا رُخ بدل دو ورنہ پھر اعلانِ جنگ ہے، اس کے لئے آپ کے سینکڑوں مرید اور جاں نثار جمع ہورہے تھے کہ اگر نہر کا رُخ نہ بدلا گیا تو جان کی قربانی دی جائے گی۔ اس کے لئے نہر کے قریب میدانِ جنگ بنایا گیا اور بندہ کو بھی اس میدان کے صاف کرنے والوں میں منتخب کیا گیا، بعض رفقاء آکر سناتے کہ حضرت میرا نام لے کر پوچھتے کہ: فلاں شخص کیسے کام کررہا ہے؟ دِل سے یا بے دِلی سے؟ بہرحال میں کام کرتا رہا، چند دن گزرگئے، پھر وہ دن بھی آگئے کہ نہر مسجد کے قریب آگئی، اب ناموں کا انتخاب کیا جانے لگا کہ کون کون شخص جان دینے کے لئے تیار ہے؟ ان نام لکھانے والوں میں بندہ کا دوسرا نمبر تھا، آخرکار ایک دن حضرت مولانا احمد علی صاحب نے میرا نام لے کر پکارا کہ فلاں کہاں ہے؟ اس پر میں حاضر ہوگیا، تو حضرت نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد حضرت امروٹیؒ، مولانا لاہوریؒ اور بندہ ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے، ادھر سرکار نے بھی نہر کا رُخ بدل دیا اور جنگ تک نوبت بھی نہ آئی، آخر میں حضرت قدس سرہٗ نے سلسلۂ قادریہ کے بہت سے اذکار تلقین فرمائے۔ وہاں سے واپس غریب خانے پر آیا۔ مگر اضطراب کا عالم موجود تھا۔

دُوسرے سال سفرِ حج کا اتفاق ہوا، مکہ مکرمہ میں اس پر رویا کرتا تھا، آخرش فضلِ ایزدی متوجہ ہوا۔ چنانچہ مقامِ ابراہیم کے قریب بیٹھا تھا، اتنے میں ایک شخص، جس پر میرا یہ گمان تک نہ تھا کہ ایسا باکمال ہے، اس نے تصوّف کی تقریر فرمائی، بندہ چونکہ اس سے پہلے بہت سے حسینوں اور باکمالوں کی خدمت میں خاک بوسی کرچکا تھا، کچھ نہ کچھ سمجھ ہوگئی تھی، اس لئے اس بزرگ کی تقریر میں کچھ خدشات نکالے، بزرگ

نے فرمایا کہ: تو سچا ہے، اس لئے کہ تقریر صرف قالی ہے، حال و کیفیت سے ہوتی تو یہ خدشات نہ ہوتے، اس کے بعد وہ کچھ دیر کے لئے مراقب ہوگئے، اور فراغت کے بعد انہوں نے بعینہٖ وہی تقریر کی، مگر اب اس پر کوئی اِشکال نہیں تھا، بلکہ اس سے میرے سب اضطراب کا خاتمہ ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ وَمُبَارَکًا عَلَیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی"، اسی طرح اس بزرگ والا قدر کا بھی شکریہ ہے کہ اس کے ذریعے اضطراب دفع ہوا، جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ، چونکہ اس بزرگ نے وعدہ لیا تھا کہ میرا نام اور پتا کسی کو نہ بتلانا، اسی لئے ان کا نام پاک نہیں لکھا جارہا۔

سلوک و احسان کے قواعد، اُصول، فروع، اَمراضِ قلبیّہ کے علاج اور محامد یعنی محاسن کی تحصیل میں بندہ کا زیادہ تر طریقہ کار حضرت مجدّد الملّت وحکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ مصنف تفسیر "بیان القرآن" سے مأخوذ ہے، راقم کی ان کے پاس بیس، پچّیس برس تک آمد و رفت اور خط و کتابت رہی ہے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ خانقاہ کے مدرسہ کا معلّم سبق پڑھا رہا تھا، کہ میں اپنی بے عقلی سے سبق سننے کے لئے درس گاہ میں چلا گیا، اُدھر حضرت اپنی نشست گاہ سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں معلّم کے پاس بیٹھا سبق سن ہی رہا تھا، کہ اتنے میں حضرت وہاں تشریف لے آئے اور اتنا غصہ کیا کہ حد نہیں، پھر فرمایا: تم نے اپنی آزادی میں کیونکر خلل ڈالا؟ اور یہ قصد کیا کہ اچھا پڑھاتا ہے یا نہیں؟ دوم یہ معلّم کی آزادی کا نقصان کیا کہ اگر اعلیٰ تقریر کرے تو طالبِ علم کا نقصان، اور اگر طالبِ علم کی استعداد کے موافق تقریر کرے، تو معلّم کی ہتک ہے کہ اس کو تقریر کرنا بھی نہیں آتا، جس سے طالبِ علم اور معلّم دونوں کا نقصان ہے۔

سبحان اللہ! کیا ہی تعلیم تھی، حضرت حکیم الاُمت کا ہر فعل و قول حکمت ہی

حکمت تھی، اور شریعت کی تائید اور سنت کی موافقت تھی۔ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ بِغَيْرِ حِسَابٍ، آمین!

ان ہی سے صحیح سلوک کا پتا چلا، گو صحیح سلوک پر صحیح طور پر چل نہ سکا، صحیح تزکیہ رونما ہوا، گو پاک نہ ہوسکا، طریقت و حقیقت کی راہ دیکھی، گو راہ طے نہ کرسکا، حق، باطل سے اور مغز، پوست سے ممتاز ہوا، گو حق پر پورا نہ رہ سکا، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ، اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ، اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ، آمین!

ابتدائی دور میں جنگل نشین، گوشہ نشین، سالکوں اور مجذوبوں سے ملا، نیز سادھو سنتوں سے بھی ملا، یہ بزرگوں سے ملنے اور ان سے سیکھنے کا مختصر سا قصہ پیشِ خدمت ہے۔ ورنہ ہر سفر کی روئیداد کی ایک کتابِ درد ہے، کیا لکھوں؟ سچی بات تو یہ ہے کہ جن سے برسوں فیض لیا ہے، ان کا مختصر سا قصہ بیان کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ ، اے اللہ! غفار ستار! میں نے سفر و حضر میں جو غلطیاں کیں، اپنی رحمت سے بخش دے، اور جن لوگوں سے فائدہ لیا، دیا، سب کو بخش دے، آمین!

دو سفر حج کے مزید کئے، ان میں بہت سے بزرگوں سے ملا، سب نے مجھ پر احسان کیا، اور بندہ حسبِ استطاعت ہر ایک سے فیض لیتا رہا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا!

پہلا سفرِ حج جس میں بزرگ ملے تھے، اس میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی قدس سرہٗ سے بہت کچھ علمی و رُوحی فیض حاصل کیا، دوسرے سفرِ حج میں جتنے رفیق تھے، سب مجھ پر احسان کرتے رہے، خود خدمت اور کام کرتے رہے، مجھے کوئی کام نہ بتلایا، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے، تیسرے سفرِ حج میں حاجی فیض بخش صاحب، حاجی عبدالعزیز صاحب، حاجی محمد بخش صاحب اور حاجی محمد حسین صاحب دامت

برکاتہم ساتھ تھے، انہوں نے اتنا خدمت کی کہ کوئی باپ کی بھی نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے، آمین! سب مسلمانوں کا میرے پر احسان ہے، مگر افسوس! کہ میرا کسی پر نہیں، اسی لئے اکثر اپنی دُعاؤں میں سب کے لئے دُعا کرتا ہوں، کیونکہ سب کا ممنونِ احسان ہوں۔

اب اس وقت ہر دو سلسلہ نقشبندی و قادری میں لوگوں کی زیادہ آمد و رفت ہے، نقشبندی میں قادری سے زیادہ ہے، اسی طرح دُوسرے سلسلوں والے بھی آتے جاتے ہیں۔

بہلی ڈاک خانہ غازی پور تحصیل شجاع آباد، میرا آبائی و اجدادی وطن ہے، احباب کے اصرار پر اب شجاع آباد ہی میں نہر کے قریب ایک جگہ مسمّٰی اسلام آباد (جس کو اب حبیب آباد کہتے ہیں) تین سال سے منتخب کی ہے، وہاں بھی رہائش رہتی ہے، اور بہلی میں بھی۔

ہر سال علماء اور منتہی طلباء ۱۵؍شعبان سے ۲۷؍رمضان شریف تک ترجمہ قرآن پڑھنے کے لئے تشریف لایا کرتے ہیں، اور چند دن اُصول و قوانینِ ترجمہ پڑھا کر، پھر ہر سورت کا موضوع اور ربط بتلا دیا جاتا ہے۔

نقشبندی سلسلے میں تو بہت سے بزرگوں سے اجازت ہے، البتہ قادری مجددی میں دو بزرگوں سے اجازت حاصل ہے، جیسا کہ لکھ چکا ہوں، جبکہ مرشدی حضرت مولانا محمد امیر صاحب دامانی اور حضرت مولانا حسین علی صاحب سے تمام سلاسل کی اجازت ہے، اور یہ قادری مجددی سلسلہ حضرت مجدّدِ الفِ ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، جس کا سلسلۂ سند پیشِ خدمت ہے:

بندہ سر افگندہ، نابکار اور شرمسار کو اجازتِ طریقہ و خرقہ حاصل ہے حضرت

شیخ ابو الوقت صوفی عمر جی قدس سرہٗ گجراتی اور ان کے مرشد شیخ محقق، فانی فی اللہ اور باقی باللہ حضرت امیر علی صاحب ساکن گجرات کاٹھیاواڑ سے، ان کو اپنے شیخ قطب الوقت سے ان کو حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو شیخ نور محمد بدایونی سے، ان کو حضرت حافظ محمد محسن دہلوی سے، ان کو شیخ سیف الدین سے، ان کو خواجہ محمد معصوم سے، ان کو شیخ احمد سرہندی سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالاحد سے، ان کو شیخ کمال سے، ان کو سیّد فضیل سے، ان کو سیّد گدارحمٰن ثانی سے، ان کو سیّد شمس الدین عارف سے، ان کو سیّد گدارحمٰن بن سیّد ابوالحسن سے، ان کو شمس الدین صحرائی سے، ان کو سیّد عقیل سے، ان کو بہاء الدین سے، ان کو سیّد عبدالوہاب سے، ان کو سیّد شرف الدین قتال سے، ان کو سیّد عبدالرزّاق سے، ان کو اپنے والد امام الطریقت ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی سے۔ اس سے آگے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے سلسلے کا اتصال مشہور و معروف ہے۔

کتاب ''انتباہ السلاسل'' مؤلفہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تربیت ان کے آبائی سلسلے سے ہونے پر کوئی قرینہ نہیں ملتا، ان کا آبائی سلسلہ یہ ہے:

> ''شیخ عبد القادر جیلانی عن ابیہ موسیٰ چنگی دوست، عن ابیہ السید عبداللہ، عن ابیہ السید یحییٰ زاہد، عن ابیہ السید داؤد امیر محمد اکبر، عن ابیہ موسیٰ ثانی، عن ابیہ السید عبداللہ، عن ابیہ موسیٰ الجون، عن ابیہ السید عبداللہ المحض، عن ابیہ السید حسن المثنیٰ، عن ابیہ الامام حسن المجتبیٰ، عن ابیہ وامہ علی المرتضیٰ و سیّدتنا فاطمۃ الزہراء، کلاھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ورضی اللہ تعالیٰ عنہم۔''

''فتوح الغیب''، ''غنیۃ الطالبین'' اور ''مجالس ستین'' میں درحضرت غوث کے ملفوظات میں ان کا اصل طریقہ مفصل ہے، انتہیٰ ملخصہ۔

قادریہ سلسلے کے اذکار:

''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا ذکر اس طرح کرے کہ سینے سے داہنے مونڈھے تک ''لَا اِلٰـہَ'' کو کھینچے، اور غیر اللہ کی نفی اس طرح کرے کہ ''لَا'' کو داہنے مونڈھے، ''اِلٰـہَ'' کو دِماغ، اور ''اِلَّا اللّٰہُ'' کو دِماغ سے قلب تک لے جائے اور ماسوا اللہ کی نفی کرے۔ اگر تعلقات سے مجرّد ہے تو ہر وقت ذکر میں مشغول رہے، اور اگر اہل وعیال والا ہے تو مناسب یہ ہے کہ عشاء، تہجد اور صبح کے بعد ہزار، ہزار بار ذکر کرے، اور عذر کے وقت جتنا ہو سکے۔ اسی طرح ہر نماز کے بعد، یا صبح، عشاء اور تہجد کے بعد، سو بار اِستغفار پڑھے اور حدیث پر عمل کرے، ستائیس بار ہر مؤمن ومؤمنہ کے لئے اِستغفار کرے، اور دس بار یہ دُرود شریف پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ عَدَدَ خَلْقِکَ بِدَوَامِکَ'' اور دسویں بار: ''وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِھِمْ وَاَصْحَابِھِمْ وَالتَّابِعِیْنَ وَعَلٰی اَھْلِ طَاعَتِکَ اَجْمَعِیْنَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ عَدَدَ خَلْقِکَ وَرِضٰی نَفْسِکَ وَزِنَةَ عَرْشِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ کُلَّمَا ذَکَرَکَ الذَّاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ الْغَافِلُوْنَ.'' (وان جعل بعد کل فریضة عشرًا فھو ازکی وافضل)، اگر ہر نماز کے بعد دس بار پڑھے تو زیادہ بہتر وافضل ہے۔

ہر نماز کے بعد سورۂ اِخلاص دس بار پڑھے، اور نمازِ چاشت میں سورۂ شمس، واللیل، والضحیٰ اور الم نشرح پڑھے، اور نمازِ چاشت کے بعد: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ عَدَدَ خَلْقِ اللّٰہِ

بِدَوَامِ اللہِ" دس بار پڑھے، سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک صبح و شام، اور مغرب کے بعد سورہ الٓمٓ السجدہ اور سورۂ یٰسین پڑھے، چھ رکعت اوّابین پڑھے، اور یہ دُعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ سَدِّدْنِیْ بِالْاِیْمَانِ وَاحْفَظْہُ عَلٰی حَیَاتِیْ وَعِنْدَ وَفَاتِیْ وَبَعْدَ مَمَاتِیْ" (کما وصّٰی بہ الشیخ محی الدین قدس سرہٗ فی باب الوصایا من الفتوحات المکیۃ)۔

مشائخِ سلسلہ سابقین و لاحقین کے لئے ایصالِ ثواب کرے، اور صبح کے بعد "یا عزیز" اِکتالیس بار، "یا الٰہ الاٰلھۃ الرفیع" ۱۵ بار، "یا حَیُّ یا قَیُّوْمُ" بیس بار، دُرود شریف گیارہ بار اور اس کے بعد سالک کو پاسِ انفاس کا ذکر بتائے، جب اس میں کامل ہوجائے تو "اَللّٰہُ حَاضِرِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرِیْ، اَللّٰہُ مَعِی" کا ذکر بتلائے، پھر لطائف پر ذکر کرائے اور نفی اثبات کا ذکر کرائے۔ بعض حضرات نفی اثبات کا ذکر "اَللّٰہُ حَاضِرِیْ الخ" سے پہلے کراتے ہیں۔

بعض بزرگ داخل ایک سلسلہ میں فرماتے ہیں، لیکن سلوک دُوسرے سلسلہ میں طے کراتے ہیں، تاکہ دونوں سلاسل کے بزرگوں کے کمالات سے فیض یاب ہوجائے، اور رُوحانی معاملات اور فیوضاتِ رُوحانیہ سے فائض فرماتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقسامِ شیخ:

شیخ کی تین قسمیں ہیں: ۱:...شیخ الذکر، ۲:...شیخ الخرقہ، ۳:...شیخ الصحبت۔ اور حقیقت میں شیخ یہی مؤخر الذکر ہے اور یہی ارتباط میں اکمل و اتم ہوتا ہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ میں "لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللہُ" ہی کا ذکر ہوتا ہے، مگر اس طرح کہ سانس بند کرکے "لَا" کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک، اور "اِلٰہَ" کو داہنے مونڈھے تک لے جائے، اور "اِلَّا اللہُ" سے قلب پر ضرب لگائے، اور "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" کی قلب

کے وسط میں ضرب لگائے، اور اس ضرب کی تعداد طاق ہونی چاہئے، ضربوں کی تعداد بڑھاتے بڑھاتے اکیس تک پہنچائے، اگر فائدہ نہ ہو، تو پھر ازسرِنو شروع کرے، اور ذکر کے اختتام پر بجائے قلب کے سینہ پر ''محمد رسول اللہ'' کی ضرب لگائے، اور پھر یہ دُعا کرے کہ: الٰہی مقصد من توئی و رضائے تو معرفت و محبت خود دہ، یعنی اے اللہ! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، اے اللہ! مجھے اپنی معرفت و محبت عطا فرما۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: لا الٰہ میں طبعی خداؤں کی نفی ہے تاکہ: ''مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهُ هَوَاهُ'' دُور ہوجائے، اور ''اِتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللهُ'' پوری طرح حاصل ہوجائے، اور اس سلسلے کے بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مبتدی: ''لا الٰہ'' میں ''لا الٰہ الا اللہ'' کا تصوّر کرے، متوسط: ''لا مقصود الا اللہ'' کا، اور منتہی: ''لا موجود الا اللہ'' کا، اور تیسرا مقام تب حاصل ہوتا ہے جب سیر الی اللہ ختم ہوجائے، اور سیر فی اللہ میں قدم رکھے۔

بعض نے کہا ہے کہ: اس کا معنی یہ ہے کہ ''لا متصرف فی الملک والملکوت الا اللہ''۔ ذکر کے دوام میں پوری سعی کرے، اگر ذکر میں یا صحبتِ شیخ میں کوئی کیفیت حاصل ہوجائے تو شکر کرے، یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے جمعیت کا باعث ہوجائے گی۔

بعض نے فرمایا کہ: اگر ایک بال برابر بھی بدن میں تغیر پیدا ہوجائے تو اس کو نہ چھوڑے، تاکہ تعطیل حاصل ہوجائے، تعطیل یہ ہے کہ غیر سے معطل ہوجائے، اسی کو کہا گیا ہے:

''الشغل هو عدم الشغل وعدم الشغل هو الشغل.''

یعنی اللہ تعالیٰ سے مشغول ہوجانا، غیراللہ سے مشغول نہ ہونے کی علامت

ہے، اور غیر اللہ سے مشغول نہ ہونا ہی اللہ تعالیٰ سے مشغول ہونا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ مخلوق سے مشغول ہوجانا، اللہ تعالیٰ سے مشغول نہ ہونے کی علامت ہے، اور مخلوق سے مشغول نہ ہونا، یہ اللہ تعالیٰ سے مشغول ہونا ہے۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تصوّف یہ ہے کہ ایک لمحہ کو ہر شئ کے ملاحظے سے معطل و غافل ہو بیٹھے۔ شیخ عبد الکریم یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی سے پوچھا کہ: ذکر کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: "لا الٰـہ الا اللہ!" فرمایا کہ: یہ تو ذکر کی عبارت ہے، اس نے عرض کیا: پھر ذکر کیا ہے؟ فرمایا کہ: تم جانو کہ تم اس (حق تعالیٰ) کے وجدان پر قادر نہیں ہو۔

مقصدِ تصوّف:

صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ ارشادِ نبوی: "کـأنک تـراہ" کے مصداق حق تعالیٰ کا مشاہدہ ہو، اور "کَـأَنَّکَ تَـرَاہُ" میں جس کیفیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، اس کو مشاہدہ کہتے ہیں، اور یہ مشاہدہ قلب سے ہوتا ہے، اور رُویت سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام ہے، رُویت و مشاہدہ میں فرق یہ ہے کہ رُویت میں آدمی اس شئ کو اپنے سے دُور کرنے پر قادر نہیں ہوتا، اور مشاہدہ میں اس کو اس کا اختیار ہوتا ہے۔

حصولِ سلوک کے طُرق اور رُویت و مشاہدہ میں فرق:

یاد رکھنا چاہئے کہ: حصولِ مشاہدہ کا پہلا طریق ذکر ہے اور دوسرا توجہ اور مراقبہ ہے یعنی اسم اللہ کا جو مفہومِ مبارک ہر کسی کو معلوم ہے، اس کی حفاظت کرے، اور تمام مدرکات سے اس کی طرف متوجہ رہے، یہاں تک کہ اس کیفیت کے دوام میں تکلف دُور ہوجائے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطلاع (آگاہی) کی کوشش کرے یعنی یہ

سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت میرے حال پر مطلع ہے، پھر اس پر دوام حاصل کرنے، اور یہی مراقبہ ہے، گو مراقبہ جانبین سے ہوتا ہے، مگر دیکھا جائے تو یہاں بھی جانبین سے ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حقیقتاً اور ہر وقت ہم پر مطلع ہیں، پھر یہ مراقبہ کرنے والا شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اس اطلاع اور آگاہی کا ہر وقت مراقب رہے گا۔

طریقِ مراقبہ، ذکر نفی اثبات سے اعلیٰ ہے، اس لئے کہ یہ دوسرے طریق کی نسبت جذبہ الٰہیہ سے زیادہ قریب ہے، مراقبہ سے وزارت اور ملک ملکوت میں تصرف کا حصول ممکن ہے، یعنی جیسے وزیر مقام وزارت پر تمام وجود، قلب اور دماغ سے بادشاہ کے حکم اور اشارہ کا منتظر ہوتا ہے، یہ مراقب بھی ذاتِ الٰہی سے تمام فیوضات و احکام کا منتظر ہے۔

تیسرا طریقہ ربط بالشیخ ہے، اگر شیخ سے محبت غالب ہوگئی ہے، تو اکثر تجلیاتِ افعالیہ، صفاتیہ اور ذاتیہ محبّ پر فائض ہوکر فنا فی الشیخ حاصل ہوکر، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ تک فائز المرام ہو جاتا ہے۔

نقشبندیہ کے گیارہ کلمات کی مختصر تشریح:

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کلماتِ طیبات اور اصطلاحات مأثور و منقول ہیں، چونکہ حضرت خواجہ صاحبؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے سرخیل ہیں، اس لئے ان ہی کی تشریح پیشِ خدمت ہے:

ا:... یاد کرد: اس کا نام ہے کہ ہمیشہ دِل یا زبان سے ذکر کیا کرے، اس لئے کہ ذکر غفلت کے دُور کرنے کا نام ہے، اور ذکر سے مقصد یہ ہے کہ محبت اور تعظیم کے ساتھ قلب حاضر مع الحق ہو، وکذا مروی عن خواجہ نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۲:... بازگشت: یعنی جب قلب ذاکر ہوجائے تو کلمہ طیبہ کا ذکر کرے، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد زبان سے کہے: الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو....الخ، تاکہ ذکر خالص ہوجائے اور دِل ماسوا اللہ سے فارغ ہوجائے، اگر مرید اس میں اِخلاص نہ پائے تو بھی مرشد کی تقلید میں کہتا رہے۔

۳:... نگاہ داشت: یعنی دِل کو خطرات سے بچائے، یعنی جب دِل میں کلمہ طیبہ کی تکرار کرے تو اس کی رعایت کرے کہ دِل میں کوئی خطرہ نہ آئے، اور کوشش کرے کہ گھڑی، دو گھڑی کوئی خطرہ نہ آئے، یہ اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

۴:... یادداشت: اس کو کہتے ہیں کہ دوام الحضور مع الحق سبحانہ بطور ذوق کے حاصل ہوجائے، اور بعض اکابر ان کلمات کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

یادکرد: یعنی ذکر میں تکلف، بازگشت: یعنی اللہ تعالیٰ سے رُجوع و عاجزی کے ساتھ، نگاہداشت: اس رجوع کی حفاظت، یادداشت: یعنی اس حفاظت میں رسوخ یعنی ملکہ تام حاصل ہوجائے۔

۵:... ہوش دردم: دونوں سانس کی حفاظت کرے، نہ کوئی سانس غفلت سے اندر داخل ہو اور نہ غفلت سے نکلے۔

۶:... سفر در وطن: یعنی سالک کا سفر وطن میں رہے، یعنی صفاتِ ذمیمہ سے منتقل ہوکر صفات حمیدہ میں آئے، اور بعض نے فرمایا: اپنے ہنر میں عیب دیکھنا سفر در وطن ہے، اس لئے کہ:

ہر کہ بر عیب خود بینا شود
رُوح اورا قوتے حاصل شود

ترجمہ:... ''جو اپنے عیب پر نظر رکھتا ہے اس کی رُوح کو

قوت حاصل ہوتی ہے۔"

۷:... **نظر بر قدم:** مناسب ہے کہ چلنے پھرنے میں سالک کی نظر اپنے قدم پر رہے، تاکہ نامناسب پر نظر نہ پڑے، اور متشتّت ومختلف خیال نہ آئیں، جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ: راہِ سلوک کے مسافر کا ادب یہ ہے کہ اس کی ہمت کا قدم پیچھے نہ پڑے، اس لئے کہ: "قیمة المرءِ علٰی قدر همته":

بلندی بخش ہر ہمت بلندے
بہ پستی افگن ہر خود پسندے

ترجمہ:... "بلند ہمتی بلندی بخشنے والی ہے، ہر خود پسندی پستی میں ڈالنے والی ہے۔"

۸:... **خلوت در انجمن:** سالک کو چاہئے کہ بظاہر خلقت کے ساتھ ہو، مگر باطن میں خالق سے وابستہ ہو:

ازدروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ترجمہ:... "اندر سے آشنا ہو اور باہر سے بیگانہ، ایسی بہترین خوبی زمانے میں کم ہوتی ہے۔"

فَمِنْ دَاخِلٍ كُنْ صَاحِبًا غَيْرَ غَافِلٍ
وَمِنْ خَارِجٍ خَالِطْ كَبَعْضِ الْاَجَانِبِ

۹:... **وقوفِ زمانی:** اپنے اوقات کا حساب کرے، اگر اچھے کاموں میں وقت گزرے، تو شکر کرے، اگر بُرے کام میں گزرے، تو توبہ کرے، "ان حسنات الأبرار سیئات المقربین" یعنی اَبرار کی نیکیاں مقربین کی بُرائیاں ہیں۔

۱۰:... **وقوفِ عددی:** ذکرِ قلبی میں عدد کی رعایت کرے، یعنی متفرق

خطرات نہ آئیں اور جمعیت وسکونِ خاطر حاصل ہو، اور بعض نے فرمایا کہ: حبسِ دَم میں طاق عدد کی رعایت کرے، تاکہ جفت پر کشادہ نہ ہو۔

۱۱:... **وقوفِ قلبی**: کا معنی یہ ہے کہ ہوشیاری اور حضورِ قلب کے ساتھ ذکر ہونا چاہئے، یعنی قلب کو غیرِ حق سے کوئی غرض نہ ہو، اور یوں بھی کہ قلب اپنے ذکر سے واقف ہو، یعنی ذکر کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو، جس کو مجازاً قلب کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے حبس دم کو لازم اور ضروری نہیں فرمایا، لیکن وقوفِ قلبی ان کے نزدیک بھی لازم ہے۔

ازالۂ وساوس کا نسخہ:

اگر وساوس کا ہجوم ہو، تو پہلے غسل کرے، پھر خلوت میں دو رکعتیں پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے آہ و زاری اور عاجزی کرے، اگر ہوسکے تو اپنے شیخ کی صورت کا تصوّر کرے، تاکہ یک جہتی سے خیالاتِ متفرقہ دفع ہوجائیں، لیکن اگر پھر بھی پراگندگیٔ خیالات نہ جائے، تو ذکر کو نہ چھوڑے، اور یہ سمجھے کہ یہ: "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ" کی جانب سے ہے، جس کے دفع پر میں قدرت نہیں رکھتا، اِن شاء اللہ اس تدبیر سے یہ پراگندگی جمعیت سے مبدل ہوجائے گی، یعنی پھر خطرہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھنے لگے گا۔

خطرات چند قسم ہیں:

جاننا چاہئے کہ خطرات چار قسم کے ہوتے ہیں: ۱:...نفسانی، ۲:...شیطانی، ۳:...ملکی، اور ۴:...حقی۔

اگر طبعی معاملات، مثلاً: خورد و نوش، جماع وغیرہ، یا عیش و عشرت، کھیل کود، حرص، ہویٰ وغیرہ کے متعلقات سے ہو، تو وہ خطرۂ نفسانی ہے۔

اگر وہ خطرہ اعتقادیات، مثلاً: توحید، رسالت، قیامت، کتبِ سماوی وغیرہ

کے متعلقات سے ہو، تو وہ خطرہ شیطانی ہے۔

اگر بھلے کام کی ترغیب، منکر کی تنفیر اور مروّتِ انسانی کے متعلقات سے ہو، تو وہ خطرہ ملکی ہے۔

اور کبھی اچھے کام کا خطرہ بھی ہوتا ہے، مگر وہ ہوتا شیطان کی طرف سے ہے، جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ چھوٹے اچھے کام میں مشغول ہو جائے اور اس سے بڑے اچھے کام رہ جائیں، جیسے طالبِ علم کو یہ وسوسہ آئے کہ مقصود تو عمل ہے، پڑھنے میں کوئی فائدہ نہیں، لہٰذا خلوَت میں رہ کر ذکر کرنا چاہئے، یا یہ کہ جماعت نماز پڑھنے سے پراگندگی ہوتی ہے، لہٰذا تنہائی میں فرض پڑھ کر ذکر میں مشغول رہنا چاہئے، یا فرض کی پروا نہیں اور نوافل میں کوشاں ہے، وغیر ذالک، ایسے خطرات کو محقق مرشد سے ہی سمجھنا چاہئے۔

خطرۂ ملکی اور حقی میں فرق یہ ہے کہ: خطرۂ ملکی سے انسان مجبور نہیں ہو جاتا، اگر وہ عمل نہ کرے تو اس کو نہ کرنے کی قوّت وطاقت ہوتی ہے، مگر خطرۂ حقی وہ نعمت ہے کہ جس پر یہ اِنعام ہو، وہ اس کارِ خیر کے کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے یا نہ کرنے سے معذور ہو جاتا ہے، اس کو جانبِ مخالف پر قدرت ہی نہیں رہتی، واللہ تعالیٰ اعلم!

انتباہ فی سلاسل الاولیاء میں ہے کہ خطرۂ نفسی قلب کے نیچے بائیں جانب سے آتا ہے، اور خطرۂ ملکی قلب کی داہنی جانب سے، اور خطرۂ حقی قلب کے اُوپر سے آتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ "الوقت سیف قاطع" اور گیا وقت پھر نہیں آتا، اور اس کا تدارک ممکن نہیں ہے، لہٰذا وقت کو فارغ نہ رکھے، رات کو تلاوتِ قرآن مجید کی کثرت کرے، خصوصاً سورۂ یٰسین پڑھے کہ یٰسین قرآن کا دِل ہے، اور قلبِ رات یعنی آدھی رات میں دِل سے غور وفکر کر کے پڑھنے میں بہت فائدہ ہے۔ مناسب ہوگا کہ آٹھ

رکعت میں سورۂ یٰسین کو پورا کرے، جب اذکار سے فارغ ہوکر معیشت کے کام کے لئے نکلے تو یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ كُنْ وِجْهَتِىْ فِىْ كُلِّ جِهَةٍ وَّمَقْصَدِىْ فِىْ كُلِّ قَصْدٍ وَّغَايَتِىْ فِىْ كُلِّ سَعْيٍ وَّمَلْجَاىْ وَمَلَاذِىْ فِىْ كُلِّ قَصْدَةٍ وَّوَكِيْلِىْ فِىْ كُلِّ اَمْرٍ وَّتَوَلَّنِىْ تَوَلّٰى مَحَبَّةٍ وَّعِنَايَةٍ فِىْ كُلِّ حَالٍ"

پھر دُرود شریف پڑھے، اور ہمیشہ دِل کی طرف متوجہ رہے۔

محقق لوگ مجاہدہ وطلب کے بعد فنا و بقا سے مشرف ہوتے ہیں، جس کا اثر اطمینانِ قلب، سرور اور مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے، محققین نے مقامات و کرامات کو حجاب سمجھا ہے، اور انہوں نے اپنے مشرب کو حظِ جسمانی و رُوحانی سے بہت دُور کردیا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جو راستے سے واپس ہوا، وہ واپس ہوا، اور جو پہنچ گیا، وہ واپس نہیں ہوا، "الفانی لا یرد" فافہم!

فنا و بقا:

فنا کی دو قسمیں ہیں:

۱:...فنا وجودِ ظلمانی وطبعی سے۔

۲:...فنا وجودِ رُوحانی ونورانی سے۔

جب حق سبحانہ کی صفات کا ظہور غالب ہوتا ہے، تو پہلی فنا حاصل ہوتی ہے، پھر جب اس فنا کا شعور بھی باقی نہ رہے تو دُوسری فنا حاصل ہوتی ہے، اور جس وقت شعور کا شعور بھی جاتا رہا، تو سمجھو کہ وجودِ رُوحانی بھی چلا گیا، اس مقام میں رُوح ذاکر

اور قلب ساجد ہوتا ہے۔

قلب کا ذکر کیا ہے؟

قلب کا ذکر یہ ہے کہ اس کے لئے حضورِ حق سبحانہ اور حضورِ خلق برابر ہو جاتا ہے، یعنی حضورِ خلق اس کو حضورِ حق سبحانہ سے مانع نہیں ہوتا۔

رُوح کا ذکر:

رُوح کا ذاکر ہونا یہ ہے کہ: حضورِ حق سبحانہ غالب ہو جائے اس حضور پر جو خلق کے ساتھ ہے۔

سِرّ کا ذکر:

سِرّ کا ذکر یہ ہے کہ حضورِ حق سبحانہ ہی رہ جائے۔

خفی کا ذکر:

خفی کا ذکر یہ ہے کہ سوائے مذکور (اللہ) کے کچھ باقی نہ رہے، اس وقت سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے، اس وقت "بی یسمع وبی یبصر" محقق ہوتا ہے، اور اخلاقِ ربانیہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے، اور اس وقت تمام ہوا جس و وساوس دُور ہو جاتے ہیں۔

اور جو فنا حاصل ہوتی ہے، اس کے مقابل بقا آتی ہے، اس کے بعد اگر قسمت میں ہوا تو سیر عن اللہ باللہ حاصل ہوتی ہے، جس پر اس کو دعوۃ الخلق الی الحق پر مأمور کیا جاتا ہے، اور ایسا شخص باجازتِ شیخ دُوسروں کی تربیت کر سکتا ہے۔

(کذا فی انتباہ السلاسل)

تصرف کا طریقہ:

اگر کوئی شخص مرض یا مصیبت میں مبتلا ہو، تو شیخ وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، اور آہ و زاری سے اس کی پاکی کی طرف متوجہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے مرض و معصیت کو دفع فرمائے گا، (اس کے دُوسرے طریق بھی ہیں)۔

کشفِ قبور کے متعلق:

اگر کوئی چاہے کہ اس پر میّت کا حال منکشف ہو جائے، تو اس کو چاہئے کہ میّت کے سامنے بیٹھ کر ایک بار آیۃ الکرسی اور بارہ بار سورۂ اِخلاص پڑھے، اور ہر قسم کے خیالات سے فارغ ہوکر میّت کے حال کی طرف متوجہ ہوجائے، اس کے بعد جو دِل میں آئے، وہی اس میّت کا حال ہے۔

اگر مرید کے باطن کی ظلمت دفع کرنا چاہے تو لا اِلٰہ کی نفی میں اس کی ظلمات کے دفعیہ کا ارادہ کرے، اور اثبات یعنی الا اللہ میں اس کے قلب پر عرش سے نور آنے کا تصوّر غالب کرے، اِن شاء اللہ تعالیٰ اس کی ظلمت دفع ہوتی ہوجائے گی، مزید یہ کہ مرید کو بھی اس بات کا حکم کرے کہ وہ بھی ایسا کیا کرے۔

لطائف کے متعلق:

جاننا چاہئے کہ لطائفِ انسانی: قلب، رُوح، سر، خفی اور اخفی، عالم امر سے ہیں، ان کا مقام فوق العرش ہے کہ لامکانیت سے موصوف ہے، اور اس کو عالمِ ارواح بھی کہتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے لطائف کو بدنِ انسانی سے تعشق دیا ہے۔

قلب: کو بائیں پستان کے نیچے کی جانب تعلق دیا ہے، اور اس کا نور زرد ہے۔

رُوح: کو دائیں پستان کے نیچے، دو انگشت کے فاصلے پر، قلب کی محاذات

میں تعلق ہے، اور اس کا نور سرخ ہے۔

اخفیٰ: سینے کے درمیان ہے، اس کا نور سبز ہے۔

خفی: رُوح و اخفیٰ کے درمیان ہے، اس کا نور سیاہی مائل ہے۔

سِرّ: کا مقام اخفیٰ اور قلب کے درمیان ہے، اس کا نور سفید ہے۔

نوٹ:... لطائف اور انوار سے متعلق رسالہ ''عمدۃ الاذکار'' میں کچھ تحقیق سپردِ قلم کی ہے، اسی طرح ایک کتبہ مسمّٰی: ''لطائف پر روشنی'' میں بھی عمدہ تحقیق ہوگئی ہے، ان کو دیکھنا چاہئے۔

یاد رکھنا چاہئے، انسان عالمِ صغیر اور مجموعۂ کائنات عالمِ کبیر ہے، ما ھو محقق فی موضعہ، پس انسان اجزائے عشرہ سے مرکب ہے، جس کے اُصول عالمِ کبیر میں ہیں، پانچ عالمِ خلق سے ہیں یعنی نفس اور عناصرِ اربعہ، چنانچہ اُصول عناصرِ اربعہ خلق میں موجود ہیں، اور پانچ عالمِ امر سے ہیں، چنانچہ اُصول لطائفِ خمسہ عالمِ اَمر میں سے ہیں، جو فوق العرش سے عبارت اور لامکانیت سے موصوف ہیں، اور لطائفِ خمسہ میں سے ہر ایک کو عنصرِ جسمانی سے تعشق و تعلق دیا گیا ہے، جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔

لطیفۂ قلب کا کمال:

لطیفہ قلب کا کمال یہ ہے کہ حق جل وعلا کے فعل میں فنا ہوجائے، اس وقت سالک اپنے آپ کو مسلوب الفعل پائے گا، اس کی نشانی یہ ہے کہ غیرحق سے علم و محبت کا تعلق نہ رہے گا، پس اس وقت اولیاء کی جماعت میں داخل ہوجائے گا، اور یہ چیز مراتبِ عشرہ: زہد، صبر، توکل، رضا، تسلیم، قناعت، مخلوق سے یاس و نااُمیدی، فقر، فراغ اور ریاضت، طے کئے بغیر مشکل ہے۔

اس لطیفہ کی ولایت حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے، اور ایسے سالک کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔

لطیفۂ رُوح کا کمال:

لطیفہ رُوح کا کمال یہ ہے کہ سالک اس لطیفہ کی فنا کے حصول کے بعد اپنی صفات کو ربّ تعالیٰ کی صفات سے منسوب کرے گا، اور اپنے کو منسوب الصفات پائے گا، ایسے سالک کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں، یہ سالک درجاتِ ولایتِ پنج گانہ سے دو درجہ مستفیض ہے۔

لطیفۂ سر کا کمال:

لطیفہ سرّ کا کمال یہ ہے کہ اس لطیفہ کی فنا شیونات الٰہیہ کی تجلی میں ہے، اور بہ نسبت صفات کے حضرت ذات سے ایک قدم نزدیک تر ہے، (جاننا چاہئے کہ صفات میں ذات کی نسبت ایک زائد معنی ہے، چنانچہ علیم، حکیم، قدیر وغیرہ میں ذات بحت سے زائد ایک معنی ذہن میں ہے، اور شئون میں ذات سے زائد کوئی معنی نہیں ہوتا: "کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ"، بیشک مارنا، جلانا اور عزّت دینا، ذلت دینا اسی کا کام ہے، مگر ایسے شئون سے کوئی زائد معنی ذہن وفکر میں نہیں ہے)، ایسے سالک کو موسوی المشرب کہتے ہیں، جو سالک موسوی المشرب ہوگا، اس کا وصول اس لطیفہ کی راہ سے ہوگا، ایسا سالک ولایتِ پنج گانہ سے تین درجہ موصوف ہوجاتا ہے۔

لطیفۂ خفی کا کمال:

لطیفہ خفی کا کمال یہ ہے کہ صفاتِ تنزیہیہ سلبیہ میں فنا حاصل ہوجائے، اس لطیفہ کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے، ایسے سالک کو عیسوی المشرب

کہتے ہیں، اور ایسے سالک میں تنزیہات و تقدیسات کا غلبہ ہوتا ہے۔

لطیفۂ اخفیٰ کا کمال:

لطیفہ اخفیٰ کا کمال یہ ہے کہ یہ لطیفہ تنزیہیہ اور احدیت مجردہ کے مابین برزخ کی مانند ہے، اور یہ ولایت اقرب، اجمع، افضل اور اشرف الولایات میں سے ہے، اور ایسا سالک ولایتِ خمسہ کا متحقق ہے، ایسے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں، ایسا شخص کمیاب ہوتا ہے، اس کے بعد ترقی فنا سے نہیں، بلکہ دیگر اُمور سے ہوتی ہے۔

توحیدِ وجودی و شہودی:

فائدہ:... اگر سالک نورِ مشاہدہ میں ایسا غرق ہو کہ غلبہ شہود کے باعث اشیاء کو عینِ حق پائے، تو اس کو توحیدِ وجودی کہتے ہیں، یہ چیز لطیفہ قلبی کی فنا کے وقت حاصل ہوجاتی ہے۔

اگر سالک نے اشیاء کو گم کیا اور اشیاء کے بغیر جمالِ ذوالجلال والاکرام کو حاصل کیا، اور اشیاء کو نظر سے گرادیا، تو اس کو توحیدِ شہودی کہتے ہیں، یہ چیز لطیفہ رُوحی میں اکثر نمودار ہوتی ہے۔

لطیفہ سرّ: میں نسبت نایافت کا غلبہ ہوتا ہے اور جب سالک تمام مراتبِ ذاتیہ، صفاتیہ اور کمالاتِ ذاتیہ میں اپنے آپ کو ذات، صفات اور کمالاتِ الٰہیہ کا مظہر جانتا ہے اور مظہریت کے سوا کچھ نہیں پاتا، اس وقت ولایات سے موصوف ہوتا ہے، یعنی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے عالم ہوں، اس کے بصر سے بصیر ہوں، اور اس کی قدرت سے قدرت والا ہوں، علیٰ ہذا القیاس، پس اس عارف کے لئے مظہریتِ ذاتیہ، صفاتیہ اور کمالاتِ ذاتیہ کے سوا کچھ بھی نہیں، مگر بعض کو اجمالاً اور بعض کو تفصیل سے نوازتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ!

طریقِ چشت اہلِ بہشت کا بیان:

چشت کرام کی شاخیں کثیر ہیں، ان میں سے تین زیادہ مشہور ہیں: نصیریہ، سراجیہ، صابریہ۔

اِس بندہ کو اجازتِ طریقہ قطب الوقت حضرت مولانا محمد امیر دامانی قدس سرہٗ اور غوث الوقت، قطب الاقطاب حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ واں بھچراں ضلع میاں والی سے ہے، اگرچہ شہرت سلسلۂ نقشبندیہ اور قادریہ کی ہے، اور چشت اہلِ بہشت کا فیضِ صحبت حضرت حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر سے بیس، پچّیس سال کی آمد و رفت، خطوط نویسی اور عرض پردازی سے ہے، جن کی صحبتِ بابرکت سے اَمراضِ قلبیّہ کی اصلاح کرتا رہا، میری قسمت میں جتنا اصلاح تھی، ہوگئی، اور ہوتی جاتی ہے، یہ سلسلہ قطبِ ربانی، مجدّدِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ تک پہنچ کر، بعد میں اس طور ہے کہ: ان کو اپنے والدِ ماجد شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ سے، ان کو شیخ رکن الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالقدوس سے، ان کو شیخ محمد بن عارف سے، ان کو اپنے والد شیخ عارف سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالحق سے، ان کو شیخ جلال الدین پانی پتی سے، ان کو شمس الدین ترک سے، ان کو مخدوم علی احمد صابر سے، ان کو اپنے شیخ اور ماموں شیخ فریدالدین گنج شکر سے، ان کو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی (کاکی) سے، ان کو خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری سے، ان کو خواجہ عثمان ہارونی سے، ان کو حاجی شریف زندنی سے، ان کو خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے، ان کو اپنے والد خواجہ ابو احمد چشتی سے، ان کو ابو اسحٰق شامی سے، ان کو شیخ علو دینوری سے، ان کو خواجہ ہبیرہ بصری سے، ان کو خواجہ حذیفہ مرعشی سے، ان کو سلطان ائمہ امین الدین ابراہیم بن ادہم بلخی سے، ان کو شیخ فضیل بن عیاض

سے، ان کو شیخ عبد الواحد بن زید سے، ان کو شیخ حسن بصری سے، ان کو سیّدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)، ان کو شفیع المذنبین، افضل الخلق، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

چشتیہ کے ذکر کا طریق:

ذکر کرنے کے لئے ایسا بیٹھے جیسا نماز میں بیٹھتے ہیں، یا پھر چہار زانو بیٹھے اور بائیں ہاتھ سے داہنے پاؤں کی نر انگشت (انگوٹھا) اور اس کے برابر کی انگلی پکڑے، اس لئے کہ اس سے وسواس کم آتے ہیں، اور حرارت بڑھتی ہے، اور پاؤں سے دماغ تک ''لا اِلٰہ'' کی مد کو کھینچے، اور ''الہٰ'' کو داہنے کندھے تک پہنچائے، پھر مبتدی ''لا معبود''، متوسط ''لا مقصود''، اور منتہی ''لاموجود الا اللہ'' کا قصد کرے، نیز اس میں اپنے آپ کے معبود، مقصود اور موجود ہونے کی بھی نفی کرے، اور ''الا اللہ'' کی ضرب دِل پر لگائے، اور مبتدی سمجھے کہ معبود بس وہ ہی ہے، متوسط تصوّر کرے کہ مقصود بس وہی ہے، اور منتہی سمجھے کہ موجود بس وہی ہے، تا کہ معنوی بت شکستہ ہو:

یار آمد درمیاں ما از میاں برخاستیم

ترجمہ:... ''ہمارا دوست درمیان میں آ گیا، ہم درمیان سے اُٹھ گئے۔''

تصوّرِ شیخ کے متعلق:

مرشد کی شکل وصورت اگر خودبخود سامنے آجائے تو فبہا، ورنہ تکلف سے سامنے لانا تکلف سے خالی نہیں، پیر و مرشد کی صورت کا استحضار کہ الرفیق ثم الطریق، دفعِ خواطر میں از حد مفید ہے، نیز بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان برزخ کی مانند ہے۔ مگر سلوکِ ولایت والے کے لئے ہے، لیکن سلوکِ نبوّت کے سالک کے لئے اس کی

چنداں ضرورت نہیں۔

چار ہزار پیرانِ طریقت اس پر متفق ہیں کہ وصول الی اللہ یعنی اللہ تک پہنچنا دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے: ایک ذکر اور دُوسرے بھوک۔ مگر متأخرین میں سے جیسے: حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ وغیرہ نے فرمایا کہ اس وقت قویٰ ضعیف ہیں، بھوکا رہنا اچھا نہیں ہے، ہاں! سیر ہونے کے بعد کھاتے رہنا بلاشبہ مضر ہے۔

جب ذکرِ جلی سے فارغ ہو تو ذکرِ خفی پاسِ انفاس میں مشغول ہوجائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو سانس باہر نکلے ''لا الٰہ'' کہے، اور جو اندر جائے ''الا اللہ'' سے جائے، اس ذکر کو دِل سے ربط ہے، اس سے رفتہ رفتہ قلب جاری ہوجاتا ہے:

ہر نفس کہ میرود از عمر گوہرے است
کان را خراج ملک دو عالم بود بہا
مپسند کایں خزانہ دہی رایگاں بباد
آنگہ روی بخاک تہی دست و بینوا

ترجمہ:... ''عمر کا جو سانس بھی گزرتا ہے وہ ایسا گوہر ہے کہ اس کی قیمت دونوں جہان کی سلطنت ہے، تو یہ خزانہ برباد کرنے کو مت پسند کر، ورنہ تو خالی ہاتھ اور بے سروسامان خاک میں جائے گا۔''

مریدین کے لئے ذکر:

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس کو ذکر دیا، اس کو منشورِ ولایت مل گیا، اور جس سے ذکر کی توفیق سلب کرلی، اسے مقامِ ولایت سے معزول کیا۔''

نیز بزرگوں نے فرمایا:

''مریدین کے لئے ذکر تلوار ہے، جب دُشمن کی ہلاکت کی ہمت کریں یا بلا دفع کرنا چاہیں تو دِل اس طرف لگا دیں، بلا دفع ہوجائے گی اور دُشمن ہلاک ہوجائے گا، (مگر یہ لوگ ذکر سے ایسا معاملہ کرنا نہیں چاہتے)۔''

بُرے رفیق اور نفسانیت کا نقصان:

نیز بزرگوں نے فرمایا کہ:

''ایک لاکھ بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں اتنا نقصان نہیں کرتے، جتنا ایک شیطان کرتا ہے، اور ایک لاکھ شیطان ایسا نقصان نہیں کرتے، جتنا کہ ایک بُرا رفیق کرتا ہے، اور ایک لاکھ بُرے رفیق ایسا نہیں کرتے، جیسا کہ نفسانیت انسان کے ساتھ کرتی ہے۔''

اس لئے کہ: ''**النفس هي الصنم الأكبر**'':

تا یک نفس از نفس تو پیدا است ہنوز

درگہ دل ز دیو غوغا است ہنوز

ترجمہ:... ''جب تک ایک سانس بھی تیری جان سے آرہا ہے، دِل کی درگاہ پر شیطان کا شور شرابا ہے ابھی۔''

مراقبہ:

اس کے بعد مراقبہ فرمائے، مراقبہ رقیب سے مشتق ہے، یعنی اس مادّہ سے ہے، یعنی دِل کی پاسبانی کرے کہ غیرِ حق کو اس میں جگہ نہ دے:

پاسبان دل شود اندر کل حال

تا نیابد ہیچ دزد آنجا مجال

ہر خیال غیرِ حق رادزد دان

ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

ترجمہ:... ''ہر حال میں دل کا نگہبان ہوتا کہ وہاں کوئی چور داخل ہونے کی طاقت نہ رکھے، غیرِحق کے ہر خیال کو چور جان، یہ ریاضت سالکین کے لئے فرض جان۔''

پس دِل میں دھیان کرے کہ اللہ حاضر ہے، اللہ ناظر ہے، اللہ شاہد ہے، اور اللہ میرے ساتھ ہے۔

چلہ کرنے کا طریقہ:

فائدہ:... اگر کوئی شخص اربعین بیٹھے یعنی چلّہ کرنا چاہے، تو چاہئے کہ پہلے دایاں پاؤں حجرہ میں رکھے، اعوذ اور بسم اللہ پڑھے، اور سورۃ والناس تین بار پڑھے، پھر بایاں پاؤں رکھے اور کہے:

''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَۃِ کُنْ لِّيْ كَمَا كُنْتَ لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَارْزُقْنِيْ مَحَبَّتَکَ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّکَ فِيْ شَغْفِيْ وَاجْذُبْنِيْ بِجَلَالِکَ وَجَمَالِکَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُخْلِصِيْنَ، اَللّٰھُمَّ امْحُ نَفْسِيْ بِجَذْبَاتِ ذَاتِکَ يَا اَنِيْسَ مَنْ لَّا اَنِيْسَ لَهٗ، رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ.''

طریقِ مجاہدہ:

پھر دو رکعت نماز اجلال اللہ پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" تا آخر سورت پڑھے، پھر چار رکعت پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اِخلاص پچاس بار پڑھے، اور پانچ، پانچ بار معوّذتین پڑھے، تاکہ خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجائے، نفی و اثبات کا ذکر بارادۂ خاص الخاص یعنی "لا موجود الا ھو" کرتا رہے، اور گاہ بہ گاہ ذکر اسمِ ذات اور اس کے مفہوم و مصداق کا تصوّر کرتا رہے، اور ہر حال میں ذکر کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ دو وقت ذکر نہیں کرسکتا: پائخانہ اور جنابت کے وقت، کہتے ہیں کہ: ارشاد ہوا کہ: "اذکرنی فی کل حال" یعنی اس وقت دِل سے ذکر کرتا رہے۔

ختمِ خواجگانِ چشتیہ یعنی ایصالِ ثواب:

جب کوئی ضرورت پیش آئے تو اوّل دس مرتبہ دُرود شریف پڑھے، پھر تین سو ساٹھ مرتبہ "لَا مَلْجَاً وَلَا مَنْجَاً مِنَ اللهِ اِلَّا اِلَيْهِ" پڑھے، پھر تین سو ساٹھ بار سورۂ الم نشرح پڑھے، پھر یہی دُعا "لَا مَلْجَاً .... الخ" تین مرتبہ پڑھے، پھر دُرود شریف دس مرتبہ پڑھ کر آہ و زاری سے دُعا کرے، اور اللہ تعالیٰ سے حاجت براری کی درخواست کرے، اور کچھ شیرینی برائے ایصالِ ثواب اَرواحِ خواجگانِ چشت تقسیم کرے، اور ہر روز یہ ختم پڑھتا رہے، اِن شاء اللہ چند ایام میں مقصد حاصل ہوجائے گا۔

طریقِ سہروردیہ:

ہندوستان میں اس طریقہ کی اشاعت حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے، اور خراسان میں حضرت شیخ نجیب الدین بزغش رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی،

اور بندہ کو حضرت مرشد مولانا محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت رئیس المفسّرین، وارث الانبیاء والمرسلین، مولانا حسین علی صاحبؒ ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی سے سہروردیہ سلسلے کی اجازت ہے، گو شہرت نقشبندی اور قادری کی ہے۔

سلسلۂ سہروردیہ کے مختصر اذکار:

اس سلسلے کے اذکار یہ ہیں کہ جب صبحِ صادق ہو تو شہادت کی تجدید کرے اور چار بار یہ پڑھے: "اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْتُ اُشْهِدُكَ وَاُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلٰٓئِكَتِكَ وَاَنْبِيَآئِكَ وَرُسُلِكَ وَجَمِيعِ خَلْقِكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ"، اور: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ"، جتنا ہو سکے پڑھے، پھر فجر کی سنتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اِخلاص پڑھے، پھر "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" اور "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ" سو بار، اور جتنا ہو سکے دُرود شریف پڑھے، پھر نمازِ فجر جماعت کے ساتھ پڑھے، پھر "لا الٰہ الا اللہ" کے ذکر میں اس طرح مشغول ہو جائے کہ سر کو ناف کے اُوپر جھکائے، اور ناف سے "لا الٰہ" کو نکالے اور "لا" کی مد کو کھینچ کر دائیں مونڈھے تک پہنچائے، اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے سر کو پھیرے، اور "الٰہ" کو بائیں مونڈھے تک پہنچائے، اور سر کو بھی بائیں جانب کرے، اور دِل سے سب میل کچیل کو دفع کرے، چنانچہ مبتدی: "لا معبود"، متوسط: "لا مقصود" اور منتہی: "لا موجود" کا تصوّر کرے، پھر قلب صنوبری پر "اِلَّا اللہ" کی شدّت سے ضرب لگائے، تاکہ ذکر کی آگ کی حرارت قلب کو پہنچے اور دِل پر جو چربی ہے وہ پگھل جائے، اس کی ایک خاص بو ہے، اسی آگ کے پیچھے نور ہے، جو دِل کو آراستہ کرتا ہے، وہ آگ اس بخار لطیف میں

تصرف کرتی ہے جو قلب سے شرائین کے ذریعہ اعضاء میں جاتا ہے، وہی بخارِ رُوحِ حیوانی ونفسِ انسانی ہے، اور اس سے ہی سارے بدن میں ذکر کا نور اور آگ سرایت کر جاتی ہے، جس سے اخلاقِ ذمیمہ دفع ہوکر اخلاقِ حمیدہ سے منوّر و متصف ہوتا ہے، یہاں تک کہ رَبّ تعالیٰ کی صفات کے فیضان پر مستعد ہو جاتا ہے۔

اور چاہئے کہ سانس کو قلب پر حاضر کرے، اور اِلا اللہ کی ''ہا'' کو دائرہ کی مانند اس طرح قوت سے گول کرے کہ وہ قلب کے دائرہ پر پورا ہو جائے، اور اِثبات کی جانب کا لحاظ نفی کی نسبت زیادہ ہو۔

مخلوق کی محبت کے ازالے کا طریقہ:

اگر دِل میں مخلوق کی محبت پائے تو نیت کرے کہ: ''لامحبوب الا اللہ''، اور مناسب ہے کہ ''لا معبود''، ''لا مقصود'' اور ''لا موجود'' تمام معانی میں سچا ہو جائے اور مشتہیات و مستلذات سے بھی بچے کہ یہ بھی معبودِ باطلہ ہیں، کشوفاتِ کونیہ اور کرامات سے خالی ہو جائے کہ ان میں کوئی فائدہ نہیں، صرف ذاتِ وحدہٗ کو طلب کرے، اگر ان کو طلب کرے گا تو وہی مقصد ومطمحِ نظر ہوگا۔

تمام مرشدین نے مریدین کو کشف و کرامات سے نفرت دلائی ہے، اور فرمایا: ''کرامات مردوں کا حیض ہے!''

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء لشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

پھر جب قلب منوّر ہو جائے اور اس کے انوار کے اثرات کائنات پر ہر طرف پڑنے لگیں گے، تو معلوم ہوگا کہ ان موجودات کی کوئی حقیقت نہیں، یہ سب مجاز اور زوال پذیر چیزیں ہیں، اس وقت وجودِ حق، جو ازلی، ابدی ہے، کا مشاہدہ کرے گا،

اس وقت اس کا ''لاموجود الا اللہ'' کہنا یا تصوّر کرنا صحیح ہوگا، اس وقت وہ احسان کا معنی اور ''اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَأَنَّکَ تَرَاهُ'' کا مفہوم سمجھے گا، اس وقت اس کا ذکر مشاہدہ ہے بس، اور یہ ذکر غائب کے لئے ہوتا ہے، نہ کہ حاضر کے لئے۔

نمازِ اِشراق:

جب سورج نیزہ یا دو نیزہ برابر اُونچا نکل آئے تو نمازِ اِشراق پڑھے، دو رکعت میں سورۂ والشّمس اور واللیل پڑھے، اور دُوسری دو رکعت میں سورۂ والضحیٰ اور الم نشرح پڑھے، پھر ذاتِ مذکور کا مراقبہ کرے اور تصوّر کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر ذرّۂ وجود اور کائنات پر محیط ہے، اس وقت وہ اسی اللہ کی طرف بھاگے گا، اس وقت جسم و جسمانیت متلاشی ہوجائے گی، اور صفات کا قرب نصیب ہونے لگے گا، اور اللہ تعالیٰ کو معنی اور صفت سے قریب سمجھے گا۔

پھر قرآن مجید کی قراءۃ، حفاظت اور ادب کے ساتھ، اس طرح شروع کرے جیسے اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہو، اور زیادہ پڑھنے کا شوق نہ کرے، بلکہ نصیحت وعبرت کا خیال کرے، پھر اگر تعلیم و تعلّم کا محتاج ہو تو نیت میں اِخلاص پیدا کرے، تاکہ شوائبِ نفس سے پاک ہو، پھر کھانا صحیح نیت سے کھائے، اور قیلولہ سنت کی نیت سے کرے، پھر اُٹھ کر دو رکعت نمازِ شکرانہ پڑھ کر ذکر میں شروع ہوجائے، اور زوال کے بعد چار رکعت پڑھے، اور ہر رکعت میں تین بار آیۃ الکرسی پڑھے، پھر چار رکعت ظہر کی سنت پڑھے، پھر جماعت کے ساتھ فرض پڑھ کر حسبِ دستور ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ذکر میں شروع ہوجائے اور غروبِ آفتاب تک ذکر کرتا رہے، مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر اور مغرب کی سنتوں سے فارغ ہوکر بارادۂ حفظِ ایمان دو رکعت نفل پڑھے، اس

میں آیۃ الکرسی، سورۂ اِخلاص اورمعوّذتین ایک، ایک بار پڑھے، پھر یہ دُعا پڑھے:
"اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَوۡدِعُکَ دِیۡنِیۡ فَاحۡفَظۡہُ عَلَیَّ فِیۡ حَیَاتِیۡ وَعِنۡدَ وَفَاتِیۡ وَبَعۡدَ مَمَاتِیۡ"۔

پھر اگر طالبِ علم ہوتو مغرب اور عشاء کے درمیان مطالعہ اور تحصیلِ علم میں مشغول رہے، کیونکہ اس وقت دُنیاوی کلام دِل کی روشنی کو دُور کرتا ہے، اسی طرح عشاء کے بعد بھی بلا ضرورت کلام نہ کرے، وگرنہ آخر رات میں صفائی نہ رہے گی، عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر ایک سلام سے چار رکعت پڑھے، جن کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، دوسری میں "اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ ... الخ"، تیسری میں سورۂ حدید کی پہلی تین آیات، اور چوتھی میں سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھے، پھر ذکر میں شروع ہوجائے، اور ذکر کے بعد مراقب ہوجائے، کما مرّ۔

اور اپنے والدین، مشائخِ کرام اور مؤمنین و مؤمنات کے لئے فاتحہ پڑھے، پھر دُرود شریف پڑھے، اور غلبۂ نیند کے وقت اس نیت سے نیند کرے کہ یہ عبادتِ سحر پر معاون ہوگی، اور نیند کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے مشاہدہ کے تصوّر سے شرماتے ہوئے رُو بہ قبلہ ہوکر اسی طرح سوئے جیسے کوئی مرتا اور اللہ تعالیٰ کو رُوح سونپتا ہے، اور آیۃ الکرسی، "اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ"، آخر سورۂ کہف اور "بِاسۡمِکَ اَحۡیٰی وَاَمُوۡتُ" پڑھتے ہوئے سوئے، اور جب بیدار ہوتو "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَحۡیَانَا بَعۡدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیۡہِ النُّشُوۡرُ" پڑھے، اور وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے، اس میں آیۃ الکرسی اور "اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ" پڑھے، پھر لمبی دو رکعتیں پڑھے، ان میں سورۂ سجدہ اور سورۂ رحمٰن پڑھے، پھر دُوسری دو رکعت میں سورۂ یٰسین اور اِنَّا فَتَحۡنَا پڑھے، پھر دُوسری دو رکعت میں سورۂ ملک اور سورۂ مزمل پڑھے، پھر دُوسری دو رکعت میں پوری یا کچھ

سورۂ طٰہٰ پڑھے، پھر دُرود شریف پڑھتا رہے، اس کے بعد صبح تک ''لا الٰہ الا اللہ'' کا ذکر بطریقِ مذکور کرتا رہے، پھر اپنے لئے، والدین، اساتذہ اور مؤمنین ومؤمنات کے لئے بخشش مانگے، پھر صبح کے قریب وہ دُعا مانگے جو صاحبِ محبت و ہمت مانگتے ہیں، یہ مقبولیتِ دُعا کا وقت ہے، پھر جب صبحِ صادق ہوجائے تو اسی طرح کرے جیسا کہ مذکور ہوا۔

الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا علیہ کما یحب و یرضٰی، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمدٍ وآلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین وبارک وسلم علیہ صلٰوۃ وسلامًا وبرکۃً دائمۃً بدوام ملک اللہ تعالٰی، سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک، اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

۲۳ر شوال ۱۳۷۴ھ

سلسلۂ حضرات نقشبندیہ احمدیہ معصومیہ مظہریہ دوستیہ عثمانیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نوٹ:... اکابرِ سلسلہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کا کلمہ بطور دُعا کے ہے، ورنہ اصطلاحاً اس کلمہ کو غیر صحابی کے لئے استعمال کرنا دُرست نہیں۔ مرتب

الٰہی بحرمتِ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، سیّد خلق اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمتِ خیر الامت، خلیفۃ رسول اللہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ امام قاسم امام الحرمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت امام جعفر صادق سید السادات رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ جہان حضرت عبد الخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عارف ریوگری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ خواجگان، پیر پیران سید محمد بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ درویش محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ خواجگی محمد املنکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ، امام ربانی، مجدد الف ثانی، حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سلطان الاولیاء شیخ سیف الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سید السادات سید نور محمد بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شمس الدین حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ مجدد مأۃ الثالث والعشر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت محبوب رحمٰن مولانا شاہ احمد سعید مہاجر مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ سلطان العاشقین، حاجی الحرمین حضرت دوست محمد قندھاری رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ زبدۃ الفقہاء والمحدثین حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت عمدۃ السالکین خواجہ محمد سراج الدین دامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ زبدۃ العارفین محمد ابراہیم ادام اللہ فیوضہ۔

وبحرمتِ حضرت عمدۃ العلماء والفضلاء، جامع المعقول والمنقول، عارف حضرت مولانا محمد امیر دامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وبحرمتِ علامہ، راس المفسّرین، مجدد مأۃ الرابع والعشر مولانا حسین علی واں بھچراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وبحرمتِ محی السنۃ خواجہ فضل علی قریشی مسکین پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اِلٰهِیْ بِفَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ ثُمَّ بِحُرْمَةِ الصَّالِحِیْنَ تَوَفَّنَا
مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَّلَا مَفْتُوْنِیْنَ،
اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

ننگِ اسلاف پر خطا راجی رحمۃ اللہ عبد اللہ عفی عنہ اللہ تعالیٰ بہلوی ثم اسلام آبادی

سلسلہ حضراتِ قادریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمتِ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمتِ امیر المؤمنین، اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

الٰہی بحرمتِ سید شباب اہل الجنتہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سیّد جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبد الواحد بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابو الفرج طرسوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابو الحسن ہنگاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ، امام الطریقۃ، محبوب سبحانی، شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شرف الدین قتال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ سید بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ سید عبد الوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ سید عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شمس الدین صحرائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ سید گدائی رحمٰن اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ سید ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ سید شمس الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ سید گدائی ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ سید شاہ فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شاہ کمال کیتھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ مجدد مأۃ الثالث والعشر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ احمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

و بحرمت حضرت مولانا محمد امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبد اللہ عفی عنہ

سلسلہ حضرات چشتیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمتِ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، حبیب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمتِ امیر المومنین، اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ خیر التابعین حضرت شیخ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ عبد الواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ حذیفہ المرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت امین الدین ابو ہبیرہ البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابو ابراہیم اسحاق علو دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابو اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ امام الطریقۃ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ مخدوم علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبد الحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد عارف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ شمس الدین محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ، امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ شیخ خازن الرحمۃ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ الشیوخ سید غلام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ قطب زمان حضرت الحاج مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
و بحرمتِ حضرت غوث زمان مولانا محمد امیر دامانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
عبداللہ عفی عنہ ساکن اسلام آباد

سلسلہ حضراتِ سہروردیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمتِ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، حبیب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمتِ امیر المؤمنین، اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ افضل التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حبیب خدا حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام الطریقۃ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سید ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ وجیہ الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ صاحب الطریقۃ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ صدر الدین ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ سید اجمل بھرایچی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ بڈہن بھرایچی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت محبوب ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ خواجہ محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت عبد اللہ المعروف بہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ مولانا محمد امیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
وبحرمتِ حضرت رئیس المفسّرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

عبد اللہ عفی عنہ

سلسلہ حضراتِ کبرویہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمتِ شفیع المذنبین ، رحمۃ للعالمین ، حبیبِ خدا ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمتِ امیر المومنین ، اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ خیر التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت داود طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابوعلی رودباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابوعلی کاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابوعثمان مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوالقاسم گرگانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر نساج رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ احمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ شیخ روبھان بقلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت صاحب الطریقۃ نجم الدین کبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ علی اللاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ احمد جوریائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت عبداللہ سفرائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ علاؤ الدین سمغانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت محمود المروفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ امیر علی ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ اسحاق جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امیر عبداللہ بزارش بادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ رشید الدین بیدادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ شاہ بیدادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی محمد حون شانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت کمال الدین حسین خلدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہی بحرمتِ حضرت شیخ، امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت محمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت مجدد مائۃ ثاث عشر شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حافظ القرآن المجید شاہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی الحرمین دوست محمد قندھاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت مظہرِ فیض رحمٰن حاجی محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت قطب دوران خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت جامع الاصول والفروع مولانا محمد امیر دامانی رضی اللہ عنہ۔
وبحرمتِ رئیس المفسّرین مولانا حسین علی واں بھچراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبد اللہ عفی عنہ اسلام آبادی

سلسلہ حضراتِ مداریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

الٰہی بحرمتِ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، حبیب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمتِ امیر المؤمنین، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت عبد اللہ ''علمبر دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ شیخ یٰسین الدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ طیفور رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ امام الطریقہ حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت سید اجمل بہرائچی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت سید بڈہن بہرائچی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ شیخ رکن الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ مخدوم عبدالواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی دوست محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت قطب وقت خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت جامع المعقول والمنقول مولانا محمد امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
و بحرمتِ رئیس المفسّرین مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبد اللہ عفی عنہ

سلسلہ حضراتِ قلندریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمتِ حضرت خاتم النبیّین، حبیب اللہ، خلیل اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمتِ حضرت عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سید خضر رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام الطریقۃ نجم الدین قلندر ابن حضرت نظام غزنویؒ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ قطب الدین سیناول رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبد السلام عرف شاہ علی جونپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ رکن الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت مخدوم عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت وحید زمان حضرت محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت زمان خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ مولانا بالفضل اَوْلانا محمد امیر دامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
وبحرمتِ مفسر القرآن مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبداللہ عفی عنہ

سلسلہ حضراتِ شطاریہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

الٰہی بحرمتِ حضرت خاتم النبییّن، رحمۃ للعالمین، سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمتِ امیر المؤمنین خلیفۃ رسول اللہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت ابو یزید عشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابوالمظفر ترک طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ابوالحسن عشقی کرمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ خداقلی ماوراء النہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد عاشق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت محمد عارف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام الطریقہ حضرت شیخ عبداللہ شطاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ محمد قاضی منیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ہدیۃ اللہ سرمست رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ ظہور حاجی حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت محمد غوث گوالیاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ لشکر محمد الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ عیسیٰ سندھی برہان پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت سید میر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شیخ احمد النخلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت ابو طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت قطب زمان خواجہ محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت قطب دوراں مولانا محمد امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
وبحرمتِ حضرت قطب ارشاد مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
ایضاً: حضرت شاہ ولی اللہ علیہ اجازت گرفتہ از شیخ ابوالطاہر، او از پدرِ خویش، از ابراہیم کردی، از شیخ احمد قشاشی، از شیخ صبغۃ اللہ، از شیخ وجیہ الدین، از شیخ شاہ محمد غوث گوالیاری اِلیٰ آخرہٖ۔

سلسلہ شطاریہ دیگر

الٰہی بحرمتِ سیّد المرسلین، افضل الخلق، سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امیر المؤمنین، اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ سیّد الشہداء، شہیدِ کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمتِ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الیٰ آخرہٖ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضی عنا۔
جاننا چاہئے کہ اصول مشرب شطاریہ تصور عین ذات کا ہے۔

اصلاح النفس
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ یَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی

اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ!

چند مواعظ و نصائح حکمائے پیشین و سلف صالحین کتبِ متقدمین سے نقل کر کے پیشِ خدمت ہیں، تاکہ محرّر، قارئین اور سامعین سن کر اور پڑھ کر فائدہ اُٹھائیں، اگر ہو سکے تو کاتبِ سطور کے لئے دُعائے حسنِ خاتمہ کردیں کہ:

شاہاں راچہ عجب گر بنوازند!

فصلِ اوّل

حضرت لقمان حکیمؑ کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

۱:...اے بیٹے! خدا عزّ وجل کو پہچان (کہ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ بے مثل و بے مثال ہے، ذات میں بھی، صفات میں بھی اور کام میں بھی)۔

۲:...جو نصیحت کسی کو کر، پہلے اس پر خود بھی عمل کر (تب زیادہ مؤثر ہوگی)۔

۳:... بات اپنے اندازہ ومقدار پر کرنا (چھوٹا ہوکر بڑوں کو حکم مت کر)۔

۴:...لوگوں کی قدر شناسی کر، بڑوں کی عزّت کر اور چھوٹوں پر رحم کر۔

۵:... بیوقوف سے بھاگ۔

۶:...دانش مند کو دوست بنا۔

۷:...دوستوں کا امتحان فائدہ اور نقصان کے وقت کر۔

۸:...کارِ خیر میں سعی وکوشش کر۔

۹:...عورتوں پر اعتماد نہ کر۔

۱۰:... ہر بات دلیل کے ساتھ کہہ۔

۱۱:... نیک انسان اور دانا سے مشورہ کر۔

۱۲:...جوانی کو غنیمت جان۔

۱۳:... جوانی کے وقت دُنیا وآخرت کے کام کرلے۔

۱۴:...اپنے دوستوں کو پیارا وعزّت والا رکھ۔

۱۵:... دوست، دُشمن کے ساتھ کشادہ پیشانی سے رہ۔

۱۶:... ماں باپ کی خدمت وعزّت کر۔

۱۷:... اُستاذ و پیر کو ماں باپ سے بہتر سمجھ (کیونکہ وہ رُوح کی پرورِش کرنے والے ہیں، اور ماں باپ جسم کی)۔

۱۸:...آمدنی کے موافق خرچ کر۔

۱۹:... بہ جماعت یار باش (جماعت کے ساتھ رہ)۔

۲۰:...جس کے گھر میں جا، آنکھ، ہاتھ اور زبان کو محفوظ رکھ۔

۲۱:... بیٹے کو علم، ادب اور سواری کرنا سکھا۔

۲۲:... دِین کو اِس جہان کے لئے، اور دُنیا کو اُس جہان کے لئے نگہدار بنا۔

۲۳:...رات کو جب بات کرو، آہستہ اور نرمی سے کرو۔

۲۴:...تھوڑا کہنا، تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونے کی عادت بنا۔

۲۵:...عورتوں اور بچوں کو راز کی بات مت کہو، اور ان کے ساتھ ٹھٹھا مخول بھی نہ کر، یا بہت کم کر، اور ان سے حد سے زیادہ میل جول نہ رکھ۔

۲۶:...جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا، وہ دُوسروں کے لئے بھی پسند نہ کر۔

۲۷:...عقل اور تدبیر سے کام کیا کر۔

۲۸:...جس کو کسی کام میں مہارت نہیں ہے، اُس کو اُستاذ مت بنا۔

۲۹:...عوام کو اپنے پر گستاخ نہ کر۔

۳۰:...ضرورت مند کو نا اُمید نہ کر۔

۳۱:...لوگوں کے گھر میں سرداری نہ کر۔

۳۲:...بڑوں سے مزاح نہ کر۔

۳۳:...اپنا مال نہ دوست کو دِکھا، نہ دُشمن کو۔

۳۴:...گزشتہ نزاع و جدال کو یاد نہ کر۔

۳۵:...لوگوں کی پسِ پشت شکایت نہ کر۔

۳۶:...جس کو اپنی پہچان نہیں، اس سے بہتری و منافع کی اُمید نہ رکھ۔

۳۷:...فضول خرچ و متکبر نہ بن۔

۳۸:...لوگوں کی بات کے درمیان نہ بول۔

۳۹:... بادشاہ کی تعظیم پر غرّہ نہ ہونا۔

۴۰:...اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہ۔

۴۱:...خیرات بہت کر، تاکہ عمر دراز ہو۔

۴۲:...لوگوں کا جھگڑا اپنے سر پر نہ رکھ۔

۴۳:... بُروں سے رفاقت نہ رکھ۔

۴۴:... جو سن اس پر عمل کر۔

۴۵:... اپنے ہاتھ، رِیش اور کپڑوں سے کھیلتا مت رہ۔

۴۶:... سچ کہہ اور سچا رہ، عزیز و محترم ہو جائے گا۔

۴۷:... اپنے باطن کو اللہ تعالیٰ کی نظر گاہ سمجھ، حق تعالیٰ سے شرمسار نہ رہے گا۔

۴۸:... بڑوں کے سامنے اپنی آستین سے ناک صاف نہ کر۔

۴۹:... بے مروّتی نہ کر، وغیر ذالک۔

فصلِ دوم

طالبِ حق کے لئے نصیحتیں:

۱:... زبان کی کجی سے دِل بھی ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

۲:... وعدہ خلافی نہ کرے۔

۳:... کسی کو بددُعا نہ دے، اگرچہ ہزار تکلیف آئے، سلف صالحین کی یہی عادت مبارکہ ہے۔

۴:... ظلم نہ کرے، نہ ہاتھ سے، نہ زبان سے۔

۵:... کسی کی طرف نفاق و کفر کی نسبت نہ کرے۔

۶:... ظاہری گناہ (جو ہر کسی کو معلوم ہیں) اور باطنی گناہ، مثلاً: حسد، کینہ، بغض، کبر، عجب، غفلت، غرور، طمع، وغیرہ سے بچنے کی سعی کرے۔

۷:... اپنا بار دُوسرے، پر خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، نہ رکھے۔

۸:... ہر کسی سے تواضع اور حسنِ خلق سے پیش آئے، خواہ اپنے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

فتوح الغیب مصنفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ میں فرمایا گیا ہے کہ: ان پانچ چیزوں کے تصوّر کو ہمیشہ قائم رکھے:

۱:...اللہ تعالیٰ کے علم کو تمام چیزوں پر محیط سمجھے، بخلاف انسان کے کہ وہ ایک شہر کی اندرونی و بیرونی اشیاء پر بھی پورا احاطہ نہیں رکھتا۔

۲:...اللہ تعالیٰ کو قادر سمجھے کہ ہر جگہ رزق پہنچاتا ہے۔

۳:...اللہ تعالیٰ کو نسیان نہیں ہوتا۔

۴:...اللہ تعالیٰ کو دینے سے کبھی بھی ملال نہیں ہوتا۔

۵:...خزانۂ الٰہی دینے سے کم نہیں ہوتا، بخلاف انسان کے کہ ہر کسی کو رزق دینے پر بھی قادر نہیں، اور نسیان بھی ہوتا ہے، بھول بھی جاتا ہے، اور دینے سے اس کا خزانہ بھی کم ہوجائے گا، اگر اس طور کیا تو تلاش معاش میں لوگوں کا محتاج ہوجائے گا۔

اور صوفی کو ان چیزوں سے متصف ہونا چاہئے: تقویٰ، حکم کی فرماں برداری، منع سے بچنا، ذکر و طاعات پر مداومت، شدائد پر صبر، اَمرِمعروف، نہیِ منکر، اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت، خلقت پر شفقت، صدق در مقال، انصاف در افعال، نصیحت بخلق، عداوت بہ نفس، اعانت بہ ہمسایہ، مودّت بر مسکیناں، سخاوت بہ درویشاں، قناعت بہ دُنیا، امانت بہ سخن ہونا چاہئے۔ ہر وقت ذکر کرے کہ کہیں غفلت و نسیان نہ ہوجائے، اس وقت اس پر، اسرارِ رُوحانی فائض و وارد ہوں گے۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب تو کوئی کام کرے تو سمجھ کہ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اور جب کوئی بات کرے تو جان کہ خدا تعالیٰ سن رہے ہیں، اور جب چپ بیٹھے تو سوچ کہ کس لئے خاموش ہے؟ اور سالک کو چاہئے کہ ہر وقت اپنے عیوب کو سوچتا رہے، اور تزکیۂ نفس میں مشغول رہے۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:
اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ، حقوق اللہ کو ادا کر، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، والدین اور اساتذہ و مشائخ کے حق کی نگاہ رکھ، تدبر و تأمل سے قرآن پڑھتا رہ، اور سوچ کہ خدا تعالیٰ کی حجت قرآن مجید ہی ہے، فقہ سیکھ، اور جاہل صوفیوں میں سے نہ ہو، اور ان کا ساتھی نہ ہو، جوانان نوخاستہ، عورتوں، اہلِ بدعت اور مال داروں کی مصاحبت تیرے دِین کو برباد کردے گی، گناہوں پر روتا رہ، حلال کھا، اس لئے کہ حلال کھانا جملہ نیکیوں کی کلید ہے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھ، اکیلے رہنے کو لازم پکڑ، جاہل صوفیہ سے بھاگنے والا بن، مشائخ کا مال و جان سے خادم بن، سرود سننے سے بچ، اس سے نفاق پیدا ہوتا ہے، مگر وہ شخص کہ اس کا نفس مردہ ہے، اس کو بغیر آلاتِ موسیقی کے کسی قدر کلام سننا جائز ہے، (سرود، گانا سننے کا نام ہے، اور مزامیر وغیرہ سننا باتفاق ہر چار امام حرام ہے)۔ انتہیٰ ملخصاً۔

فصلِ سوم

حقیقتِ نفس

یاد رکھنا چاہئے کہ رُوح، نفس اور قلب ذات کے اعتبار سے ایک چیز، اور صفات کے اعتبار سے مختلف ہیں۔
اس جہت سے کہ وہ مبدأ حیات ہے، اس کو رُوح کہتے ہیں۔
اور اس جہت سے کہ بدن کی تدبیر کرتا ہے، ارادہ، قوّت، قدرت، آنا جانا، چلنا پھرنا اس کو نفس کہتے ہیں۔
اور اس جہت سے کہ وہ عالمِ سفلی سے اعراض کرکے عالمِ علوی تک، اور عالمِ

علوی سے عالمِ سفلی تک جاتا ہے، اس کو قلب کہتے ہیں۔

اور بعض کا قول یہ ہے کہ نفس، رُوح کی مثل ایک چیز ہے، جو بدن میں بطور امانت کے رکھی ہوئی ہے، وغیر ذالک من الاقوال۔

مگر اس میں متفق ہیں کہ اخلاقِ رذیلہ، مثلاً: حسد، کینہ وغیرہ اور افعالِ ناپسندیدہ کا سبب وہی نفس ہے جس کی اصلاح ریاضت اور مجاہدہ سے ہوگی، اس کی اصلاح کا نام "تزکیہ" ہے، قولہ تعالیٰ: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" (الشمس:۹) اس پر دال ہے۔

فصلِ چہارم

ضرورتِ شیخ و فائدۂ سلوک:

یاد رکھنا چاہئے کہ اصلاح کے لئے شیخ و مرشد کی ضرورت ہے، جو اخلاقِ رذیلہ، مثلاً: حسد، کبر، حقد، غفلت، ضلال، وغیر ذالک کی تشخیص و جزئیات، اس کے علاج، اور مرضِ مفرد و مرکب کا ماہر ہو، مثلاً:

سالک میں حسد اور غفلت کا مرض ہے، یا زیادہ امراض ہیں، جیسے بخل بھی ہے، جو مادّۂ خاک کا پھل پھول ہے، اور حسد و حقد بھی ہے، جو مادّۂ آتش کا ثمر ہے، اور طمع و حرص وغیرہ بھی ہے، جو مادّۂ آبی کا نتیجہ ہے، اور عقائد، توحید و قیامت میں شکوک بھی ہے، جو مادّۂ ہوائی کی شاخ ہے، تو ایسا مرشد ہو جو اَمراضِ مرکب کا علاج بھی کرے اور مفرد کا بھی، پھر وہ علاج فارغ البال کا بھی ہو جس کو معاش کا فکر نہیں ہے، اور اس شخص کا بھی جو مشغول الاوقات ہے، یعنی علاجِ غریبانہ و امیرانہ کرسکے، (غریب وہ کہ مصروف الوقت ہو، اور امیر وہ ہے کہ فارغ الوقت ہو، معاش وغیرہ سے، فافہم!)۔

مرشد نے خود بھی کسی شیخ و مرشد کے پاس رہ کر اپنا علاج کیا ہو، اور اپنے

مرشد سے مجاز بھی ہو کہ وہ دُوسروں کا علاج بھی کرسکتا ہے، ایسے شیخ و مرشد سے اخلاقِ رذیلہ کے دفعیہ کا علاج اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً: شکر، قناعت، رضا بالقضا، توکل، تسلیم وغیر ذالک کی تحصیل، سلوک سیکھنا ہے، علاج بتلانے والے کا نام مرشد ہے، اور علاج کرانے والے کا نام سالک و مرید ہے، اور اس حاصل کرنے کا نام ''طریقت'' ہے، اور اخلاقِ رذیلہ کے دفعیہ اور اخلاقِ حمیدہ کے حصول کا نام ''تزکیہ'' و ''اِصلاحِ نفس'' ہے، اور اس کا فائدہ سعادتِ دارین، کامیابیٔ دارین، قربِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اورقربِ الٰہی ہے، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِکَ، اٰمِیْنَ!

فصلِ پنجم

نفس کی چند صفات:

نفس تین قسم کا ہوتا ہے: امارہ، لوّامہ، مطمئنہ۔

امارہ: وہ ہے کہ باطل آرزوؤں اور معاصی میں ایسا مستغرق ہو کہ وہ اس پر ندامت اور پشیمانی سے بھی خالی ہو۔

لوّامہ: وہ ہے کہ غلطی کرنے کے بعد ندامت کرتا ہے، اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔

مطمئنہ: وہ ہے کہ ذکرِ حق اور تعمیلِ فرمانِ خداوندی سے آرام وسکون پائے، اور ایمان و طاعت میں راحت پائے۔

اگر خطراتِ معاصی سے بھی مبرّا ہے تو عصمت کے درجے سے سرفراز ہے، جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور اگر خطراتِ معاصی سے پاک نہیں، مگر معاصی کی طرف میلان نہیں رکھتا

تو حفاظت کے درجے پر فیض یاب ہے۔

اور اگر میلانِ معاصی رکھتا ہے، مگر بجد وجہد بفضلہٖ تعالیٰ بچ جاتا ہے، تو مجاہدہ کے درجے سے نصیب ور ہے، "وَزِدْنٰـھُمْ ھُدًی" سے منوّر ہے، اگر مجاہدہ میں کامیاب ہوا تو بفضلہٖ تعالیٰ حفاظت کے درجے تک عروج کر جائے گا، یہ سب درجات نفسِ مطمئنہ کے ہیں، "بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ"، مگر عصمت کا انتخابی (وہبی) درجہ ہے: "اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ" اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جس جگہ یعنی جس کو رسول بناتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ تزکیہ مطمئنہ چار قسم ہے:

اوّل:... تمام کاموں میں اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے، اور میّت کی مانند غسال کے ہاتھ میں ہوجائے کہ وہ جیسے چاہے رکھے۔

دوم:... یہ کہ حق سبحانہٗ کے سوا ایک لمحے کے لئے بھی اطمینان نہ رہے، اور ہمیشہ اس میں مستغرق رہے۔

سوم:... ظاہراً تمام کاموں میں شریعت پر نظر رکھے، بالخصوص: "اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ" میں، یعنی جس سے محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اور جس سے غصہ اور رنجش ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

چہارم:... تمام کام اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، ہر چیز میں اِخلاص ہی اِخلاص برتے، چھوٹے بڑے ہر کام کو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے، اور حسبِ ارشادِ مرشد ذکر و مراقبہ، کم کھانے، کم سونے اور مخلوق سے یکسوئی کے ذریعہ اپنے دِل کو صیقل کرے۔

فائدہ:... جاننا چاہئے کہ اطمینانِ ولایت الگ چیز ہے اور اطمینانِ نبوّت الگ چیز، ان کے درمیان آسمان و زمین سے بھی زیادہ فرق ہے، اولیائے کرام اطفال ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، ولایت ظل ہے نبوّت کا، بچوں کا اطمینان اور ہوتا

ہے، اور جوانوں کا اطمینان اور، پھر جوانوں، جوانوں کے اطمینان میں بھی ہزاروں کوس کا فرق ہوتا ہے، خوب سمجھ لو!

پس وہ اطمینان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام "لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ" سے کر رہے ہیں، وہ اور ہے، اور وہ اطمینان جو ایک ولی فرماتے ہیں: "لَوْ كُشِفَ الْحِجَابُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا" اگر پردہ اُٹھادیا جائے تو میرا یقین بڑھے گا نہیں، ویسا ہی رہے گا جیسے پہلے یقین اور اطمینان تھا، وہ اور ہے، فافہم!

تزکیۂ نفسِ امارہ چند چیزوں سے ہوگا:

اوّل:... یہ کہ نفس جو اس پر حاکم ہے، جو چاہتا ہے، کراتا ہے، اس کی حکومت اس پر نہ رہے، اس طور سے کہ جو شریعت جائز فرمادے وہ کرے، جس سے روکے، رُک جائے، پہلے پہل تکلیف ہوگی، کہ جبر سے اپنے نفس کو منوانا پڑے گا، پھر کام کرنے اور رکنے سے آہستہ آہستہ وہ کلفت کم ہوتے ہوتے رفع ہوجائے گی، بفضلہٖ تعالیٰ:

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

دوم:... یہ کہ جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا، مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے، اس سے بھی اصلاح ہوجائے گی۔

سوم:... یہ کہ اپنے آپ سے بدگمانی رکھے، دُوسروں پر بدگمان نہ ہو، ہر کسی کو اپنے سے اچھا سمجھے، جو عیب اپنے میں دیکھتا ہے، وہ اگر دُوسرے میں دیکھتا ہے، تو پھر طعن و استہزاء کیوں کرتا ہے؟ اور اگر تو اس عیب سے پاک ہے تو پھر بھی استہزاء و طعن کرنا احمق کا کام ہے، اگر یہ مرض اس میں ہے، تو دُوسرا مرض تیرے میں ہوگا، نیز خاتمہ کا پتا نہیں، ممکن ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ معاف کردے اور کسی دُوسرے عیب میں

تجھ پر گرفت کرے، وَاعْفُ عَنَّا رَبَّنَا!

نفسِ لوّامہ کا تزکیہ یہ ہے کہ نیکی کی جانب کو غالب کرے، بُرائی، بدی سے بچنے کی سعی کرے، اگر نفس سرکشی کرے تو نفل یا روزہ کا یا مال حسبِ وسعت کا اپنے پر جرمانہ رکھ کر ادا کرتا رہے، اصلاح ہوجائے گی۔

اور بعض کے نزدیک نفسِ ملہمہ چوتھی قسم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

فصلِ ششم

وساوس کی اقسام:

جاننا چاہئے کہ وساوس چار قسم پر ہیں، پھر وساوس یا رحمانی ہوں گے یا شیطانی، یا ملکی ہوں گے یا نفسی۔

ا:... رحمانی خیال و خاطر وہ ہے کہ بے سبب دِل میں وارد ہوتا ہے، اور دِل کو حق کی طرف کھینچ لے جاتا ہے، اور اس میں دِل کو ایک طرف کرنے یا نہ کرنے پر مجبور کردیتا ہے، دُوسری طرف کا اختیار اکثر سلب ہوجاتا ہے، علامت اس کی اطمینانِ قلب ہے۔

۲:... خاطرِ شیطانی اکثر اعتقادیات، مثلاً: توحید، رسالت، قیامت، حقانیتِ قرآن مجید وغیرہ میں ہوا کرتا ہے، جس سے شرک و کفر پیدا ہوتا ہے، یا گناہِ کبیرہ جس سے شرک و کفر تک پہنچنے والا ہو۔

۳:... خاطرِ ملکی طاعت وعبادت پر برانگیختہ کرنے والا اور قوت دینے والا ہوا کرتا ہے، اور موانعات و رُکاوٹوں کو دُور کرنے والا ہوتا ہے، مگر دُوسری جانب کا اختیار سلب نہیں ہوتا۔

۴:... خاطرِ نفسی گناہوں کی طرف میلان دینے والا اور زیب و زینت، عیش و عشرت، حقد، حسد، کبر، بخل، حرص وغیرہ امراضِ قلبیہ کی طرف جاذب ہوا کرتا ہے۔

بعض نے خاطرِ رُوحانی کو پانچویں قسم فرمایا ہے، خاطرِ رُوحانی اور خاطرِ ملکی ہر دو خیر و رحمت کی طرف جاذب ہوتے ہیں، اور ان دونوں میں فرق دقیق ہے، جو بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

فصلِ ہفتم

خاطر خیر و شر کی شناخت:

خاطرِ خیر و شر میں چند قسم کا فرق ہے:

اوّل:... یہ کہ ترازوئے شریعت سے جانچ لے، اگر شریعت کے مطابق ہے تو وہ صحیح اور خیر ہے، وگرنہ شر ہے۔

دوم:... یہ کہ اگر اس سے معلوم نہ ہوسکے، تو سوچ لے، کہ اگر اس میں صالحین کا اقتدا ہے تو خیر ہے، وگرنہ شر ہے۔

سوم:... یہ کہ اگر اس سے بھی معلوم نہ ہو تو اپنے نفس اور خواہش پر اس کو پیش کرے، اگر نفس اس کی طرف مائل ہوجائے، تو شر ہے، اور اگر اس سے متنفر ہو جائے، تو خیر ہے۔

اور بہتر یہ ہے کہ جو خاطر و خیال سمجھ میں نہ آئے، تو اسے اپنے شیخ و مرشد کے سامنے پیش کردے، وہ جس کو خیر سمجھیں، وہ خیر ہے، اور جس کو شر سمجھیں، وہ شر ہے۔

شیخ و مرشدِ کامل امراضِ قلبیّہ کی تشخیص و علاج کا ماہر ہوتا ہے، اگر مرشد کو امراضِ قلبیّہ کی تشخیص نہیں، مرضِ مفرد اور مرکب کا پتا نہیں، اور علاج فارغ الوقت اور

شاغل الوقت یعنی علاج الامراء اور علاج الغرباء کونہیں جانتا، تو وہ شیخ و مرشد ہی نہیں، دُوسرے مرشد ماہرِفن و حاذق و مجاز کے پاس جانا ضروری ہے، مرشد ہی استعدادِ مرید سے واقف ہوتا ہے، اور اس کے مطابق وظائف زبانی، قلبی، پاسِ انفاس اور مراقبات بتلاتا ہے، اور امراضِ قلبیّہ کے دفعیہ، اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل، سیر و سلوک اور عروج و نزول کراتا ہے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
من الصلوٰۃ والسلام افضلہما واکملہما وادومہما ، آمین
سبحانک اللّٰہم وبحمدک استغفرک واتوب الیک

۲۹؍رجب ۱۳۷۹ھ

''تمام کام اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، ہر چیز میں اخلاص ہی اخلاص برتے، چھوٹے بڑے ہر کام کو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے۔''

تزکیۂ روحانی
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہٗ
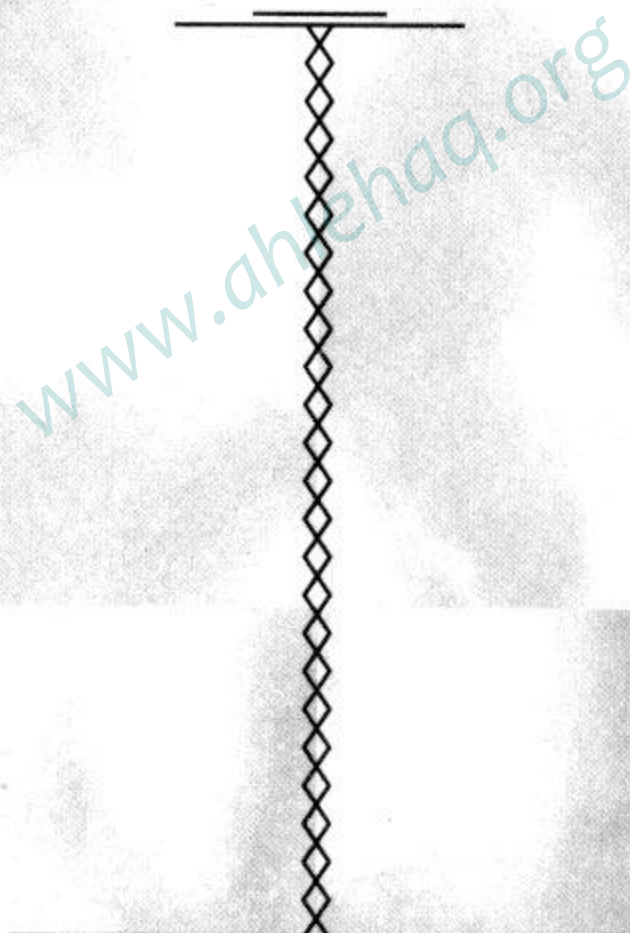
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ،
اَمَّا بَعْدُ!

یاد رکھنا چاہئے کہ عقلِ انسانی تو اس قدر عاجز و درماندہ ہے کہ اس جہان کے بنانے والے کو بھی نہ پہچان سکی، چنانچہ متقدمین فلاسفہ دہریہ تھے، نمرود، خدا تعالیٰ کا منکر تھا، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنے سوا کسی کو خدا نہیں مانتا، ہزار ہا رحمت ہو انبیائے کرام علیہم السلام پر! کہ انہوں نے اپنی تبلیغ سے خدا تعالیٰ کے وجود کو عام طور پر تسلیم کرایا، حتیٰ کہ فلاسفہ بھی وجودِ خدا تعالیٰ کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے، مگر باری تعالیٰ کی صفات حشر و نشر وغیرہ میں وہ کبھی بھی راہ یاب نہ ہو سکے۔

اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام کے معارف و حقائق سے عقلِ انسانی عاجز رہی ہے، کیونکہ ہر ایک کا طریقہ دُوسرے سے جدا رہا ہے، رہا خداوندِ عالم کے اَحکام کو تسلیم کرنا، معلوم کرنا اور ان کی واقفیت، جو انسان کے لئے رُوحانی ترقی اور فلاح کا موجب ہے، یہ حضرتِ حق تعالیٰ جل مجدہٗ کی تعلیم کے بغیر ناممکن تھا، اسی لئے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث کئے گئے تاکہ مرضیاتِ الٰہی سے انسانوں کو آگاہ

کریں، کیونکہ خداوندِ عالم کی عظمت اور عبادت کی جو صورت حضرتِ حق جل شانہ کے اَحکامات کے مطابق نہ ہو، وہ تعظیم کہلانے کی مستحق نہیں، بلکہ بہت ممکن ہے کہ غیر تعظیم کو تعظیم سمجھ بیٹھیں، لہٰذا ضروری ہے کہ دُرستیٔ عقیدہ جو کہ بنیادی فرض ہے، اور اتباعِ پیغمبر جو رُوحانی فلاح و ترقی کا موجب ہے، اس کو اوّلاً سمجھیں، پھر سالک بلندیٔ سعادت کے مراتب و مدارج میں بڑھے اور چڑھے، اور قربِ خداوندی حاصل کرے،

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا سَعَادَةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِيْلَةً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً، اٰمِيْنَ!

ان معروضات کا اکثر حصہ جناب مجدّد الملّت والدّین حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مکاتیبِ عالیہ سے مأخوذ ہے، جو شرقاً و غرباً تمام مسلمانوں کے مُسلّم اولیاء اللہ میں سے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ وعنا۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا، ان کی حالت دریافت کی، سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے جواب دیا: سارے رموز و اشارات ختم ہوگئے، جملہ علوم و معارف ہیچ ثابت ہوئے، صرف اُن چند رکعتوں نے کام دیا جو درمیانِ شب میں پڑھ لیتا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسر وتمم بالخیر

دُرستیٔ عقیدہ بنیادی فرض:

حکماء اور اطباء کے نزدیک مسلّم ہے کہ جب تک مریض کا مرض زائل نہ ہو، کوئی غذا مفید نہیں، بلکہ مقویٔ مرض ہے، چنانچہ سب سے پہلے مرض کا ازالہ کرتے ہیں، اس کے بعد رفتہ رفتہ مناسب غذا دیتے ہیں، اسی طرح جب تک کوئی شخص قلبی امراض میں مبتلا ہے، کوئی عبادت یا کوئی اطاعت نفع نہیں دے سکتی، بلکہ مضر ہے۔

(مکتوب نمبر: ۱۰۵ ج:۱)

دُرستیٔ عقیدہ کا معیار:

قرآنِ پاک اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عقائد کو جس طرح علمائے اہلِ حق نے سمجھا ہے، اسی کے مطابق اپنے عقائد کو صحیح کرنا، ہمارے اُوپر لازم ہے، چونکہ ہماری اور آپ کی سمجھ، درجۂ اعتبار سے ساقط ہے، اس لئے جب تک ان بزرگوں کی توضیح اور تفسیر کے مطابق نہ ہو، قابلِ اعتماد نہیں۔

ہر بدعتی اور ہر ایک گمراہ اپنے عقائدِ باطلہ کے لئے کتاب وسنت ہی کی آڑ لیا کرتا ہے، حالانکہ یہ قطعاً بے سود اور بے معنی ہے، لہٰذا سب سے پہلے عقائد کو صحیح کرنا ضروری ہے، اس کے بعد حلال، حرام، فرض اور واجب وغیرہ شرعی اَحکام کا علم، پھر اس کے مطابق عمل، اس کے بعد تصفیہ اور تزکیہ کا نمبر ہے۔

شریعت کیا ہے؟

شریعت کے تین اجزاء ہیں: علم، عمل اور اِخلاص۔ جب تک یہ تینوں چیزیں نہ ہوں، شریعت نہیں، جب شریعت ثابت ہوگئی، رضا مولیٰ تعالیٰ حاصل ہوگئی، جو دُنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بالا ہے، اسی لئے فرمایا گیا: "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللہِ اَکْبَرُ"، پس دُنیوی اور اُخروی تمام سعادتوں کی متکفل صرف شریعت ہے، کوئی مقصود نہیں جس کے لئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی ضرورت ہو۔

طریقت وحقیقت، صوفیہ کا طرۂ امتیاز ہے، مگر یہ دونوں چیزیں شریعت کے جزوِ سوم اِخلاص کی تکمیل کے لئے ہیں، لہٰذا طریقت اور حقیقت کے حاصل کرنے سے صرف شریعت کی تکمیل مقصود ہے، وجد، علوم، معارف اور وہ احوال جو صوفیائے کرام کو اثنائے راہ میں پیش آیا کرتے ہیں، مقصود نہیں، بلکہ اوہام و خیالات ہیں جن سے نونہالانِ طریقت کو بہلایا جاتا ہے، ان تمام حالات و مقامات سے درگزر کر کے مقامِ

رضا میں پہنچنا چاہئے، جو سلوک اور جذبہ کی انتہا ہے۔ (مکتوب نمبر:۳۶ ج:۱)

ہاں! مقامِ اخلاص کا حاصل ہونا اور مرتبۂ رضا تک پہنچنا، ان احوال و کیفیات کے طے کرنے اور ان علوم و معارف کے ثابت ہونے سے وابستہ اور منحصر ہے۔

صحتِ عقیدہ کے بغیر وجد و حال گمراہی ہے:

کشف و اِلہام کی صحت کا معیار علمائے اہلِ سنت کے علوم وتحقیقات ہیں، اگر کوئی کشف بال برابر بھی ان علوم کے مخالف ہے، تو وہ دائرۂ صواب سے خارج ہے، یہی علمِ صحیح اور حقِ صریح ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے، گمراہی ہے۔

(مکتوب نمبر:۱۱۲ ج:۱)

فرقۂ ناجیہ کی اتباع کی دولت جس قیمت پر بھی میسر ہو، اِحسان ہے، اور موجبِ شکر ہے، مجھے اگر یہی مل جائے اور حال و وجد کا کوئی حصہ نہ ملے، تو میں راضی رہوں گا، اور کوئی غم نہ ہوگا۔

بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے بعض وقت غلبۂ حال اور وقتِ سُکر کے باعث کچھ ایسے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جو اہلِ حق کی صائب رائے کے مخالف ہوتے ہیں، چونکہ ان کا منشا کشف ہوتا ہے لہٰذا وہ معذور ہیں، اُمید ہے کہ قیامت میں بھی اُن سے مؤاخذہ نہ ہوگا، یہ لوگ مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن حق وہی ہے جو علمائے اہلِ حق فرماتے ہیں، کیونکہ علمائے حق کا علم مشکوٰۃِ نبوّت سے مأخوذ ہے، اور مشکوٰۃِ نبوّت کو وحیٔ قطعی سے قوّت حاصل ہے، جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، اور صوفیائے کرام کے معارف کا مدار ان کے کشف و اِلہام پر ہے، جس میں غلطی کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ (مکتوبِ مذکور)

اِلہام، دِین کے پوشیدہ کمالات کا مظہر ہے، جو دِین کے اندر کچھ زائد

کمالات پیدا نہیں کرسکتا، اِلہام کی مثال اِجتہاد کی سی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اِجتہاد، شریعت کے ان اَحکام کو ظاہر کرتا ہے جو ظاہرِ شریعت میں ضروری ہیں، مگر عام نگاہیں ان تک نہیں پہنچ سکتیں، اور اِلہام، شریعت کے دقائق اور اسرار کو واضح کرتا ہے۔

(مکتوب نمبر:۵۵ ج:۲)

طریقت عین شریعت:

کچھ صوفی ایسے کشف بیان کرتے ہیں جو ظاہر شریعت کے مخالف ہیں، ایسے کشف یا تو وسوسہ ہیں، یا پھر حالتِ سُکر کا اثر ہوتے ہیں، کیونکہ باطن ظاہر سے قطعاً مختلف نہیں ہوسکتا، ہاں! درمیان راہ میں کچھ مخالفت معلوم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے توجہ اور دِلجمعی کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن کامل اور منتہی حقیقی باطن کو ظاہر شریعت کے موافق ہی پاتا ہے، علمائے دین اہلِ سنت والجماعت اس چیز کو علم و استدلال سے حاصل کرتے ہیں، جبکہ یہ حضرات کشف اور ذوق سے، یہ مطابقت اور موافقت ہی بزرگانِ طریقت کے حالات کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔

(مکتوب نمبر:۱۳ ج:۱)

اور مکتوب چہلم (چالیسویں) جلد اوّل میں فرماتے ہیں: سلوک کی منزلوں کو طے کرنے اور جذبہ کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقامِ اِخلاص کا حاصل کرنا ہے، جو آفاقی اور اَنفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے، اور یہ اِخلاص شریعت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے، کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اِخلاص، پس طریقت و حقیقت دونوں، شریعت کا تیسرا جزو ہیں، یعنی اِخلاص کی تکمیل کے لئے شریعت کے خادم ہیں۔

مدارِ فضیلت اتباعِ سنت:

اس مبارک اور پسندیدہ متابعت کا ایک ذرّہ دُنیا کی تمام لذتوں اور آخرت کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے، صرف حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے فضیلت حاصل ہوسکتی ہے، ہر ایک عظمت کی تحصیل کی صرف یہی ایک صورت ہے، جس شخص کو پورب (مشرق) کی طرف جانا ہے، اور وہ پچھّم (مغرب) کی طرف رُخ کرکے خواہ کتنا ہی تیز دوڑے، منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔

رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی صراطِ مستقیم ہے، اور اس کے ماسوا گمراہی ہے۔ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر جو جدوجہد کی جائے وہ گمراہی کو بد سے بدتر اور تاریک سے تاریک تر بناتی ہے۔

اہلِ ریاضت بہت کچھ مجاہدے کرتے ہیں، لیکن اگر وہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق نہ ہوں، تو بے کار اور بے سود ہیں، اگر ان اعمالِ شاقہ پر کوئی نور، استغراق، سُکر، صحو اور کرامت وغیرہ مرتب بھی ہوجائے تو وہ صرف دُنیاوی ہے، آخرت میں کچھ مفید نہیں۔

راز (اس کا) یہ ہے کہ جو فعل شریعت کے موافق ہوگا وہ خداوندِ کریم کو پسند ہے، جس کی سند آپ کے پاس موجود ہے، اور اس کے ماسوا ناپسند، مثلاً: دوپہر کی نیند (قیلولہ) جو رسول پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کی نیت سے ہو، وہ ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے جو متابعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہوں۔ عیدالفطر کا اِفطار، جس کا شریعت نے حکم فرمایا ہے، وہ ابدالآباد روزہ رکھنے سے افضل ہے۔

خداوندِ عالم کی عظمت اور عبادت کی جو صورت حضرت حق تعالیٰ کی مرضی

کے مطابق نہ ہو، وہ تعظیم کہلانے کی مستحق نہیں، بلکہ بہت ممکن ہے کہ غیر تعظیم کو تعظیم سمجھ بیٹھے، اور مرضی کی مطابقت معلوم کرنا، وہ اتباعِ سنت میں منحصر ہے بس:

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں یافت جز بر پئے مصطفٰی

کذا فی مکاتیب مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حتیٰ کہ مکتوب نمبر:۱۷۱ ج:۱ میں فرماتے ہیں:

کسی کی صرف دین کی تائید، مذہب کی تقویت، شریعت کو رواج دینے اور خلقت کو حق کی طرف دعوت دینے سے اس پر اعتبار نہ کرلینا چاہئے، اور نہ ہی اس کو اچھا سمجھنا چاہئے، جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت معلوم نہ کرلیں، کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی فاسق، فاجر سے بھی ہوجاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

"ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر."

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ اس دین کو مردِ فاجر سے (بھی) مدد دے گا۔"

بدعتوں کی اصلاح، دورِ حاضر کے علماء کے لئے لائقِ توجہ:

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب نمبر:۲۸۸ جلد اوّل میں تحریر فرماتے ہیں:

اس زمانے کے اکثر خواص و عوام ادائے نوافل میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں، فرائض سے متعلق سنن اور مستحبات کا لحاظ رکھتے ہیں، نہ انہیں اوقاتِ مستحبّہ میں ادا کرتے ہیں، نہ تکبیرِ اُولیٰ کی

فضیلت کی فکر، بلکہ خود جماعت کی پابندی بھی برائے نام ہے، فرض نماز، جس طرح ادا ہوجائے اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں، البتہ روزِ عاشورا، شبِ براءت، ستائیسویں رجب، اور ماہِ رجب کے پہلے جمعے کی رات کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں، لیلۃ الرغائب اس کا نام رکھا ہے، اور پورے اہتمام و انتظام سے بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ ان راتوں میں نوافل ادا کرتے ہیں، اور اس کو ثواب سمجھتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ یہ شیطان کا فریب ہے کہ سیئات کو حسنات کی صورت میں پیش کرکے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

مولانا عصام الدین ہروی حاشیہ شرحِ وقایہ میں فرماتے ہیں کہ:

نوافل کو جماعت سے ادا کرنا اور فرائض کو چھوڑ دینا شیطان کا دامِ فریب ہے۔

جاننا چاہئے کہ تراویح اور صلوٰۃ الکسوف کے علاوہ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا بعض روایتوں میں مطلقاً مکروہ ہے، اور بعض میں تداعی، یعنی ایک دُوسرے کو بلانے پر مکروہ ہے۔ روایتِ دوم (اس کو روایاتِ فقہیّہ سے ثابت فرمایا ہے) کی بنا پر اگر ایک، دو آدمی مسجد کے کنارے جماعت کے ساتھ نفلیں پڑھ لیں، تو مکروہ نہیں، اور تین آدمیوں کے متعلق اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ تین کی جماعت بھی مکروہ ہے، البتہ (احناف کے نزدیک) چار آدمیوں کی جماعت مکروہ ہے۔ مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا گناہ ہے، کیونکہ حرام کو مباح اور جائز سمجھنا کفر تک پہنچادیتا ہے، تو مکروہ کو ثواب سمجھنے میں ایک درجہ اور بڑھا ہوا ہے کہ جائز کے بجائے اس کو ثواب قرار دیا جائے۔ (خلاصہ مکتوبِ مذکور)

دیگر اصلاح:

سلوک و طریقت کے وہ خانوادے (ان چودہ سلسلوں کو خانوادے کہتے ہیں: حبیبیاں، طیغوریاں، کرخیاں، سقطیاں، جنیدیاں، کازردیاں، طوسیاں، فردوسیاں،

سہروردیاں، زیدیاں، عیاضیاں، اوہمیاں، ہبیریاں، چشتیاں) جو ہندوستان میں ارشاد و تزکیہ کی خدمات انجام دیتے رہے، ان میں سے اکثر کا سلسلہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے ملتا تھا، اس لئے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خاص نسبت ہونی چاہیے تھی، مگر اس کے یہ معنی کسی طرح بھی نہیں ہوسکتے کہ اہلِ سنت والجماعت کے برخلاف حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ سے افضل ماننا چاہیے، مگر عام لوگ اس سے غافل تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل قرار دینے لگے تھے، اس عقیدہ کی پوری اصلاح بھی حضرت مجدّد قدس سرہ العزیز نے فرمائی، یہاں تک کہ مکتوب نمبر ۲۰۲ بنام سیّد فرید صاحب میں تحریر فرماتے ہیں:

جو شخص حضرت امیر علی کرّم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے، وہ اہلِ سنت والجماعت میں داخل نہیں رہتا۔ چند سطر کے بعد تحریر ہے: انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر سلف کا اجماع ہے، احمق ہے جو اس اجماع کو توڑ دینے کا وہم کرے۔

(مکتوب نمبر ۲۰۲ ج:۱)

بدعت کا معنی، اقسام اور ان کا حکم:

بدعت وہ قول یا عمل ہے جو سنت کے خلاف، کسی شبہ یا ظاہری خوبصورتی کی بنا پر ایجاد کر کے جزوِ دین بنالیا گیا یا سمجھا گیا ہو، مختصر یہ کہ ہر ایسا کام بدعت ہے جس کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہ ہو مگر اس کو دین کا کام سمجھا جائے، بشرطیکہ وہ دین کا موقوف علیہ بھی نہ ہو (جیسے صرف، نحو، شغل، ذکر، تعلیمِ قرآن کے لئے ہجے اور مراقبات کی ہیئت وغیرہ موقوف علیہ ہیں)۔

بدعت کی دو قسمیں: بدعتِ حسنہ، بدعتِ سیئہ۔

بدعتِ حسنہ: وہ نیک عمل ہے جو عہدِ رسالت اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے بعد پیدا ہوا ہو، اور اس کے کرنے سے کوئی سنت ترک نہ ہوتی ہو۔

اور بدعتِ سیئہ وہ ہے جس کے کرنے سے سنت چھوٹتی ہو۔

حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا، بلکہ صرف تاریکی اور کدورت ہی محسوس کرتا ہے۔ سیّد البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ." (مشکوٰۃ ص:۲۷)

مطلب یہ ہے کہ ہمارے اس کام میں (اسلام میں) جو شخص کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں نہیں، وہ مردُود ہے۔

جو چیز مردُود ہو، وہ حسن کہاں حاصل کرسکتی ہے؟

اس کے بعد اسی مکتوب میں چند مثالیں پیش فرمائی ہیں، کچھ علماء نے میّت کے لئے عمامہ کو بدعتِ حسنہ کہا ہے، لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس میں ترکِ سنت ہے، کیونکہ تین کپڑے سنت ہیں، اس پر عمامہ کی زیادتی تین کے عدد کو منسوخ کردیتی ہے، اس کا نام رفعِ سنت ہے۔

اسی طرح کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ: شملہ کو بائیں ہاتھ کی طرف ڈالے، حالانکہ سنت یہ ہے کہ کمر پر دونوں مونڈھوں کے بیچ میں رہے، لہٰذا بائیں جانب ڈالنے سے وہ سنت ختم ہوجاتی ہے۔

اسی طرح کچھ حضرات نے فرمایا ہے کہ: نیت زبان سے بھی ادا کرے، تاکہ زبان اور دِل میں مطابقت ہوجائے، زبان سے نیت کرنے کو بدعتِ حسنہ کہا ہے،

فقیر کے خیال میں اس بدعت سے سنت تو درکنار فرض ختم ہوجاتا ہے، کیونکہ بسا اوقات عوام الناس زبان سے تو کہہ ڈالتے ہیں، مگر دِل قطعاً متوجہ نہیں ہوتا، حالانکہ دِل سے ادا کرنا فرض تھا، لامحالہ اس بدعت سے فرض (دِل سے نیت کرنا) ختم ہوجاتا ہے، اور جب نیت نہ ہوئی تو نماز نہ ہوئی، یہی شان ہے تمام بدعتوں کی!

وجہ اس کی یہ ہے کہ بلاشبہ بدعتیں، سنتوں پر زیادتیاں ہیں، خواہ وہ کسی حیثیت سے ہوں، اور زیادتی نسخ ہے، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ سنت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر انحصار کرلو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی اقتدا پر اکتفا کرو، اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مثل تاروں کے ہیں، جس کی اقتدا کرلوگے ہدایت پالوگے۔

بہرحال قیاس اور اجتہاد کو بدعت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ قیاس و اجتہاد کسی اَمرِ زائد کو ثابت نہیں کرتے، بلکہ وہ صرف آیات و حدیث کی مراد کو ظاہر کرتے ہیں، انتہیٰ ملخصاً۔

''رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی صراطِ مستقیم ہے، اور اس کے ماسوا گمراہی ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر جو جدو جہد کی جائے وہ گمراہی کو بد سے بدتر اور تاریک سے تاریک تر بناتی ہے۔''

معارف السلوک
یعنی
سلوک کے معارف
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، خُصُوْصًا عَلٰی حَبِیْبِ اللّٰہِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الْمُجْتَبٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الْمُرْتَضٰی وَاَصْحَابِہٖ نُجُوْمِ الْھُدٰی،

اَمَّا بَعْدُ!

بندۂ شرمسار عرض پرداز ہے کہ حقائق و دقائق دینِ متین کو حضرتِ اقدس مجدّد الملۃ والدّین حکیم الاُمت حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب حنفی چشتی امدادی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ورضی عنہ نے اپنے رسائل و کتب میں تحریراً وتقریراً واضح فرمادیا ہے، طالبِ حق کے لئے کوئی وجہ خفا باقی نہیں رہی، تزکیۂ نفس وتعلیمِ حکمت کو ہر طور سے روشن کردیا ہے، طالبِ حق کے لئے ان کا مطالعہ اور اس پر حتی الوسع عمل، رُشد و ہدایت کا موجب ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ ان جواہرِ بے بہا سے بعض مشت نمونہ خروار کے طور پر اور دیگر کتبِ تصوّف سے خوشہ چینی کرکے سالکینِ راہ کے لئے ہزار نیاز و دست بستگی سے پیشِ خدمت کرتا ہوں، شاید معارف نویسی اور سامعینِ کرام کی مقبول دُعا سے بندۂ نابکار کا

بیڑہ پار ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ، لا حول و لا قوۃ الا باللہ، اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم!

شاہاں را چہ عجب گر بنوازند گدارا

ہر عمل میں اپنی نیت کی تصحیح کرو:

ہر عمل میں اپنی نیت کی تصحیح کرو، عارفین ہر کام میں اپنی نیت کی دُرستی کرتے ہیں، دِل کو خوب ٹٹولتے ہیں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں یا کسی اور مقصد کے لئے؟ عارفین کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے تمام خطرات و وساوس کا علم ہے، اسی لئے وہ دِل کو شرکتِ نفس سے خوب پاک کر کے تصحیحِ نیت سے ہر کام کی بنیاد رکھتے ہیں:

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود
کیں ز اخلاصات ابراہیمؑ بود

ترجمہ:... ''کعبہ پر ہر دم تجلی اُترتی ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔''

عالم باللہ کی شان:

عالم باللہ مقرّب بندہ ہوتا ہے، اس کا حوصلہ ایسا پست اور ذلیل نہیں ہوتا کہ دُنیا مردار کو علم کی نعمت پر ترجیح دے، کیونکہ جس باز کا مسکن پنجۂ بادشاہ ہو، وہ شیرِ نر کے سوا دُوسرے معمولی جانور کا شکار نہیں کرتا:

می نگیرد باز شہ بجز شیرِ نر

ترجمہ:... ''بڑا باز نر شیر کے سوا شکار نہیں کرتا۔''

اسی طرح عالم باللہ کی مقرّب و پاک رُوح جو شہباز معنوی ہے، بجز اللہ تعالیٰ

کے کسی ماسوا کی طرف رُخ نہیں کرتی:

بسودائے جاناں زجاں مشتغل
بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل

ترجمہ:... ''محبوب کی محبت میں اپنی جان سے بے خبر،
حبیب کے ذکر میں جہان سے بے خبر۔''

عالم باللہ اس منعمِ حقیقی کے ایسے متوالے ہوجاتے ہیں کہ نعمتوں کی طرف سے التفات جاتا رہتا ہے، صرف ذاتِ منعم پر ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوتے ہیں:

بیادِ حق از خلق بگریختہ
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

ترجمہ:... ''حق کی یاد میں مخلوق سے بھاگا ہوا، ساقی ایسا مست ہوا کہ شراب گرادی۔''

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار
فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

ترجمہ:... ''تو اور طوبیٰ، اور ہم اور قامتِ یار، ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے۔''

یعنی عارفِ شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اے زاہد! تو اور طوبیٰ، یعنی تو جنت کی نعمتوں میں مست رہ، اور میں اور قامتِ یار، یعنی میں محبوبِ حقیقی کی ذاتِ پاک پر قربان ہوں، اور ہر شخص کی بلندیٔ فکر کا مدار، اس کی ہمت کی مقدار پر ہے۔

مقرّبین کا بہشت طلب کرنا، عرض و دُعا اس لئے ہوتی ہے کہ بہشت میں زیارتِ محبوب ہے، یہاں ایک شبہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بہشت کی ترغیب دیتے ہیں، اور یہ تقریر اس کے خلاف ہے، اس کے جواب میں یہ لکھا گیا ہے:

گو نبودے ذاتِ حق اندر بہشت
برکنند مستاں حضرت قصر جنت خشت خشت
ترجمہ:... ''اگر جنت میں ذاتِ حق نہ ہوتی، تو عاشق جنت کی ایک ایک اینٹ اُکھاڑ دیتے۔''

رَبّ رحمٰن و رحیم کی زیارت اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و حاضری بھی بہشت میں ہے، لہٰذا بہشت بھی مقصود و مطلوب ہے۔

صحیح علم کی تعریف:

علمِ صحیح کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچادے، کیونکہ:

علم کہ بحق راہ نہ نماید جہالت است

یعنی جو علم حق تعالیٰ تک نہ پہنچائے وہ جہالت ہے، اس کا نام صنعت و حرفت ہے، اس لئے جس علم سے خشیتِ الٰہی پیدا نہ ہو، وہ حقیقت میں علم ہی نہیں، اس لئے کہ: ''اِنَّمَا یَخْشَى اللہَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا'' (فاطر:۲۸) (یعنی) اللہ کے بندوں میں سے عالم ہی کو خشیت و خوف ہوتا ہے، جس سے وہ گناہوں اور نافرمانیوں سے بچتا ہے، اور تعمیلِ فرمان پر کمر باندھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں جہان کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو خیرِ کثیر نہیں فرمایا، مگر دین کی فہم کو خیرِ کثیر فرمایا ہے، قرآنِ کریم میں ارشادِ باری ہے:

''وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا''

(البقرۃ:۲۶۹)

ترجمہ:... ''جس کو دِین کی سمجھ دی گئی ہے، اس کو خیرِ کثیر دی گئی ہے۔''

''خیر'' اسمِ تفضیل ہے، جس سے علمِ دِین کا تمام نعمتوں سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے، خشیت وخوفِ الٰہی علمِ حقیقی کی ایک لازمی صفت ہے، اگر خشیت نہیں ہے جس سے تعمیلِ فرمان ہو اور نافرمانی سے بچے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں علم نہیں اور اسے جاننے والا عالم نہیں:

صد ہزاراں فضل دارد از علوم
جان خود را می نداند ایں فضول

ترجمہ:...''(یہ مقام) علوم سے لاکھ درجے فضیلت رکھتا ہے، صاحبِ فضل اپنی جان کی پروانہیں کرتا۔''

یعنی یہ ظالم اپنی جان سے غافل ہے، انوارِ علوم اس کو نصیب نہیں ہیں:

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب
حافظ علم است او کہ نے حسیب

ترجمہ:...''بہت سے عالم سمجھ سے بے بہرہ، وہ صرف علم کے حافظ ہیں، حقائق کو جاننے والے نہیں ہیں۔''

یعنی یہ عالم صرف کتاب کے نقوشِ ظاہری کے حافظ ہیں، حسیب (ان کے حقائق کو جاننے والے) نہیں ہیں، اس لئے علم کے انوار و معارف سے فیضیاب نہیں ہیں۔

تمام علوم کا حاصل:

تمام علوم کا حاصل و رُوح یہ ہے کہ عاقبت بالخیر ہوجائے اور آخرت کی زندگی دُرست ہوجائے:

جان جملہ علمہا ایں است و ایں
کہ بدانم من کیم در یومِ دِیں

یعنی تمام علوم کی جان و رُوح یہ ہے کہ آدمی اپنے متعلق یہ جان لے کہ ہم آخرت کے بازار میں کس بھاؤ بکیں گے؟ دُنیا والوں کی ''واہ! واہ!'' سے کچھ کام نہیں چلے گا، آخرت کا معاملہ تو اللہ میاں سے ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے، تیرے ظاہر کو بھی جانتا ہے، اور تیرے باطن کو بھی جانتا ہے۔

علوم و معارف کے حصول کا طریقہ:

علوم اور معارفِ وھبیہ کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اوّلاً غیر مقصود اُمور سے دِل کو خالی کرو، پھر کسی مردِ کامل کے سامنے پامال ہو جاؤ۔

''پیش مرد کامل پامال شو'' وہ مردِ کامل تمہارے تمام ناز، پندار اور خود بینی کی رگوں کو پامال کرنے کی سعی کرے گا، جس سے تمام حجاباتِ ظلمانیہ جو قلب میں حق تعالیٰ شانہ کے نفحاتِ کرم اور فیوضِ غیبیہ کے مشاہدے سے مانع ہو رہے تھے، دُور ہو جائیں گے، اور قلب کے دریچۂ باطنی سے ایسے علوم و معارف عطا ہوں گے جو تم کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں گے، حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر پڑھے تھے:

اے شہِ آفاق شیریں داستاں
باز گو از بے نشانِ من نشاں

ترجمہ:... ''اے تمام جہان کے بادشاہ، میٹھی داستان والے، مجھ بے نشاں کا نشان پھر بیان کر۔''

صرف و نحو و منطقم را سوختی
آتشِ عشقِ خدا افروختی

ترجمہ:... ''میری صَرف، نحو اور منطق کو تو نے جلا دیا، خدا کے عشق کی آگ تو نے روشن کردی۔''

جب حجاباتِ ظلمانیہ مرفوع ہوجائیں گے تو غیرمقصود سے دِل خالی ہوجائے گا، انشاء اللہ بفضلہٖ:

ہر تمنا دِل سے رُخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی!

عارف باللہ کی شان:

عارف باللہ کی شان قلم بیان نہیں کرسکتا، عارف باللہ کی تنہا ذات لاکھوں انسانوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے:

ہاں ہاں ایں دلق پوشاں من اند
صد ہزار اندر ہزاراں یک تن اند

ترجمہ:... ''خبردار! بے شک یہ میرے گدڑی پوش ہیں، جو لاکھوں میں ایک ہیں۔''

یعنی یہ گدڑی پوش ہمارے خاص بندے ہیں، میرے تعلق خاص کی برکت سے ان کا ایک تن لاکھوں انسانوں میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے:

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے
صد کمان و تیر درجے ناوکے

ترجمہ:... ''ایک میں لاکھوں انسان پوشیدہ ہیں، (جیسا کہ) ایک چھوٹی سی کشتی میں سوکمان و تیر پڑے ہیں۔''

معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے:

معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے، جس قدر محبوب کے جمال، کمال، نوال اور جلال کی پہچان و شناخت بڑھتی جائے گی، اسی قدر محبت بڑھتی جائے گی۔

محبت کا مدار یا جمالِ محبوب ہوتا ہے، عاشق بے چارہ جمالِ بے انتہا پر فریفتہ و سراسیمہ ہوکر جان و مال سب کچھ قربان کرتا ہے، بھلا جس کے جمالِ لازوال، بے مثال و بے حد کے سامنے سورج اور چودھویں کے چاند کو سمندر سے قطرہ کی سی نسبت بھی بے جا ہو، اس کے جمال کا تصوّر دِل و دماغ میں کیسے سمائے:

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہر او اَولیٰ بود

ترجمہ:... ''مولیٰ کا عشق لیلیٰ سے کم کب ہے؟ اس کے لئے گلی میں پھرنا بہتر ہے۔''

یا عشق کا مدار کمالِ محبوب ہوتا ہے، پھر کمال تین قسم پر ہے: ذاتی، صفاتی اور افعالی، اور صفات بھی دو قسم پر ہیں:

صفاتِ ثبوتی، جیسے: قدیر، علیم، حکیم، خالق، مالک وغیرہ۔

اور صفاتِ سلبی جیسے: ''لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ. وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ.'' اس کی اولاد نہیں، اور اس کے ماں باپ نہیں، اور اس کا مماثل نہیں، نہ وہ مخلوق جیسا ہے، نہ مخلوق اس جیسی ہے، ''لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ'' اور ہر صفات کی حقیقت عقل اور خیالِ مخلوق سے بلند و بالا ہے:

نہ عقلت بہ کنہ ذاتش رسد
نہ فکرت بغور صفاتش رسد

ترجمہ:... ''نہ تیری عقل اس کی ذات کی حقیقت میں پہنچے، نہ تیرا فکر اس کی صفات کی گہرائی میں پہنچے۔''

ہر صفت، مثلاً: علم، قدرت، خالقیت، رزّاقیت وغیرہ بحرِ بے کنار و لامتناہی ہے، اس کی حقیقت کا سمجھنا اور اس کے آثار کا احاطہ لامتناہی ہے، جبکہ انسان کی عقل

اور تمام مخلوق کی فکر متناہی ہے، یعنی ایک حد تک ہے، لہٰذا محدود و متناہی بے حد و بے انتہا کا ادراک کیسے کر سکے؟ جب مخلوق اپنے جیسی مخلوق کی کنہ وحقیقت کو نہیں سمجھ سکتی، تو خالق کی کنہ وحقیقت کو کیسے سمجھے؟

کس نہ داند کنہ یک ذرّہ تمام
باز گویم کس نہ داند والسلام

ترجمہ:... ''کوئی شخص ایک ذرّہ کی حقیقت نہیں جان سکتا، پھر کہتا ہوں کوئی نہیں جان سکتا، والسلام۔''

قرآنِ کریم میں ہے: ''لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ'' (الانعام:۱۰۳) یعنی دُنیا میں ظاہری اور باطنی آنکھ اس کا ادراک کر سکتی اور نہ اس کی حقیقت کو پا سکتی ہے۔

پھر انسان دُوسرے پر شیدائی و فدائی یا تو اس کے جمال پر ہوتا ہے یا کمال پر، پس جب کمال ایسا ہے تو اس کی محبتِ کاملہ بھی ضروری ہے۔ دُنیا میں ہر ہنر سیکھنے والا ماہرِ فن کا عاشق ہوتا ہے۔

یا محبت کا مدار نوالِ محبوب ہوتا ہے، یعنی احساناتِ محبوب، جب محبوب کے انعام و احسان بے شمار ہوں اور انسان چونکہ احسان کا غلام ہوتا ہے، اور احسان مند اور نعمت کھانے والے کی اپنے محسن و منعم کے ساتھ محبت رہتی ہے، یہاں تک کہ محسن پر جان و مال قربان کرنا اس کا مقصدِ حیات ہوجاتا ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا'' (النحل:۱۸)

ترجمہ:... ''اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو، تو شمار نہ کرسکوگے۔''

جب نعمتوں کی انواع و اقسام کا شمار نہیں ہوسکتا، تو افراد و جزئیات کا شمار کیسے ہوگا؟ انسان کا تو وجود بھی اپنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، چنانچہ آنکھ،

کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، صورت، سیرت، قدرت، قوّت، علم، عمل اور رُوحانی نعمتوں میں سے نبیوں، رسولوں، قرآن کا بھیجنا، عقل و سمجھ دینا، ہر گناہ پر گرفت نہ کرنا، ستاری کرنا اور توبہ پر بخشنا وغیرہ وغیرہ، سے عقل مند کی ہر منٹ و سیکنڈ میں محبت بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ: "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" کا درجہ نصیب ہوتا ہے، مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت ہوتی ہے، محبت کا کوئی درجہ ایسا باقی نہیں ہوتا جس کو کامل مؤمن نے حاصل نہ کیا ہو:

نیا وردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز ومن چیز تست

ترجمہ:... "پہلے سے میں کوئی چیز گھر سے نہیں لایا، تو نے ہی تمام چیزیں دی ہیں اور میں بھی تیری ہی چیز ہوں۔"

یا محبت کا مدار جلالِ محبوب ہوتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ محبوب کس قدر ہیبت، عظمت اور شان والا ہے:

صد ہزاراں نیزہ فرعون را
در شکست آں موسیٰؑ با یک عصا

ترجمہ:... "فرعون کے لاکھ نیزوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عصا سے توڑ دیا۔"

صد ہزاراں طبِ جالینوس بود
پیشِ عیسیٰؑ دوم اش افسوس بود

ترجمہ:... "جالینوس کے پاس طب کے لاکھوں نسخے تھے، (مگر) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے دَم کے سامنے ہوا ہوگئے۔"

صد ہزاراں دفترِ اشعار بود
پیش حرف امیش آں عار بود

ترجمہ:... ''لاکھوں اشعار کے دفتر تھے، (مگر) اس اُمی کے کلام کے سامنے وہ ہیچ تھے۔''

نمرود کو مچھر سے ہلاک کیا، اور اصحابِ فیل کو چھوٹے چھوٹے پرندوں سے برباد کیا:

اوست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند
عالمے را در دمے ویراں کند

ترجمہ:... ''وہ بادشاہ ہے جو چاہے وہ کرسکتا ہے، تمام جہان کو ایک گھڑی میں ویران کرسکتا ہے۔''

جب خداوندِ کریم ایسی ہستی قوت وقدرت کے ہوتے ہوئے بھی گرفت نہیں فرماتے، بلکہ پردہ داری اور عیب پوشی کرتے ہیں، تو مجھ جیسے مجرم کو ستار وغفار سے محبت کیسے پیدا نہ ہوگی؟

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی حِلْمِہٖ بَعْدَ عِلْمِہٖ وَعَلٰی عَفْوِہٖ بَعْدَ قُدْرَتِہٖ''

ترجمہ:... ''اللہ تعالیٰ کا ہزاروں ہزار شکر ہے کہ ہمارے جرائم کے جاننے کے باوجود حلم کرتا ہے اور قدرت ہونے کے باوجود معاف فرماتا ہے، (ایسی کریم ذات سے محبت کیسے نہ ہو؟)''

فائدہ:... یاد رکھنا چاہئے کہ جمال، کمال، نوال اور جلال تب ہی خوشنما اور بازیب ہوتے ہیں، جب ان اوصاف سے متصف ذات بے عیب، ذات،

صفات اور افعال میں منزہ ہو، اور اس جیسا اور کوئی نہ ہو، وگرنہ کسی درجے میں نقص باقی ہے، تو اللہ تعالیٰ جیسے صاحبِ جمال، کمال اور نوال ہے، جیسا کہ کلمہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کی دقیق شرح کا مقتضا ہے، اسی طرح صاحبِ جلال بھی ہے، جیسا کہ کلمہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" کا مصداق ہے، اسی طرح ایسی منزّہ اور بے عیب ذات ہے کہ نہ مخلوق جیسی ہے اور نہ مخلوق اس جیسی ہے، جیسا کہ: "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" اور "سُبْحَانَ اللّٰہِ" اس کی طرف مشعر ہے، اور "لَا شَرِیْک" ہے جیسا کہ کلمہ "لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" اس کا اعلان کر رہا ہے، پس تمام مخلوق اس کی صفات کے عکس اور مظاہر ہیں، نہ کسی کا ذاتی وجود ہے، نہ صفاتی ظہور، بلکہ سب اس کے آئینے اور عکس ہیں، بس:

ہر چہ بینم در نظر غیرے تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

ترجمہ:... "جو کچھ میں دیکھتا ہوں نظر میں تیرے سوا نہیں ہے، یا خود تو، یا تیری بو، یا تیری خو ہے۔"

محبت کے تین پہلو:

محبت کے تین پہلو ہیں، اگر سچی محبت آجائے تو اس کے تین پہلو ہوتے ہیں، ایک تو محبوب کا محبوب، محبوب ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ محبوب کی گلی کا ایک ادنیٰ کتا بھی محبوب ہوجاتا ہے:

پائے سگِ بوسید مجنوں خلق گفتا ایں چہ سود
گفت گاہ گاہے ایں سگ در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

ترجمہ:... "مجنوں نے کتے کے پاؤں چومے، لوگوں نے کہا: اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ کتا کبھی کبھی

لیلیٰ کی گلی میں جاتا ہے۔"

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابِ کرامؓ، ازواجِ مطہراتؓ، عرب اور مدینہ منوّرہ سے بھی محبت ہے، ان کی قدر ومنزلت اور شان بھی دِل میں ہے۔

محبت کا دُوسرا پہلو یہ ہے کہ محبوب کا دُشمن مبغوض ہوجاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دُشمن، دوست کیسے ہوسکے؟ اور اللہ تعالیٰ کے دُشمن یعنی مشرک کے ساتھ یاری و دوستی کیسے ہو؟

محبت کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ محبت وعزّت سے طاعتِ محبوب آجاتی ہے، یعنی وہ فرماں براری آجاتی ہے کہ تعمیلِ فرمان بیگار کی مانند نہیں ہوتی، اور تعمیلِ فرمان میں دِل سے گرانی نہیں ہوتی، بلکہ عزّت، عظمت اور محبوب کی محبت فرمان کی تعمیل پر تن من کو مجبور کرتی ہیں، بلکہ یہ ہوجاتا ہے کہ اگر محبوبؐ جان کی قربانی قبول کرے تو اس کا بڑا احسان ہے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

بلاشبہ محبت، اطاعت کو آسان کردیتی ہے، اور اطاعت بھی درحقیقت وہی ہے جو محبت کے ساتھ ہو، گو اللہ تعالیٰ ایسا رحمٰن و رحیم ہے کہ اگر بغیر محبت کے نماز پڑھے اور فرائض، واجبات اور سنن کو پورے طور سے ادا کرے تو وہ بھی قبول کرلیتا ہے۔

محبت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے:

محبت رکھنے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی ذات کو فنا ہے، نہ اس کی صفات کو اور نہ اس کے اَحکام کو فنا ہے۔

فانی سے کیا محبت رکھنا؟:

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کعبہ مکرمہ، قرآن مجید اور نیکوکاروں سے محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کیونکہ: ”هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ، هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ“ اوّل، آخر، ظاہر، باطن وہی اللہ ہی ہے۔

محبت و معرفت کے آثار ولوازم:

محبت کے آثار ولوازم بہت سے ہیں، ان میں سے مشتِ نمونہ خروار پیشِ خدمت ہیں:

محبت کی پہلی علامت:

محبت کی پہلی علامت یہ ہے کہ محبّ، محبوب کی یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اپنی بندگی و ذلت کا بصیرتِ قلب سے مشاہدہ کیا کرتا ہے، اعمالِ حسنہ کے صدور کو منجانب اللہ انعام سمجھتا ہے، اپنی ہستی اور ہستی کے آثار و صفات کی طرف التفات کرنے سے شرماتا ہے:

کیں چہ بدکارم کہ جملہ نیستم
پس چرا پیشت بہشتی ایستم

ترجمہ:... ”میں اس قدر بدکار ہوں کہ جملہ مخلوق سے
میری مثل کوئی نہیں، پھر تیرے سامنے میں کیسے جنتی ہوسکتا ہوں؟“

فائدہ:... حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مرشدِ پاک حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: فقیری کس چیز کا نام ہے؟

فرمایا: فقیری نام ہے اپنے کو مٹا دینے کا! اس بات کو سن کر سیّد صاحبؒ پر گریہ طاری ہوگیا۔ (کذا فی معرفتِ الٰہیہ)

منتہائے سیر سالک شد فنا
نیستی از خود بود عین البقا

ترجمہ:... ''سالک کی منتہائے سیر، فنا ہونا ہے، اپنے وجود سے فنا، عینِ بقا ہے۔''

اپنے کو مٹا دینے کا مطلب:

اپنے آپ کو مٹا دینے کا یہ مطلب نہیں کہ خودکشی کرلے، بلکہ یہ ہے کہ اپنے تمام ارادوں، خواہشات اور مرضیات کو ارادۂ الٰہی کا غلام اور تابع بنا دیا جائے، اس کیفیت سے کہ دِل میں اس کے خلاف کا کوئی شائبہ اور تقاضا تک نہ رہے، مثلاً: اگر بیٹیوں کو حصے ملنے کے بعد بیٹے کو قلیل وکم مقدار آتا ہو تو بھی یہ عین صواب نظر آئے، اس کے خلاف کا تقاضا و شائبہ بھی نہ رہے، اسی کا نام فنائیت اور معرفتِ الٰہیہ ہے۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ یہ دولت بغیر کسی پیرِ کامل کی صحبت کے میسر نہیں آتی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو یہ دولت فیضِ صحبت سے نصیب ہوئی تھی:

نفس نتواں کشف الا ظلِ پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

ترجمہ:... ''نفس کو نہیں مارسکتا مگر شیخ کا سایہ، اس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ!''

''مرنے سے پہلے مرنے'' کا مطلب:

''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' مرنے سے پہلے مرجاؤ، کا بھی یہی مطلب ہے کہ

جیتے جی اپنی مرضیاتِ نفسانیہ کو مرضیاتِ الٰہی کا غلام بنادیا جائے، اللہ تعالیٰ کی ہی مرضی بندہ کی خواہشات پر حاکم بن جائے اور بندہ کی مرضی اس کی غلامِ زرخرید ہوجائے، اپنی خواہشات کو تابع بنانے میں جو تکلیفیں اور ریاضتیں جھیلی جاتی ہیں، اس کا نام ''مجاہدہ'' ہے، اور مجاہدہ سے اصلاحِ نفس کی نعمت حاصل ہوتی ہے، اور اصلاحِ نفس فرض ہے۔

اصلاحِ نفس کی فرضیت:

شامی جلد اوّل کتاب العلم میں ہے کہ رذائل کا دفعیہ اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً: اِخلاص وشکر وغیرہ کا حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اور چونکہ مریض کی رائے بھی مریض و بیمار ہوتی ہے، اسی لئے اپنا علاج خودنہیں کرسکتا، کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کرنا فرض ہے، جب اصلاحِ نفس فرض ہے تو جس کے تعلق اور صحبت پر اصلاحِ نفس موقوف ہے، وہ بھی فرض ہے، البتہ مرید ہونا سنت ہے، فرض نہیں، جس کا جی چاہے سنت کی برکت کے لئے مرید بھی ہوجائے۔ (کذا فی معرفتِ الٰہیہ ص:۲۵۲)

دُوسری علامت:

محبت کی دُوسری علامت یہ ہے کہ محبّ اس کے ہی آگے گڑگڑاتا ہے، کیونکہ جس قدر محبوب کی محبت ومعرفت زیادہ ہوتی جائے گی، اسی قدر خوف وخشیت بڑھتی جائے گی، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں، اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں: ''اِنِّی اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ'' جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے تو غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھاتے، ''اٰکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْدُ'' (ابنِ سعید ج:۱ ص:۹۵)۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کے انعام کا اظہار فرمایا تو اپنی عبدیت کا اظہار پہلے کیا، اور فرمایا:

''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور اس کے رسولؐ ہیں، ''عَبْدُهٗ'' کو پہلے فرما کر اُمت کو تعلیم دی کہ تمام کمالاتِ اُمت (جیسے: ابدال، قطب، اوتاد، غوث، مجدّد وغیرہ) کا مدار عبدیت پر ہے، عبدیت کے دریائے بے کنار سے جس کو جس قدر حصہ ملتا جائے گا، قربِ الٰہی اسی قدر آتا جائے گا اور درجات بڑھتے جائیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں میں نماز میں قرآن مجید اس قدر پڑھتے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے، پھر بھی فرماتے کہ: ''مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ'' اے اللہ! آپ کی عظمت وجلالت کے شایانِ شان عبادت نہ ہوسکی، اور اس پر اِستغفار کرتے۔

تیسری علامت:

محبت ومعرفت کی تیسری علامت یہ ہے کہ عارفین صرف اللہ تعالیٰ کے طالب ہوتے ہیں: ''خدایا از تو ترا خواہم''، اے میرے خدا! تجھ سے تجھ ہی کو مانگتا ہوں۔

حکایت:

مثنوی میں ہے کہ ایاز کے قرب پر اراکینِ سلطنت کو حسد ہونے لگا، رفتہ رفتہ یہ خبر سلطان محمود غزنوی کو ہوئی، اس نے ایاز کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے بہت سے بیش قیمت موتی و جواہرات بکھیر دیئے اور اعلان کیا کہ جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھ دے وہ اسی کی ہے، اراکینِ سلطنت میں سے ہر ایک نے اپنے خیال کے مطابق ان جواہرات وغیرہ پر ہاتھ رکھ دیئے، دُوسری طرف ایاز اُٹھا اور بادشاہ محمود کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا، اور عرض کیا کہ: میں تو صرف آپ کو چاہتا ہوں، جب بادشاہ میرا ہوگیا تو سب کچھ میرا ہوگیا، یہ ہے عقلِ کامل!

جملہ عالم را بدشمن دہ کہ مارا دوست بس

ترجمہ:... ''سارا جہان میرے دُشمن کو دے دے، مجھے
تو بس میرا دوست ہی کافی ہے۔''

چوتھی علامت:

محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محبّ ہر وقت، ہر حال میں اور ہر جگہ محبوب کو کثرت سے یادِ کرتا ہے، کیونکہ: ''مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ'' یعنی جس شیٔ کے ساتھ کوئی محبت رکھتا ہے، اس کو کثرت سے یاد کرتا ہے:

دائم ہمہ جا باہمہ حال در ہمہ کار
دار نہفتہ دِل جانبِ یار

ترجمہ:... ''ہمیشہ، ہر جگہ، ہر حال میں، ہر کام میں دلِ
پوشیدہ کو یار کی طرف متوجہ کر۔''

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے کہ:

''كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ
عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ'' (ترمذی ج:۲ ص:۱۷۶)

یعنی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

پانچویں علامت:

محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ محبّ، محبوب کے لئے متواضع رہتا ہے، تواضع کا معنی گرادینے کے ہیں، اور گرانا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے سامنے اپنی خواہشات کو پست کردیتا ہے، اپنے آپ کو سب سے حقیر اور کمتر سمجھتا ہے، اور دُوسروں کو اپنے سے اچھا سمجھتا ہے۔

اور ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ'' جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے کو گراتا ہے، اللہ

تعالیٰ اس کو بلند کردیتا ہے۔ متواضع، جاہل اور فاسق پر بھی اپنے کو نہیں بڑھاتا، اس لئے کہ شاید اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور میرا نہ ہو، پھر عالم اور بزرگ کے سامنے اپنے آپ کو فوقیت کیسے دے سکتا ہے؟

دریں راہِ عجز و مسکینت
بہ از طاعت و خویشتن بینیت

ترجمہ:... ''اس راہ میں عجز و انکساری، طاعت و خود پسندی سے بہتر ہے۔''

چھٹی علامت:

محبت کی چھٹی علامت یہ ہے کہ محبّ، محبوب کے فرمان کی تعمیل دِل و جان سے کرتا ہے، بایں ہمہ پھر بھی حیران و پریشان رہتا ہے کہ خدمت قبول ہوگی یا نہیں؟ خدا کرے کہ یہ طاعت و خدمت بارِ خاطر کا سبب نہ بن جائے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

''وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ'' (المؤمنون:۶۰)

ترجمہ:... ''اور وہ لوگ کہ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں (نماز، زکوٰۃ عبادات وغیرہ) اور دِل ان کے ڈرتے ہیں کہ وہ طرف پروردگار اپنے کے پھر جانے والے ہیں، یعنی کیا جانے وہاں قبول ہوا یا نہیں؟ آگے کام آوے یا نہیں؟''

(کذا فی موضح القرآن)

دُوسری جگہ ارشاد ہے:

''اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْا اِلٰى

رَبِّهِمْ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ.'' (ہود:۲۳)

ترجمہ:... ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے عمل کئے اور اپنے رَبّ کی طرف جھکے، ایسے لوگ اہلِ جنت ہیں۔''

ایمان وعملِ صالح کے باوجود بھی وہ ''اَخْبَتُوْا'' کا مصداق رہتے ہیں، یعنی رَبّ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور انہیں عظمتِ الٰہی کا استحضار رہتا ہے۔ دُنیا میں بھی اس کا نمونہ موجود ہے کہ جب کسی بڑے حاکم کے سامنے معمولی آدمی کو کھڑا کردیا جائے تو وہ خوف کے مارے کانپنے لگتا ہے، عجیب سکتہ سا طاری ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ایمان وعملِ صالح کے باوجود بھی محبّ پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اپنی بندگی و عاجزی کے باعث تواضع، فنائیت اور حیرانی کی ایک عجیب سی کیفیت طاری رہتی ہے۔

ساتویں علامت:

محبت کی ساتویں علامت یہ ہے کہ محبت کرنے والا کسی حال میں بھی ہمت ہار کر اپنے محبوب کی طلب کو ترک نہیں کرتا:

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
باتن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ترجمہ:... ''میں محبوب کی طلب سے باز نہ آؤں گا، یہاں تک کہ یار مل جائے یا جان تن سے جدا ہوجائے۔''

آٹھویں علامت:

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ محبّ، محبوب کی ہر اَدا سے خوش اور راضی رہتا ہے:

ور بکشی فدائے تو ور بہ بخشی عطائے تو
ہر چہ کنی رضائے تو جاں شدہ مبتلائے تو
ترجمہ:... ''اگر تو قتل کرے تو تجھ پر فدا، اور اگر تو بخشش دے تیری عطا ہے، جو کچھ کرے (مقصود) تیری رضا ہے، جان تو تجھ پر قربان ہے۔''

تو بہر زخمے گریزانی زعشق
تو نے دانی بجز نامے زعشق

محبوب کی محبت ومعرفت سے جو بندگی اور غلامیٔ وحدانیت کی شان پیدا ہوتی ہے، وہ غیر عارف کو کہاں میسر آسکتی ہے؟ یہ نعمت بجز خدمت اہل اللہ کے مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

نویں علامت:

محبت کی نویں علامت یہ ہے کہ دِین جس قدر محبت سے مضبوط ہوتا ہے، اس قدر دلائل سے مضبوط نہیں ہوتا، بلا محبت کی پرہیزگاری ذرا سی دیر میں شک وشبہ، محبوب کی جھڑک، اور بے پروائی وغیرہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ دُوسری طرف محبت والا جان تو دے دیتا ہے، مگر وہاں کسی شبہ وشک کی رسائی نہیں ہوتی، سرزنش اور جھڑک سے اُلٹا محبت بڑھتی ہے:

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبین سائی ہے
سرِ زاہد نہیں یہ سر، سرِ سودائی ہے
لاکھ جھڑکو اب کہاں پھرتا ہے دِل
ہوگئی اب تو محبت ہوگئی

حضرت خواجہ عزیز الحسن مرحوم کو مرشدِ پاک حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جھڑکا اور حکم فرمایا کہ مجلس میں شرکت کی اجازت نہیں ہے، خواجہ صاحبؒ عاشقِ زار تھے، ایک شعر میں اپنی محبت کا اظہار فرمایا:

اُدھر وہ دَر نہ کھولیں گے، اِدھر میں دَر نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے، کہیں اُن کی، کہیں میری!

دسویں علامت:

محبت کی دسویں علامت یہ ہے کہ محبّ کو حق تعالیٰ سے ایسا رابطہ قائم ہوجاتا ہے کہ اس کو سارے جہان سے بے پروا کردیتا ہے، اور بے پروائی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بداخلاقی کرتے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ ان کے قلب میں کسی مخلوق سے ہراس اور طمع کا تعلق نہیں ہوتا:

موحد چہ بر پائے ریزی زرش
چہ فولادِ ہندی نہی بر سرش
اُمید و ہراسش نباشد زکس
ہمیں است بنیاد توحید و بس

ترجمہ:... ''موحد کے قدموں میں خواہ سونا ڈال دو یا ہندی تلوار اس کے سر پر رکھو، اس کو (اللہ کے سوا) کسی سے اُمید وخوف نہیں ہوتا، توحید کی بنیاد صرف یہی ہے اور بس!''

روبہے کہ ہست اورا شیر پشت
بشکند کلہ پلنگاں را بمشت

ترجمہ:... ''جس لومڑی کو شیر کی پشت پناہی حاصل ہو،

وہ چیتوں کی جماعت کو مکے سے توڑ دیتی ہے۔''

گیارہویں علامت:

محبت کی گیارہویں علامت یہ ہے کہ محبّ ہمت و حوصلہ میں عام انسانوں سے ممتاز ہوجاتا ہے، اس کی رُوحانیت میں قوت آجاتی ہے:

ضعفِ قطب در تن بود و در رُوح نے
ضعف در کشتی بود در نوحؑ نے

ترجمہ:... ''قطب کو ضعف بدن میں ہوتا ہے، اور رُوح میں نہیں ہوتا، ضعف کشتی میں ہے، (حضرت) نوح (علیہ السلام) میں نہیں۔''

حضرت غوثِ پاک جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہِ سنجر نے عریضہ لکھا کہ: حضرت! آپ کی خانقاہ کا خرچ زیادہ ہے، اگر اجازت ہوتو میں آپ کے لئے ملکِ نیمروز وقف کردوں؟ جواب میں فرمایا:

چوں چترِ سنجری رُخِ بختم سیاہ باد
گر در دلم رود ہوس ملکِ سنجرم
آنگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب
من ملکِ نیمروز بیک جو نمی خرم

ترجمہ:... ''سنجر کی چھتری کی طرح میرا بخت بھی سیاہ ہو، اگر میرے دِل میں ملکِ سنجر کی خواہش ہو۔ میں نے جب سے ملکِ نیم شب کی خبر پائی ہے، ملکِ نیمروز کو ایک جو کے بدلے میں بھی نہیں لینا چاہتا۔''

یہ ہے استغناء اور اللہ والوں کا حال! یہ چند علامات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں:

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

دِین کے دو جزو:

یاد رکھنا چاہئے کہ دِین دو اجزاء کا مجموعہ ہے: علمِ نبوّت اور نورِ نبوّت۔

علمِ نبوّت:... جس کو طلباء و علماء پڑھتے ہیں۔

نورِ نبوّت:... وہ فیضِ صحبت سے نصیب ہوتا ہے، علمِ نبوّت کے نقوش تو کتابوں سے لئے جاسکتے ہیں، لیکن انوارِ نبوّت کا محل کاغذ نہیں، بلکہ قلبِ مؤمن ہے، علومِ نبوّت کتابوں سے منتقل ہوتے آرہے ہیں، اور انوارِ نبوّت سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتے آرہے ہیں:

جو آگ کی خاصیت، وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بخانہ ہے، ایک سینہ بہ سینہ ہے
نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زَر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا!

نورِ نبوّت حاصل کرنے کا طریقہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

طلباء کو چاہئے کہ جب مدارس سے فارغ ہوں تو کم از کم چھ ماہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ پڑیں، تاکہ جو کچھ مدرسے میں حاصل کیا ہے، اس پر عمل کرنے کی ہمت و قوت قلب میں پیدا ہوجائے، دِین فقط کتابوں کے نقوش کا نام نہیں۔''

(کذا فی معرفتِ الٰہیہ)

نہیں سیکھا انہوں نے دِین رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں، مرے صاحب کے دفتر میں

محبت پیدا کرنے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ مولانا محمد شیر خان صاحب سے پوچھا کہ:

''حضرت! حق تعالیٰ کی محبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا کہ: اپنے دونوں ہاتھوں کو ملو! کچھ دیر کے بعد فرمایا: ابھی اور ملو! پھر دریافت فرمایا کہ: اس رگڑ سے کچھ گرمی پیدا ہوئی؟ حضرتؒ نے فرمایا: جی ہاں! تو ارشاد فرمایا: اسی طرح کثرتِ ذکر اور تکرارِ ذکر کی رگڑ سے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔''

ترقئ باطنی کیا چیز ہے؟

کام میں لگا رہنا ہی ایک دن مقصود تک پہنچادیتا ہے، شروع میں خواہ کچھ ترقی معلوم نہ ہو، کچھ نفع معلوم نہ ہو، لیکن یقین رکھے کہ نفع ہو رہا ہے، عدمِ احساس، عدمِ نفع کو مستلزم نہیں، بچہ ہر روز نشو ونما میں کچھ نہ کچھ ترقی کرتا ہے، لیکن اس کی یومیہ بڑھوتری کا احساس نہ خود اس بچے کو ہوتا ہے اور نہ دُوسروں کو، کچھ دن بعد ہر ایک کو نشو ونما کا پتا چل جاتا ہے، کچھ دن بعد ذاکر کو اپنے اندر طاعت کی طرف رغبت اور معاصی سے نفرت محسوس ہونے لگتی ہے، اسی کا نام ترقئ باطنی ہے۔

انسان کا اپنے ظاہر اور باطن کو شریعت کے مطابق بنانے کی فکر میں لگ جانا ہی اصل ترقی اور کامیابی ہے، کیونکہ کامیابی اور ترقی کا مدار اتباعِ سنت پر ہے، جو اَمرِ اختیاری ہے۔

کشف وکرامت وغیرہ محمود ہیں، مقصود نہیں:

کشف وکرامت، وجد واستغراق وغیرہ محمود ہیں، مقصود نہیں، اُمورِ مذکورہ بالا اور پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا وغیرہ، جوگیوں اور فاسقوں کو بھی ریاضت سے حاصل ہوجاتے ہیں، بلکہ کشفِ قبور یعنی قبور کا عذاب جانوروں پر بھی منکشف ہوجاتا ہے، کما فی الحدیث، ہوا میں مکھی بھی اُڑتی ہے، پانی پر تنکا بھی تیرتا ہے، ان باتوں کو بندگی سے کیا تعلق؟ بندوں سے اطاعت اور بندگی کا مطالبہ ہے، اور بندگی کا وہی نمونہ پسند ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے، اپنی تمام حرکات وسکنات اور جذبات و کیفیات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم کے تابع کردینا، یہی سچی غلامی اور سچی بندگی ہے۔ اتباعِ سنت کے ساتھ اگر کشف وکرامت وغیرہ عطا ہوں تو وہ بھی اتباعِ سنت کی برکت سے محمود ہیں، مگر مقصود نہیں، اگر یہ چیزیں ہوں مگر اتباعِ سنت نہ ہو، تو کچھ بھی حاصل نہیں، لیکن اگر یہ سب چیزیں کرامت وکشف وغیرہ نہ ہوں، تو قربِ خداوندی میں اور آخرت کی سعادت میں ذرا بھر نقص نہیں، فافہم وتشکر!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیّد المرسلین ہیں، اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کا خیرالاُمم ہونا اتباعِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے:

گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

بریں نازم کہ ہستم اُمتِ تو

ترجمہ:... ’’میں گنہگار ہوں لیکن خوش نصیب ہوں،

مجھے اس بات پر ناز ہے کہ تیری اُمت میں سے ہوں۔‘‘

اُسوۂ حسنہ کیسے حاصل ہو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا کیسے معلوم ہو؟ اگر سالک ہر خوشی، غمی، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت وغیرہ میں علمائے حق کی ہدایات پر عمل کرلے، خاندان اور برادری سے بے خوف ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرے، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ حاصل ہوجائے گا، یہ اَحکامِ ظاہری میں اُسوۂ نبوّت کے نقشِ قدم پر چلنے کا طریقہ ہے، اور اَحکامِ باطنی، مثلاً: تواضع، شکر، رضا بالقضا، صبر، اِخلاص وغیرہ کسی اللہ والے مخلص بندے سے حاصل کرے:

شیخ نورانی زرہ آگہہ کند
نور را بالفظہا ہمرہ کند

ترجمہ:... ''نورانی شیخ رات سے آگاہ کرتا ہے، نور کو لفظوں سمیت ہمراہ کرتا ہے۔''

شیخ اپنے قلب کے نور کو اپنے الفاظ کے ہمراہ کرتا ہے، جس سے اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ والوں کی باتوں میں زیادہ اثر ہونے کا نکتہ:

اللہ والوں کی باتوں میں زیادہ اثر ہونے کا نکتہ یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، وہ دیکھ کر کہتے ہیں، کیونکہ وہ خود راستہ طے کرچکے ہیں، ان کے یقین کا اثر ان کی گفتگو میں ہوتا ہے، محقق پیر اور غیر محقق میں یہی فرق ہے، ایک مکہ مکرمہ کی زیارت کرکے اس کے راستوں سے کسی کو آگاہ کر رہا ہے، اور ایک جغرافیہ دیکھ کر بتلا رہا ہے، پہلے کے لب و لہجے اور گفتگو سے سننے والے کو اطمینان ہو رہا ہے، اور دُوسرے کی لمبی تقریر سے

بھی تسکین نہیں ہوتی، سننے والا دانش مند تاڑ جاتا ہے اور محقق اور غیر محقق میں فرق کر لیتا ہے:

عام می خوانند ہر دم نام پاک
ایں اثر نکند چوں نبود عشق ناک

ترجمہ:... ”عام لوگ ہر دم (اللہ کا) پاک نام لیتے ہیں، جب تک صاحبِ عشق نہ ہو یہ (اللہ کا نام لینا) اثر نہیں کرتا۔“

گفتگوئے عاشقاں درکارِ ربّ
جوشش عشق است نے ترکِ ادب

ترجمہ:... ”عاشقوں کی گفتگو ربّ کے کام میں، جوشِ عشق ہے نہ کہ ترکِ ادب۔“

تحصیلِ سلوک اور اولیاء کی اقسام:

دِین کا کام بالغین سے لیا جائے، یعنی مرشد غالب علی الاحوال سے سلوک سیکھا جائے، مجذوب اور مغلوب الحال سے سیکھنا جائز نہیں ہے، پھر ولیوں کی بھی بہت سی اقسام ہیں:

اوّل:... ایک وہ ہیں کہ باوجود تعلق مع اللہ کے توجہ الی الخلق بھی کر سکتے ہیں، یعنی ان کا توجہ الی الخلق کرنا یادِ حق سے حجاب کا باعث نہیں ہوتا، یہ حال ہے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کا، اور ان کے متبعین علمائے ربانیین کا، کہ یہ حضرات بھی فیضِ نبوّت سے غالب علی الاحوال ہوتے ہیں۔ مغلوب الحال سے ہدایت اور رہبری کا کام نہیں لیا جا سکتا۔

دوم:... دُوسرے وہ ہیں جو غلبۂ حال سے معذور ہیں، ان سے احیاناً بعض اقوال و افعال ایسے نکلتے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہوتے ہیں، حق تعالیٰ کے نزدیک وہ معذور ہیں، مگر نام چارہ بزرگ اور اہلِ ہویٰ ان کی آڑ میں نفس پروَرِی کا راستہ نکال لیتے ہیں، اور علماء کی نکیر پر جواب دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ تو یہ کرتے تھے۔

ایسے مجذوب و مغلوب لوگ قابلِ تقلید نہیں، ہاں! اگر سچ مچ مغلوب الحال ہیں، تو وہ نکیر و انکار کے قابل بھی نہیں، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا جائے، ایسا مجذوب، سالک ارشادی کے سامنے بے عقل بچے کی مانند ہے، بے عقل بچہ کبھی باپ کی داڑھی بھی پکڑ لیتا ہے، مگر اس کو کچھ نہیں کہا جاتا، لیکن اگر بالغ عقل مند ایسا کرے تو اس پر جوتے پڑیں، پس سلوک و تربیت کا کام بالغین یعنی ارشادی بزرگ و علمائے ربانیین سے لیا جائے، ان مغلوب الحال لوگوں سے اکثر کشف و کرامات بھی ظاہر ہوجاتی ہیں، عوام اس پر فریفتہ ہوکر انہیں علمائے ربانیین پر ترجیح دیتے ہیں، یہ ان کی بدفہمی ہے، اور بعض نام کے عالِم بھی ان کے ہمراہ ہوتے ہیں، یہ ان کی جہالت ہے، عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یار غالب جو کہ تاغالب شوی
یار مغلوباں مشو ہیں ای غوی

ترجمہ:... ''غالب دوست ڈھونڈ تاکہ تو غالب رہے،
دیکھ! عاجزوں کا ساتھی نہ بن، اے گمراہ۔''

حضرت منصورؒ اور علمائے وقت:

یاد رکھنا چاہئے کہ علماء نے حضرت منصورؒ (حسین بن منصور حلاج) پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا، یہ بالکل غلط مشہور ہے، بات یہ ہے کہ وزیر کو حضرت منصورؒ سے عداوت

ہوگئی تھی، اس نے فرضی استفتاء علماء کے پاس بھیج کر فتویٰ لیا، چونکہ علماء کے ذمہ تحقیقِ حال نہیں ہے، جو کچھ استفتاء پر تھا، اس کا جواب لکھ دیا، علماء کو کیا معلوم کہ کس کے لئے یہ استفتاء طلب کیا گیا ہے؟ مثنوی کے شعر سے بھی یہی اشارہ ہے:

چوں قلم در دستِ غدارے رسید
لا جرم منصور بردارے رسید

حضرت حکیم الأمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہی تحقیق ہے۔

(کذا فی معارفِ الٰہیہ)

شیخ کی ضرورت:

صحبتِ شیخ کے بغیر کام کرنے کے بہت سے مہلکات ہیں، چنانچہ جس نے شیخِ کامل کی صحبت کے بغیر اپنی رائے سے ذکر شروع کیا، وہ ناز اور تکبر سے ہلاک ہوا۔

نیز ذکر میں بعض اوقات لذّت و کیفیت محسوس ہوتی ہے، اور بغیر مرشد کے بھی بعض احوال وارد ہوجاتے ہیں، لہٰذا جو اسی کو مقصود سمجھ کر اس میں مستغرق ہوگیا، وہ مقصود سے رہ گیا اور ہلاک ہوگیا۔

اور کسی کے ہاتھ پر کرامت ظاہر ہوگئی، اس کی دُعا،، دَم دُرود اور تعویذ سے شفا ہوئی، یا کسی کو بچہ یعنی بیٹا ملا، مقدمہ فتح ہوا، یا مطلب پورا ہوا اور اس نے اپنے کو ولی اللہ سمجھ لیا اور ناز میں آیا، تو ہلاک ہوا۔

بعض نے لذّتِ ذکر کے باعث ذکر کو بڑھایا، دِل و دماغ پر زد پڑی، نیند ختم ہوئی، اختلاج کی بیماری لگ گئی، رفتہ رفتہ پاگل ہوگیا، لوگ اس کو مجذوب سمجھنے لگے، پاگل ہوکر خسر الدنیا والآخرۃ ہوگیا۔ حضرت حکیم الأمت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض لوگوں کا خط آیا کہ: حضرت! نیند کم آتی ہے اور ذکر کے وقت روشنی نظر آتی

ہے۔فرمایا کہ:

''فوراً ذکر کو ملتوی کرو اور کسی طبیب سے رُجوع کرو،
اور ہوا خوری کے لئے نکلا کرو!''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''جو شخص قوت سے زیادہ اوراد اختیار کرتا ہے، وہ گویا
اپنے کو اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ کچھ دن کے بعد سب
کچھ چھوڑ بیٹھوں گا۔''

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاوز اندریں صحرا مرو

ترجمہ:...''راہ کے لئے ساتھی چاہئے، اکیلا مت چل،
بغیر راہبر کے اس جنگل میں مت چل۔''

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں
ہیچ رہبر چیزے جز بسایہ مہرباں

ترجمہ:...''اس خواہش کو نہیں توڑ سکتا جہان میں، رہبر
کچھ نہیں سوائے سایۂ مہرباں کے۔''

ہویٰ کا معنی خواہشاتِ نفسانی ہیں۔

اہلِ محبت کی صحبت ضروری ہے:

سالک کو اہلِ محبت کی صحبت ضروری ہے، حدیث میں ہے:

''سَائِلِ الْعُلَمَاءَ، وَخَالِلِ الْحُكَمَاءَ، وَجَالِسِ
الْكُبَرَاءَ۔'' (کنز العمال ج:۱۰ ص:۱۰۱ حدیث:۲۹۲۴۹)

ترجمہ:... ''علماء سے (اَحکامِ دِینیّہ) پوچھتے رہو، اور حکماء سے ملتے جلتے رہو، اور بزرگوں کے پاس بیٹھا کرو (کبراء سے مراد جو عمر میں بڑا، یا نیکی میں بڑا ہو)۔''

اس حدیث میں ''خَالِط'' کو ''سَائِل'' کے مقابلے میں فرمانا، اشارہ ہے کہ صوفیہ کرامؒ سے استفادہ زیادہ قیل و قال اور کثرتِ سوالات پر موقوف نہیں، بلکہ یہ تو بلاضرورتِ شدیدہ اکثر مضر ہو جاتا ہے، کما یعرفه اهل الطریق!

نیز اس میں اشارہ ہے کہ صوفیہ کرامؒ سے زیادہ تعلق کی ضرورت ہے، کیونکہ مخالطت بدوں تکرار آمد و رفت و کثرتِ لزوم کے مستحق نہیں ہوتی۔

نیز اہل اللہ کی صحبت میں ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کی طرف نظر کر لیتے ہیں، تو وہ باسعادت ہو جاتا ہے: (تشرف ص:۱۲)

مہر پاکاں درمیاں جانِ نشاں
دل مدہ اِلَّا بمہرِ دِل خوشاں

ترجمہ:... ''پاک لوگوں کی محبت جان کا نشان ہے، خوش دِل لوگوں کے علاوہ کسی کو دِل مت دے۔''

من غلام آنکہ نہ فروشد وجود
جز بآں سلطاں بافضالِ وجود

ترجمہ:... ''میں اس کا غلام ہوں جو وجود کو فروخت نہیں کرتا، سوائے سلطان کے فضل و بخشش کے۔''

میں اس مقدس وجود کا غلام ہوں، جو دُنیا و مافیہا کے لئے اپنا وجود فروخت نہیں کرتا، بلکہ اپنا وجود صرف اس سلطانِ باافضال (خداوندِ کریم) کے لئے فروخت کرتا ہے۔

شیخ کی محبت عین محبتِ حق ہے:

شیخِ کامل کی محبت عین محبتِ حق ہے، شیخِ کامل وہی ہوتا ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتا ہے، جس کے ارادے اللہ تعالیٰ کے ارادے میں فنا ہوچکے ہوں، اس میں انانیت وخودی نہیں ہوتی، تسلیم، تفویض، مال اور جان کی قربانی اس کا عین مقصد ہوتا ہے، ایسے شخص کی محبت واطاعت، محبت واطاعتِ حق ہی ہوگی:

مردانِ خدا خدا نباشد
لیکن زخدا جدا نباشد

ترجمہ:... ''مردانِ خدا، خدا نہیں ہوتے، لیکن خدا سے جدا نہیں ہوتے۔''

خدمت او خدمت حق کردن است
روز دیدن دیدن آں روزن است

ترجمہ:... ''اس کی خدمت، حق کی خدمت کرنا ہے، ہر روز زیارت کرنا، اس کھڑکی کا دیکھنا ہے۔''

فانی فی اللہ کی خدمت، عین خدمتِ حق ہے، آفتاب دیکھنا، اس دریچے کا دیکھ لینا ہے، اس میں مبتدأ مؤخر اور خبر مقدّم ہے، یعنی اگر آفتاب سے تاباں دریچے کو دیکھ لیا، تو گویا آفتاب کو دیکھ لیا۔

شیخِ کامل کو چشمِ ابلیس سے مت دیکھو:

شیخِ کامل کو چشمِ ابلیس سے مت دیکھو، ابلیسِ لعین کی مردودیت کا یہی سبب ہوا تھا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو صرف طین یعنی مٹی کی طرف منسوب کیا،

اور آپ کی رُوح، جو مصاحبِ حق تھی، اس کے انوار و تجلیات سے وہ بے خبر تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے آپ کو افضل سمجھا، اور تکبر میں اس درجہ بڑھا کہ حق تعالیٰ پر اعتراض شروع کردیا، طالب کے لئے واجب ہے کہ مرشد کے سامنے مردہ بین یدی الغسال کی طرح رہے، اس کو شیخ پر کوئی شک نہ آنے پائے، اور اگر کوئی شبہ پیدا ہو تو جلدی سے استفسار کرکے اس شبہ کا ازالہ کرلے، اور اپنی غلطی سمجھے:

پیشِ رہبر ذلیل ہوجاؤ
متبعِ بے دلیل ہوجاؤ
پھر تو سچ مچ جمیل ہوجاؤ
یعنی اللہ کے خلیل ہوجاؤ

اگر شیخ و مرشد پر اعتقادِ کامل، محبتِ کاملہ، خدمت و ادبِ کامل اور طویل مدّت تک صحبت نصیب ہوجائے تو بفضلہٖ تعالیٰ ہزارہا رحمتیں و سعادتیں نصیب ہوجائیں گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

حصولِ معرفت کے لئے تین شرائط:

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے تین شرائط ہیں:

۱:...صحبتِ اہل اللہ۔

۲:...کثرتِ ذکر اللہ۔

۳:...تفکر فی خلق اللہ۔

سب سے اہم اور بنیادی چیز اہل اللہ کی صحبت ہے، صحبت کے بغیر عمر بھر کا مجاہدہ اور ریاضت شیطان منٹوں میں اکارت کردیتا ہے، صحبت یافتہ اکثر شیطانی و

نفسانی داؤ پیچ سے واقف ہوتا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ بچ جاتا ہے:

کیمیایست عجب بندگیٔ پیرِ مغاں
خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

ترجمہ:... ’’شیخِ کامل کی غلامی عجب کیمیا ہے، میں اس کے پاؤں کی دھول ہوگیا، مجھے اتنے درجات دیئے اس نے۔‘‘

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا
دِین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

صحبتِ اہل اللہ سے کثرتِ ذکر اللہ کی توفیق ہوتی ہے، اور کثرتِ ذکر اللہ کی برکت سے فکر حرکت کرتی ہے، پھر حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات میں غور کرتا ہے، اور عالم کا ہر ذرّہ، ہر پتہ اس کے لئے معرفت کا دفتر بن جاتا ہے:

برگِ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست از معرفت کردگار

ترجمہ:... ’’اہلِ عقل کی نظر میں سبز درختوں کے پتوں کا ہر پتا، اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک دفتر ہے۔‘‘

ذکر کی نسبت فکر سے زیادہ قرب بڑھتا ہے، مگر فکر میں جلا اور نورانیت ذکر ہی سے پیدا ہوتی ہے، صوفیوں کا مقولہ ہے: ’’فِکْرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً‘‘ ایک گھڑی کا غور و فکر ساٹھ سالہ عبادت سے بہتر ہے، فکر کی ترغیب قرآنِ مجید میں بھی ہے۔

عارف فکر سے مراتب طے کرتا ہے:

عارف فکر سے مراتب طے کرتا ہے، اولیاء اللہ جب ذکر سے تھک جاتے

ہیں تو فکر سے قرب کے مراتب طے کرتے ہیں، حتیٰ کہ غور وفکر اور تفکر اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بے ساختہ بول اُٹھتے ہیں: ''رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا'' پھر سرگوشی و مناجات کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے:

خامش ماند ونعرۂ تکرارِ شان
میرد و تا عرش و تخت یار شان

ترجمہ:...''وہ خاموش ہیں اور ان کا بار بار کا نعرہ ان کے یار کے عرش اور تخت تک جاتا ہے۔''

یہاں تک کہ معاملہ ضبط سے باہر ہوجاتا ہے:

تابہ زنجیر ندارد دِلِ دیوانہ ما
(تاکہ ہمارے دیوانے، دِل کو زنجیر میں نہ رکھیں)

نورِ ذکر، پیر کے نور کا جاذب ہوتا ہے:

طالب کا التزامِ ذکر، پیر کے نور کا جاذب ہوتا ہے، کثرتِ ذکر سے طالب کے اندر جو نور، فہم اور معرفت پیدا ہوتی ہے، وہ شیخ کے انوار و معرفت کے لئے جاذب ہوتی ہے، یعنی جذبِ نور کی صلاحیت التزامِ ذکر ہی سے پیدا ہوتی ہے:

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند
نوریاں مرنوریاں را جاذب اند

ترجمہ:...''ناری، ناریوں کے لئے ہی جاذب ہیں، نوری، نوریوں کے لئے ہی جاذب ہیں۔''

سالک کے لئے چند شرائط:

اوّل:... یہ کہ اس کی نیت صحیح ہو، مثلاً: یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے

بیعت ہو رہا ہوں یا اصلاحِ نفس کے لئے یا سعادتِ دارین کے لئے یا خودی و دوئی مٹانے کے لئے، سلوک (یعنی راستہ خدائی) سیکھ رہا ہوں، ان سب کا نتیجہ ایک ہی ہے، یعنی رضائے الٰہی، اور سب صحیح ہیں، گو الفاظ مختلف ہیں۔

دوم:... عزم بالجزم ہو کہ کسی مانع، رُکاوٹ اور تکلیف سے نیت میں خلل، نہ آئے:

دست از طلب ندارم تا کار من برآید
باتن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ترجمہ:... ''میں محبوب کی طلب سے باز نہ آؤں گا،
یہاں تک کہ یار مل جائے یا جان تن سے جدا ہو جائے۔''

سوم:... مجاہدہ مناسب: کہ فارغ وقت کو فارغ نہ رکھے، ''فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ'' جب فراغت ہو جائے تو (بندگی میں) تکلیف کھینچ۔ اور کام کرتے وقت ہو سکے تو ذکر میں ہمت کرے، مثلاً: زبانی ذکر، کہ وہ کام کرتے وقت بھی ہو سکتا ہے، یا پاسِ انفاس ہے، یا ذکرِ قلبی ہے، اس سے کام میں نقص نہیں آتا، تو ذکر میں ہمت کرے۔

اسی طرح فکر فی خلق اللہ بھی ہو سکے تو کرے، علیٰ ہذا القیاس، اگر کسی آیت کے معانی و مطالب میں کام کرتے وقت غور و فکر کر سکتا ہے تو کرے، وغیر ذالک۔ جس کام کے حصول و وصول میں دُھن نہیں ہوتی، وہ کام نہیں ہوتا:

کارکن کار بگذر از گفتار
کہ دریں راہ کار دارد کار

ترجمہ:... ''کام کر کام، بات کو چھوڑ، اس راہ میں کام
ہی فائدہ مند ہے۔''

قدم باید اندر طریقت نہ دم
ثباتے ندارد دم بے قدم

ترجمہ:... ''طریقت میں عمل چاہئے نہ کہ بات، بغیر عمل کے بات کو ثبات نہیں ہوتا۔''

اسی طرح اگر کام کرتے وقت مراقبہ اور محاسبہ کرسکتا ہے تو کرے، ہاتھ کام کی طرف، دِل یار کی طرف، جس شخص پر سخت مقدمہ ہوتا ہے، وہ گھر میں کام کاج بھی کیا کرتا ہے اور مقدمہ کے معاملات میں سوچ بچار بھی کیا کرتا ہے، جس کا بچہ سخت بیمار ہوتا ہے، وہ کام بھی کیا کرتا ہے اور دواسازی وغیرہ بھی سوچا کرتا ہے۔

چہارم:... ماہرِ فن، مجاز از شیخ، امراضِ قلبیّہ و علاجات کا واقف کامل شیخ تلاش کرے، اس کی پہچان نہایت آسان ہے کہ خواصِ اُمت جس کو اللہ والا کہتے ہیں، اس کا دامن پکڑلو، خواصِ اُمت سے مراد اس کے ہم عصر علمائے متقین ہیں، علماء وخواص کا پہچان لینا اور اللہ والا سمجھنا، عوام کے لئے اس کے کامل ہونے کے لئے کافی ہے۔

پنجم:... ادب ومحبتِ شیخ ضروری ہے:

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی
بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

ترجمہ:... ''ادب لطفِ الٰہی کا ایک تاج ہے، سر پر رکھ اور جہاں چاہے چلا جا۔''

اگر مرشد سے محبت نہ ہو تو بھی فیض سے محروم رہتا ہے، محبت سے حاضرانہ، غائبانہ فیض سے مستفیض ہوسکتا ہے، محبت و ادب والا بعید ہونے کے باوجود بھی درحقیقت قریب ہے، اور بے ادب و بے محبت قریب ہونے کے باوجود بھی دُور ہے۔

ششم:... مرشد کو اپنے حالات کی اطلاع دیتا رہے، اور اس کی فرمودہ اصلاح پر کاربند رہے، وگرنہ محروم رہے گا۔

ہفتم:... اگر مرشد کی خدمت میں اجازت کے ساتھ رہنا نصیب ہو سکے تو اصل بنیادی چیز یہی ہے:

فقر خواہی آن بصحبت قائم است
نہ زبانت کاری آید نہ دست

ترجمہ:... ''فقر چاہتا ہے تو وہ صحبت میں قائم ہے، نہ تیری زبان کام آئے نہ ہاتھ۔''

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ'' سچوں کے ساتھ رہو۔ ان کی صحبت کی برکت سے صدق فی الاعمال اور صدق فی الاقوال تمہارے اندر آجائے گا، بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہ۔

ذکر میں کیفیت کا انتظار نہ کرے:

ذکر میں کیفیت کا انتظار نہیں چاہئے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ: اللہ، اللہ تو کرتا ہوں، لیکن کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا؟ حضرت حاجی صاحبؒ بڑے محقق تھے، ارشاد فرمایا کہ: یہ کیا کم ہے کہ تم اللہ کا نام لیتے ہو؟ یہ توفیق کیا معمولی نعمت ہے؟ جب پہلا اللہ کہنا قبول ہوجاتا ہے، تب دُوسری بار اللہ کا نام منہ سے نکلتا ہے:

گفت آں اللہ تو لبیک ماست
آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست

ترجمہ:... ''اس نے ''اللہ'' کہا تو ہماری ''لبیک'' ہے،
تیری عاجزی، تیرا درد اور تیرا سوز ہمارا قاصد ہے۔''

ذکر میں نیت خالص کرو:

ذکر وعبادت میں نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی کرے، پہلے بھی گزر چکا ہے کہ اس نیت کے سوا جو بھی نیت کرے گا، چاہے کشف وکرامت، انوار وتجلیات وغیرہ کی ہو، گو ظاہراً محمود معلوم ہوں، پھر بھی حجاب ہیں، گو نورانی حجاب ہیں، محققین فرماتے ہیں کہ ہر سالک حجابِ ظلمانی، مثلاً: حسد، ریا اور خلافت لینے کے قصد وغیرہ کے ازالہ کی سعی کرتا ہے، مگر حجابِ نورانی، مثلاً: کشف وغیرہ کو اکثر حاصل کرنا چاہتے ہیں، حاصل ہوجانے کے بعد سمجھتے ہیں کہ اب مجھے ولایت مل گئی، اس کے دفع کرنے کی کوشش کیسے کریں؟ حالانکہ یہ وہ حجاب ہیں جو محبوب سے روک لیتے ہیں:

از خدا جز خدا چیزے مخواہ
خدایا از تو ترا طلبم

ترجمہ:... ''خدا سے خدا کے سوا کچھ مت چاہ، اے
خدا! تجھ سے تجھ ہی کو طلب کرتا ہوں۔''

ریا کے خوف سے عبادت ترک نہ کرے:

ریا کے خوف سے عبادت کا ترک کرنا بھی ریا ہے، غیر عارف کبھی ریا کے خوف سے عبادت ہی ترک کردیتا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ریا کے خوف سے عبادت کا ترک کرنا بھی ریا ہے۔

اِخلاص کا طریقہ:

ریا کا تحقق جبھی ہوتا ہے جب مخلوق کی رضا کے لئے عبادت کی نیت کی جائے، جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عبادت شروع کی اور پھر دُوسرے کے دیکھنے سے کچھ خیال آرہا ہے کہ عابد سمجھیں گے تو یہ ریا نہیں بلکہ وسوسۂ ریا ہے، اور وسوسۂ ریا مضر نہیں، ہاں! یہ خیال بھی کچھ اچھا نہیں، اس کو دفع کرے کہ اگر مخلوق نے مجھے اچھا سمجھا اور خالق کے نزدیک اچھا نہ نکلا تو مخلوق کے اچھا سمجھنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ پس اِخلاص کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے عبادت شروع کردو، پھر بھی ریا کا وسوسہ آئے تو وہ ریا نہیں۔

فنائیت کا دعویٰ خود تکبر ہے:

اپنی فنائیت کا دعویٰ کرنا خود تکبر کی علامت ہے، کسی کو عبادت کا پندار ہوتا ہے کہ میں عابد ہوں، اور کسی کو اس اَمر کا پندار کہ میں پندار سے نجات پا گیا، بس اب میرے میں کوئی دعویٰ نہیں رہا:

گفتی بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی است

ترجمہ:... ''تو نے کہا: میں نے عجب کا بت توڑ دیا ہے، اب چھوٹ گیا ہوں۔ یہ بت کہ تو نے عجب توڑ دیا ہے، باقی ہے۔''

تحدیث بالنعمۃ مبتدی کے لئے جائز نہیں:

مبتدی کے لئے تحدیث بالنعمۃ جائز نہیں، کیونکہ ابھی اس کے اندر اِخلاص کا رُسوخ نہیں ہے، پس عادۃً اس کا ریا سے محفوظ رہنا ناممکن ہے، تحدیث بالنعمۃ کا مقام منتہی کا ہے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام دائماً ابداً علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین

اے خدا! احسان تو اندر شمار

می نتوانم بازبان صد ہزار

ترجمہ:... ''اے خدا! تیرے احسان لاکھ زبانوں کے باوجود بھی شمار میں نہیں لاسکتا۔''

جان و گوش، چشم و ہوش پا و دست

جملہ از دریائے احسانت پُر است

ترجمہ:... ''جان اور کان، آنکھ اور ہوش، ہاتھ اور پاؤں، تمام تیرے دریائے احسان سے پُر ہیں۔''

اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

مسائلِ تصوف
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ!

تعریف کے لائق اللہ تعالیٰ ہے، جو بڑا مالک ہے، اور اُسی کی طرف دین کے راستوں کی انتہا ہے، اور دُرود و سلام ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو، جن کے برابر کمالات میں کوئی دُوسرا نہیں، اور وہ اس راستے کے بہترین رہبر ہیں، اور آپ کی اولاد، اصحاب اور اُمت پر دُرود و سلام ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ!

تمہید:

جاننا چاہئے کہ اصلاحِ ظاہر و باطن کا ہرکس شائق ہے:

ہمہ کس بمیداں ارادت دارند
ولے گوئے بخشش نہ ہرکس بُرند

ترجمہ:... ''تمام لوگ میدان میں ارادہ رکھتے ہیں،
لیکن بخشش کی گیند ہر شخص نہیں لے جاتا۔''

مگر بوجہ تنگیٔ معاش، بے فرصتی اور لگاتار مصیبتوں کے، نہ مصلح و مرشد کی طرف آجاسکتے ہیں، نہ کتبِ اخلاق کو دیکھ سکتے ہیں، نہ اُن کو ایسا کوئی مختصر رسالہ ملتا ہے جس کو پڑھ کر اپنی اصلاح کرسکیں، یا اصلاح کے شوق مند ہوجائیں، غلطی سے بچ

جائیں، اور نیکی کی رغبت ہوجائے، اسی ضرورت کی بنا پر ایک چھوٹا سا رسالہ مسائلِ تصوّف میں کتبِ اسلاف کرام سے ضروری مسائل لکھ کر پیشِ خدمت ہے، اللہ تعالیٰ قبول ومقبول فرمائے اور بنائے، **لا حول ولا قوۃ الا باللہ!**

اِثباتِ ولایت:

مسئلہ:... اِثباتِ ولایت میں: صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے متعلق سوال کیا، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کی بندگی اس طور کر کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اتنا نہیں کرسکتا، تو یہ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔" (مشکوٰۃ ص:۱۱ بحوالہ صحیح بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقائد اور اعمالِ صالحہ کے علاوہ کوئی دُوسرا کمال بھی ہے، جس کو "اِحسان" کہتے ہیں، اسی کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں، صوفی جب اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر مستغرق ہوجاتا ہے کہ اُس کے سوا کسی چیز کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی، تو اِس وقت اُس کو ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یا یہ کہ خدا تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے، (اس کے سوا اور دلائل بھی بہت سے ہیں)۔

ولایت کیا چیز ہے؟

سوال:... ولایت کیا چیز ہے؟

جواب:... سالک کے قلب میں اکثر و بیشتر تفصیلی یا اجمالی ریاضت ومجاہدہ کے بعد اور گاہے بلا ریاضت کے، قرب و وصول الی اللہ کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے،

اور اس کے بعد محض فضل خداوندی سے اس کے قلب میں بالفعل مطلوبِ حقیقی کے ساتھ ایک خاص جذبی تعلق پیدا ہوجاتا ہے، اس کو نسبت، سکینہ اور نور سے تعبیر کرتے ہیں، اسی نسبت کے پیدا ہوجانے کا نام ولایت و وصول ہے، یہ محبوبیت کا مرتبہ ہے، حدیث میں ہے:

''لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتّٰی احبّه.'' (مشکوٰۃ ص:۱۹۷ بحوالہ بخاری)

ترجمہ:... ''میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔''

اس کو ولایتِ خاصہ کہتے ہیں۔

اہلِ سلوک کی اصطلاح میں ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں جس کو یہ نسبت حاصل ہو، اس کے علاوہ دُوسری ولایتِ عامہ ہے، جو ہر مؤمن کو حاصل ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: ''اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' (البقرہ:؟؟) (اللہ تعالیٰ ولی ہے مؤمنوں کا)۔ تصحیحِ عقائدِ ضروریہ (گو تقلیداً ہو) اور ضروری اعمال کی پابندی سے یہ ولایت حاصل ہوجاتی ہے۔

ولایت دو چیزوں پر موقوف ہے:

مسئلہ:... ولایت کا مدار صرف دو چیزیں ہیں: ایک ایمان، دوم تقویٰ، سو جس درجے کا ایمان اور تقویٰ حاصل ہوگا، اُسی درجے کی ولایت ہوگی، یہ دونوں چیزیں یعنی ایمانِ کامل اور تقویٰ کامل، نماز، روزہ کی طرح فرض و واجب ہیں، اور ان دونوں کا محل قلب ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ

یَحْزَنُوْنَ. اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ." (یونس:۶۲، ۶۳)

ترجمہ:... "یاد رکھو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں، نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جو لوگ کہ ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔"

زیادتیٔ قربِ الٰہی پر زیادتیٔ ثواب:

مسئلہ:... جس قدر قربِ خداوندی بڑھتا جائے گا، اُسی قدر اُس کی عبادت کا ثواب دُگنا چوگنا بڑھتا جائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"ایک رات کو ستارے ظاہر اور گنجان نظر آرہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی ایسا ہوگا جس کی نیکیاں ان ستاروں کے برابر ہوں؟ فرمایا: ہاں، وہ عمرؓ ہے! میں نے کہا: ابوبکرؓ کی نیکیاں کس قدر ہیں؟ فرمایا: عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔" (مشکوٰۃ ص:۵۶۰)

اس سے باوجود شرافت فی الخلافت اور تمام متعلقات کے ہر دو خلفاء کا تفاوت صاف ظاہر ہے، پس وہ شخص جو صفات کے مرتبہ میں پہنچ چکا ہو اور دُوسرا جو ابھی دائرہ ظلال میں ہو، ان میں کس قدر تفاوت ہوگا؟

کشف دو قسم پر ہے:

مسئلہ:... کشف دو قسم پر ہے: ۱:... کشفِ کونی، ۲:... کشفِ الٰہی۔

کشفِ کونی: وہ ہے کہ جو چیزیں نظر سے غائب ہیں، اُن میں سے بعض چیزیں ظاہر ہوجائیں، یا زمانہ ماضی و مستقبل سے بعض چیزیں ظاہر ہوں۔

کشفِ الٰہی: وہ ہے کہ اپنے حال یا سالکین کے حالات اور اُن کے قربِ

خداوندی کے مراتب معلوم ہوجائیں، یا وہ علوم ظاہر ہوں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات یا اس کے اَحکام وقوانین سے متعلق ہیں، یعنی اَحکامِ شرعی کی حکمتیں ظاہر ہوں گی، تقلید سے تحقیق نصیب ہوتی جائے گی، محبت، اُنس، ہیبت اور جلال و جمالِ الٰہی تعالیٰ کی کیفیتیں نمودار ہوں گی، اس کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کا برتاؤ اس کے ساتھ دُرست ہوجائے گا، اغلاط پر تنبیہ ہونے لگے گی، ایسے ایسے علم سے منوّر ہوگا، جو نبیوں کو ملے تھے:

بینی اندر خود علومِ انبیاء
بے کتاب و بے میعد و اوستا

ترجمہ:... ''تو دیکھے گا اپنے اندر انبیاء کے علوم، بغیر کتاب، بغیر تکرار اور بغیر اُستاذ کے''

اصحابِ کشفِ کونی و کشفِ الٰہی میں فرق:

مسئلہ:... کشفِ کونی جہان کے معاملات کے متعلق ہوتا ہے، اور کشفِ الٰہی دُنیا سے بالاتر چیزوں کے متعلق ہوتا ہے، پس جیسے خالق ومخلوق میں فرق ہے، اسی طرح ان اہلِ کشف کے کمالات کے درمیان بھی فرق ہے، ہاں! وہ ولی جس کو اللہ تعالیٰ نے کشفِ الٰہی بھی عطا فرمایا ہے، پھر کسی حکمت سے کشفِ کونی بھی دے دیا ہے، تو نورٌ علیٰ نور ہے، وہ زیادہ مرتبے والا ہے۔

قطب الارشاد والتکوین:

مسئلہ:... جس کو کشفِ الٰہی ہوتا ہو، اگر اس کو پیری، مریدی کی خدمت اور مخلوق کے باطن کی اصلاح پر مأمور کردیا جائے تو وہ ''قطب الارشاد'' کہلاتا ہے، اور اگر مخلوقِ خدا کی دُنیاوی اصلاح و دُرستی کشفِ کونی والے سے متعلق ہوجائے تو وہ

’’قطب التکوین‘‘ کہلاتا ہے۔ (کذا فی تسہیل قصد السبیل)

اِلہام:

مسئلہ:... اِلہام وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صوفی کے دِل میں کسی چیز کا علم ڈال دے، کلامِ ہاتف یعنی کوئی آواز سنائی دے جس سے کسی چیز کا پتا وخبر ہوجائے۔

اِلہام و وسوسہ میں فرق:

مسئلہ:... اِلہام و وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ اِلہام سے دِل مطمئن ہوتا ہے اور یقین کرتا ہے، اور وسوسہ کا دِلِ سلیم انکار کرتا ہے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ! وَاِنْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ.‘‘

(کنز العمال ج:۱۰ ص:۲۵۰)

ترجمہ:... ’’اپنے دِل سے فتویٰ پوچھ! اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھے فتویٰ دیں۔‘‘

صوفی کو لائق ہے کہ دِل سے فتویٰ پوچھے۔

کشف و اِلہام وہ مقبول ہے جو شرع کے موافق ہو:

مسئلہ:... کشف و اِلہام اگر شریعت کے خلاف ہوں تو قابلِ عمل نہیں ہیں، اگر اس کی کوئی صحیح تأویل نہیں ہوسکتی تو قابلِ رَدّ ہیں۔ کشف و اِلہام اگر مؤیدِ اَحکامِ شرعی ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہیں، اگر مخالف بھی نہیں، اور موافق ہونا بھی مشکوک ہے، تو احتیاط اس میں ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔

کرامت وخرقِ عادت ولایت کے لئے لازم نہیں:

مسئلہ:... ولایت کے لئے کرامت اور خرقِ عادات لازم نہیں ہیں، اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باتفاق اہلِ سنت والجماعت اولیاء اللہ ہیں، بلکہ مابعد کے ولیوں سے افضل ہیں، لیکن اکثر اصحاب سے کرامت وخرقِ عادات مروی نہیں ہیں۔

سوال:... اگر خوارق وکرامات شرطِ ولایت نہیں تو کیسے پتا چلے گا کہ یہ ولی ہے؟

جواب:... حضرت مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

ولایت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت ہے، کسی کو اس پر مطلع ہونا ضروری نہیں، اکثر اولیاء کو خود اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا، پھر دُوسروں کو کیسے پتا چلے؟ موت کے بعد اس کا ثمرہ ظاہر ہوگا۔ خوارق کے اظہار کی ضرورت انبیاء علیہم السلام کو ہے تاکہ خلقت پر اپنی نبوّت کو ظاہر کریں، اولیاء اپنے پیغمبر کی شریعت کی دعوت دیتے ہیں، شریعت کے بجالانے کی دعوت دیتے ہیں، پھر ذکر کی تعلیم دیتے ہیں، اِن کو اس دعوت میں کرامت کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ نیز مرید رشید کے لئے شیخ ومرشد کی کرامت ہر لحظہ ظاہر و باہر ہے، کیونکہ اس کا مردہ دِل زندہ ہو رہا ہے، نیکی کی رغبت بڑھ رہی ہے، گناہوں سے نفرت آرہی ہے، سنت پر اِستقامت اور ہر دَم اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت افزوں ہے، یہ کرامتیں خواص کے نزدیک معتبر ہیں، گو عوام کو اس کا پتا نہ چلے۔

علاماتِ ولایت:

مسئلہ:... ولایت کی علامات یہ ہیں کہ: ظاہراً شریعت پر کمالِ اِستقامت رکھتا ہو، ہر کام، چاہے دُنیا کا ہو یا دِین کا، سنت حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق کرتا ہو، اس کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی یاد زیادہ ہو، دُنیا سے دِل سرد ہونے

لگے، اس زمانے کے عالم، درویش اور منصف مزاج لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہوں، عام لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو لوگ سمجھ دار اور دِین دار ہوں، اس کے زیادہ معتقد ہوں، اور اس کے مریدوں میں سے اکثر کا حال یہ ہو کہ شرع کے پابند ہوں اور دُنیا کے بدلے دِین نہ بیچتے ہوں، وغیر ذالک۔

بعض ولیوں میں جذبی تأثیر:

مسئلہ:... بعض ولیوں کے باطن میں اس قدر جذبی تأثیر ہوتی ہے کہ مرید کو مراتبِ قربِ خداوندی پر پہنچادیتے ہیں، ایسے ولی کو مکمِل کہتے ہیں، یعنی جو کمال بھی رکھتا ہے، اور تکمیل بھی کراتا ہے، جبکہ بعض کامل تو ہوتے ہیں، مگر مکمِل نہیں ہوتے۔

مراتبِ ولایت کی کوئی حد نہیں:

مسئلہ:... مراتبِ ولایت کی کوئی حد نہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا“ یعنی کہہ (اے رسولِ کریم!) اے ربّ! میرے علم کو بڑھا۔

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود
تاجاں باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر درکار است ریزند
کم باید کرد و خشک لب باید بود

ترجمہ:... ”خدا کی راہ میں سراپا ادب ہوجانا چاہئے، جب تک جان میں جان باقی ہے، طلب میں رہنا چاہئے، اگر تیرے مقصود میں دریا کے دریا گر پڑیں، کم کرنا چاہئے اور خشک لب ہونا چاہئے۔“

اے برادر بے نہایت در گہیست
ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

ترجمہ:... ''اے بھائی! لا متناہی دربار ہے، تو جس درجے پر بھی پہنچے، اس پر مت ٹھہر۔''

نگویم کہ بر آب قادر نیند
کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

ترجمہ:... ''میں نہیں کہتا کہ وہ پانی پر قادر نہیں، (لیکن) دریائے نیل کے ساحل پر استسقا کے مرض میں مبتلا ہیں۔''

اپنے سے زیادہ کامل سے فیض لے:

مسئلہ:... کامل اگر اپنے سے کسی زیادہ کامل کو دیکھے، تو اس سے فیض لے لے، بلکہ اگر اپنے سے ناقص میں کوئی فضیلت دیکھے، تو اس کو بھی طلب کرے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کیا، کیونکہ:

''اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا'' (ترمذی ج:۲ ص:۹۳)

یعنی دِین کی بات مؤمن کی گم شدہ چیز ہے، جس جگہ پائے، لے لے، وہ اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے۔

ولیٔ کامل، فیض دینے کے لئے کہے:

مسئلہ:... اولیائے کامل جن کو ارشاد و تکمیل کی قدرت ہے، ان کو چاہئے کہ لوگوں کو فیض لینے کے متعلق کہیں، اور لوگوں کے طعن و انکار کی پروا نہ کریں، کیونکہ اولیاء کرام پیغمبرانِ دِین کے نائب ہیں، اور یہ منصبِ عظمیٰ کسی بے عقل کے

انکار سے ترک نہیں کیا جاسکتا۔

ولی کو اظہارِ نعمت دُرست ہے:

مسئلہ:... اولیاء کو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو اِنعام فرمایا ہے اور قرب و اصلاحِ نفس کا جو درجہ عطا فرمایا ہے، اس کو ظاہر کریں، ارشادِ الٰہی: "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" (الضحیٰ:۱۱) (یعنی اپنے ربّ کی نعمت کا بیان کر!) میں اسی کا بیان ہے۔

تزکیۂ نفس اور اظہارِ نعمت میں فرق:

سوال:... جب ارشادِ الٰہی: "فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ" (النجم:۳۲) میں حق تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اپنے نفس کی پاکی کرو، تو کیا اپنی اصلاح اور تزکیہ کا اظہار، پاکیٔ نفس کا بیان نہیں؟

جواب:... تزکیۂ نفس اور اظہارِ نعمت میں فرق ہے۔

اگر اُن کمالات کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور عطائے الٰہی کو فراموش کرتا ہے، تو یہ تزکیۂ نفس، تکبر ہے، جو ممنوع اور حرام ہے۔

اگر ان کمالات کو اِنعامِ الٰہی سمجھتا ہے اور اپنے وجود میں ان کو عاریت کے طور پر جانتا ہے، اور اپنے نفس کو ناقص اور مبدأ شر سمجھتا ہے، اور بطور اظہارِ نعمت کے تزکیۂ نفس کو بیان کرتا ہے، تو یہ تحدیث بالنعمۃ اور شکر ہے، جو کہ جائز اور مستحسن ہے، مگر مرید و سالک ہمیشہ اپنے آپ کو متہم سمجھے اور نفس کے مکر سے بےفکر نہ ہو۔

مرشد ایسی حرکت نہ کرے جو بے اعتقادی کا سبب بنے:

مسئلہ:... صاحبِ ارشاد پر واجب ہے کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جو مخلوق کی بے اعتقادی کا سبب بنے، اس لئے کہ منصبِ ارشاد منصبِ عالی ہے، اور منصبِ

ارشاد پر فائز شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب وسجادہ نشین ہے، لہٰذا وہ اس منصب کو ملوث نہ کرے، اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب تک اپنی پاکی و صفائی کو خلقت پر ظاہر نہ کیا، قید خانے سے نہ نکلے۔

ولایتِ کاذبہ کا مدعی مسیلمہ کذّاب کا خلیفہ ہے:

مسئلہ:... اگر کسی نے طلبِ جاہ، نام، نمود اور شہرت کے لئے ولایت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو وہ مسیلمہ کذّاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے، اس لئے کہ:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا"

(الانعام:۹۳)

یعنی اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔

مسئلہ:... طلبِ طریقت اور کمالاتِ باطنی کا حاصل کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ"

(آل عمران:۱۰۲)

ترجمہ:... "اے مسلمانو! ڈرو اللہ سے پورے طور ڈرنا۔"

یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اُن کو چھوڑ دو اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اُن کو اختیار کرو، تاکہ ظاہر و باطن میں رَبّ تعالیٰ کی کوئی ناپسندیدہ چیز نہ ہو۔ اور قلب میں: اعتقادِ باطلہ، اخلاقِ رذیلہ، مثلاً: حسد، کبر، عجب وغیرہ اور خیالاتِ فاسدہ بھی نہ ہوں۔ اور ظاہر بھی، مثلاً: آنکھ، کان، زبان، فرج، وغیرہ اعمالِ کاسدہ سے پاک ہوں۔

چونکہ "اِتَّقُوْا" اَمر کا صیغہ ہے، اور اَمر وجوب کے لئے ہوتا ہے، اس لئے طریقت وکمالاتِ باطنی کا حاصل کرنا واجب ہے۔

اسی طرح حق تعالیٰ دُوسری جگہ فرماتے ہیں:

"وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ" (الانعام:۱۲۰)

ترجمہ:... "اور چھوڑو ظاہری و باطنی گناہ کو۔"

پس جو چیز کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، اُس کو بجا لانا ہی کمالِ تقویٰ ہے، پس تقویٰ اِصلاحِ قلب و جسد کا نام ہے، اسی لئے اِصلاحِ قلب و جسد کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں، اس کو صوفیہ کرام فنائے نفس کہتے ہیں، اور صلاحِ قلب و جسد واجبات میں سے ہے، اور واجبات کا بجالانا اور منہیات سے رُکنا اخلاص کے بغیر غیر معتبر و غیر مقبول ہے، اور اخلاص فنائے نفس کے سوا مشکل ہے، جس سے ثابت ہوا کہ تحصیلِ کمالاتِ ولایت فرائض میں سے ہے، اور چونکہ تکلیف بقدرِ طاقت ہے، اسی لئے فرمایا گیا: "فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" (التغابن:۱۶) یعنی اللہ سے ڈرو اُس قدر کہ تم کو طاقت ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ صلاحِ قلب و جسد کی تحصیل واجبات میں سے ہے، اور صلاحِ قلب و جسد بغیر اِخلاص کے مقبول نہیں، اور اِخلاص سوائے فنائے نفس کے ممکن نہیں۔

اور اِخلاص یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، یہ شرعاً فرض ہے، اور جس پر اخلاص موقوف ہوگا، وہ بھی فرض ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم!

فضائل و کمالات کے لئے مشکلات لازم ہیں:

مسئلہ:... فضائل و کمالات کے لئے مشکلات لازم ہیں، کوئی کمال بغیر مجاہدہ، مشقت اور مدّت دراز کے حاصل ہونا دشوار ہے:

شیوهٔ نازک دلاں نبود سلوک راہ فقر
سخت دُشوار است بار شیشہ و راہ سنگلاخ

ترجمہ:...''راہِ فقر پر چلنا نازک دل والوں کا کام نہیں،
شیشہ کا بوجھ سخت دُشوار اور راستہ سنگلاخ ہے۔''

پہلی مشکل:... اتباعِ ہویٰ اور شہوت ہے، جس سے شقاوت و ضلالت ہوتی ہے:

آفت ایں در ہوا و شہوت است
ورنہ اینجا شرب اندر شربت است

ترجمہ:...''اس در کی آفت خواہش و شہوت ہے، ورنہ
اس جگہ شربت در شربت ہے۔''

یعنی اس دروازہ کی آفت خواہشِ نفسانی اور آرزو ہائے باطلہ ہیں، ورنہ یہاں لذائذِ رُوحانیہ کے مزے ہی مزے ہیں۔

دُوسری مشکل:... آفتِ غفلت، سستی اور محنت سے گریز، قلتِ فرصت، اُستاذِ کامل کا نہ ملنا، سہو اور نسیان وغیرہ وغیرہ۔

تیسری مشکل:... حصولِ کمالات کے درمیان یا بعد میں ان چیزوں کا آجانا، مثلاً: غرور، کتمانِ حق، کبر، طمع وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ کہا گیا ہے: ''لِکُلِّ شَیْءٍ اٰفَۃٌ وَلِلْعِلْمِ اٰفَاتٌ'' یعنی ہر شیٔ کے لئے ایک آفت ہے، اور علم کے لئے بہت سی آفات ہیں۔

چوتھی مشکل:... اُستاذ و مرشد کی بے ادبی ہے، صاحبِ مثنوی فرماتے ہیں:

یارِ چشم تست اے مرد شکار
از خس و خاشاک اورا پاک دار

ترجمہ:...''اے مرد! تیری آنکھ کا مطلوب، شکار ہے،
اس کو خس و خاشاک سے صاف رکھ۔''

یار سے مرشد مراد ہے، یعنی مرشد گویا تیری آنکھ ہے، اس کو اسبابِ کدورت خاطر سے پاک رکھ:

با صاف ضمیراں بادب باش کہ اینجا
از آب گہر آئینہ زنگار گرفت است

ترجمہ:... ''پاک دِل والوں کے ساتھ باادب رہ، کہ اس جگہ آبِ گوہر سے آئینہ زنگ پکڑتا ہے۔''

صاف دِل والوں یعنی شیخ و مرشد کے ساتھ ادب کے ساتھ رہ، اس لئے کہ شیشہ (یعنی دِلِ مرشد) پانی سے زنگار (یعنی رنجش) لے لیتا ہے، یعنی مرشد تھوڑی سی بے ادبی سے کبیدہ خاطر اور رنجیدہ ہوجاتے ہیں، اور یہ مرید کے نقصان کا سبب ہوجاتا ہے۔

قربِ الٰہی تعالیٰ کی علت:

مسئلہ:... قربِ الٰہی تعالیٰ کی علت موجبہ جذب ہے، جذب کشش کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندگان میں سے کسی بندہ کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنا مقرّب بناتا ہے، پھر جذب دو قسم پر ہے:

۱:... جذب بلاواسطہ: یعنی کسی چیز کے واسطے کے بغیر کھینچنے کو ''اجتبا'' کہتے ہیں، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: ''اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ'' (الشوریٰ:۱۳) (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے)۔

۲:... جذب بالواسطہ: یعنی کسی چیز کے واسطے سے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے: ''وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ'' (الشوریٰ:۱۳) (جو اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع اور انابت کرتا ہے، اس کو راہ دکھاتا ہے)۔

وہ واسطہ عبادت ہوتی ہے یا انسانِ کامل کی صحبت، اگر جذبِ الٰہی بواسطہ عبادت ہو، تو اس کو ثمرۂ عبادت کہتے ہیں، اور اگر بواسطہ صحبتِ انسانِ کامل و مکمل ہو، تو اس کو تأثیرِ شیخ کہتے ہیں۔

(پہلا مسئلہ علتِ فاعلیہ کے اعتبار سے ہے، اور دُوسرا مسئلہ علتِ قابلیہ کی جہت سے ہے)۔

انسانوں کی استعدادیں مختلف ہیں:

مسئلہ:... اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو استعدادیں رکھی ہیں، اُن میں ایک دُوسرے سے ہزاروں کوس کا فرق ہے، جیسے زمین میں کہیں سونے کی کان ہے، کہیں چاندی کی، کہیں لوہے کی، کہیں نباتات کے اُگانے کی، کہیں کچھ، کہیں کچھ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ"

(مشکوٰۃ ص:۳۲)

ترجمہ:... "انسان کی مثال سونے اور چاندی کی کان کی مانند ہے۔"

موانعِ قرب کا علاج، عبادتِ صحیحہ وصحبتِ کامل ہے:

مسئلہ:... قربِ الٰہی سے روکنے والی چیزیں بہت سی ہیں، من جملہ ان کے اخلاقِ رذیلہ، مثلاً: حسد، کبر، عجب، ریا، غفلت، جہل، جنس عناصر اور لطائف عالم خلق (کی کثافت) وغیرہ ہیں۔ عبادتِ صحیحہ اور انسانِ کامل کی صحبت جیسے قربِ خداوندی کا سبب ہیں، ویسے ہی قربِ الٰہی سے روکنے والی چیزوں کے لئے دافع بھی ہے۔

سیرِ آفاقی و انفسی:

مسئلہ:... سیرِ آفاقی و انفسی میں تحصیلِ کمال کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے:

۱:... شیخ کی تجویز کے موافق عبادت و ریاضت۔

۲:... شیخِ کامل و مکمل کا جذب۔

پہلی چیز سے تزکیۂ نفس و عناصر ہوتا ہے، اور لطائفِ عالمِ امر کا، جو کہ لطائفِ عالمِ خلق کی رفاقت وصحبت کی وجہ سے ظلمانی ہوگئے تھے، اور اپنے آپ کو اور خدا تعالیٰ کو بھلادیا تھا، تصفیہ ہوتا ہے، تو غفلت کافور اور دُور ہوجاتی ہے۔

اور دُوسری چیز یعنی شیخِ کامل و مکمل کے جذب سے نسبت اور قربِ الٰہی تعالیٰ ملتا ہے، سیر، سلوک، معارج اور مدارج حاصل ہوتے ہیں، اِن چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے اولیائے کرام کے دو طریق ہیں:

۱:... بعض حضرات سلوک کو جذب پر مقدّم کرتے ہیں، چنانچہ پہلے موانع یعنی اخلاقِ رذیلہ کو دفع کراتے ہیں، اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً: انابت، زُہد، توکل، صبر اور رضا وغیرہ کی تحصیل کراتے ہیں، پھر سالک کو قربِ الٰہی کے لئے مستعد کراکے خدا تعالیٰ کی طرف جذب کرتے ہیں، اس کو ''سالکِ مجذوب'' کہتے ہیں، اور اس سیر کو ''سیرِ آفاقی'' کہتے ہیں، اس لئے کہ اولیاء اللہ اس تزکیہ و تصفیہ کو خارج میں یعنی وجود کے باہر دیکھتے ہیں، یہ سیر طویل اور دُور دراز ہوتی ہے، اور اس میں بہت مشقت ہوتی ہے، اگر مقصود حاصل ہونے سے پہلے سالک مرگیا تو ناکام رہا، اسی بنا پر حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بالہامِ الٰہی تعالیٰ جذب کو سلوک پر مقدّم کیا ہے۔

۲:... بعض حضرات توجہ کے ذریعہ پہلے ذکرِ الٰہی، لطائفِ قلب، رُوح، سرّ،

خفی اور اخفی میں جاری کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے اُصول میں فانی و مستہلک ہوجائیں، اس سیر کو سیرِ انفسی کہتے ہیں، مگر اس سیرِ انفسی میں اکثر و بیشتر سیرِ آفاقی بھی طے ہوجاتی ہے، پھر تزکیۂ نفس و قلب کے لئے مرید کو ریاضت کا حکم کرتے ہیں، اس سالک کو ''مجذوب سالک'' اور اس طریق کو ''اندراج نہایت فی البدایت'' کہتے ہیں، اس لئے کہ جذب آخر میں ہونا تھا، مگر ابتدا میں ہوگیا، اگر سالک پر سلوک کے درمیان میں موت آگئی تو مقصود سے بالکل محروم نہ رہا۔

ریاضت و مجاہدہ کا مقصد، عناصر و نفس کا تصفیہ و تزکیہ ہے:

مسئلہ:... یاد رکھنا چاہئے کہ مشائخ، مریدوں کو ریاضت و مجاہدہ کا جو حکم فرماتے ہیں، اس سے مقصود عناصر کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، نہ کہ حصولِ قرب، بلکہ تصفیہ و تزکیہ بھی محض عبادت سے حاصل نہیں ہوتے، جب تک کہ مشائخ کی صحبت کی تأثیر ہمراہ نہ ہو، خوب سمجھ لیں!

رفعِ شبہ:

مسئلہ:... بعض اکابرؒ فرماتے ہیں: جس عبادت میں محنت و مشقت زیادہ ہو، رذائلِ نفس کے ازالے میں وہ زیادہ مفید و مؤثر ہوتی ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

''اَعْظَمُ الْعَطَایَا عَلٰی مَتْنِ الْبَلَایَا''

ترجمہ:...''بڑی عطائیں، بڑی بلا کی پیٹھ پر ہیں۔''

جو سر دینے (قربان کرنے) سے ڈرتے ہیں، وہ کب سردار ہوتے ہیں؟

اسی لئے وہ چلّہ کشی، خلوت، بھوک اور تنہائی حد سے زیادہ اختیار کرتے ہیں۔

لیکن خواجہ عالیشان نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے یہ فرمایا کہ: جو عبادت حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق و موافق ہو، وہی تصفیۂ

عناصر، ازالہ رذائل اور حصولِ قرب کے لئے زیادہ مفید ہے، اسی لئے بدعتِ حسنہ سے بھی بدعتِ قبیحہ کی طرح احتراز کرتے ہیں، کیونکہ: ''کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز حدیث میں آیا ہے کہ: ''کوئی قول مقبول نہیں جب تک کہ اس پر عمل نہ کیا جائے، اور قول و عمل دونوں مقبول نہیں جب تک نیت صحیح نہ ہو، اور قول و عمل اور نیت تینوں مقبول نہیں جب تک سنت کے موافق نہ ہوں۔''

اس کے علاوہ اگر مشقت پر ازالہ رذائل کا مدار ہوتا تو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام: ''لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ'' (مشکوٰۃ ص:۳۱) یعنی اپنے نفس پر سختی نہ کرو، اور ''لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْاِسْلَامِ'' (کشف الخفاء للعجلونی ج:۲ ص:۵۲۸) یعنی اسلام میں گوشہ نشینی نہیں، نہ فرماتے، وغیر ذالک من الآیات والاحادیث۔

سوال:... ہم نے صاف اور بالبداہت دیکھا ہے کہ ریاضت اور مشقت سے باطن کی صفائی، کشف اور تصرف حاصل ہوجاتا ہے؟

جواب:... بے شک اشراقین اور مشائین کفار کو بھی مجاہدات سے خرقِ عادت و کشف وغیرہ حاصل ہوئے ہیں، مگر اہل اللہ کے نزدیک وہ سب چیزیں بے قدر اور غیر معتمد ہیں، وہ اصلاحِ نفس مقبول نہیں جو سنت کے خلاف ہو:

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

کیونکہ قرآنِ کریم میں ہے:

''وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا''

(الاحزاب:۳۶)

ترجمہ:... ''جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی، وہ

کھلم کھلا گمراہ ہے۔“

اسی طرح دُوسری جگہ ارشاد ہے:

”اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ“ (محمد:۳۳)

ترجمہ:... ”اللہ و رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔“

سوال:... ان سلاسل میں بھی ریاضتِ شاقہ کرایا کرتے ہیں، اگر یہ بدعت ہیں، تو کوئی بھی ولی اللہ نہ ہوتا؟

جواب:... تمام اولیاء حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے ہی تابع ہوتے ہیں، بعضے زیادہ اور بعضے کم، اگر کبھی کسی کے فعل و کام میں خطائے اجتہادی سے غلطی ہوئی ہے، تو دُوسرے اعمالِ مسنونہ اور شیخ کامل کی صحبت سے اس نقصان کا ازالہ ہوجاتا ہے، مگر قصداً اور عمداً کسی نے خلافِ سنت نہیں کیا، خوب سمجھ لیں!

ناقصین کو محض عبادت سے ولایت حاصل نہیں ہوتی:

مسئلہ:... ناقصوں کو ولایت کا حصول کاملین کے فیضِ صحبت سے ہوتا ہے، محض عبادت سے ولایت حاصل نہیں ہوتی۔

اہلِ قبور سے وہ فیض نہیں ہوتا، جو حیات میں ہوتا ہے:

مسئلہ:... کوئی بزرگ خواہ کس قدر کامل، اکمل اور مکمل کیوں نہ ہو، وفات کے بعد اس سے اس قدر فیض نہیں ہوتا، جتنا کہ اس کی زندگی مبارک میں ہوتا تھا،

کیونکہ صحبت مفقود ہے، اور کمالِ فیض کا مدار مجالستِ جسمانی پر ہے، اور وفات کے بعد اُس بزرگ پر رُوحانیت غالب ہے، جبکہ زندہ پر جسمانیت غالب ہے، لہٰذا مناسبت نہیں، اور فیضِ کامل، دینا لینا مناسبت پر موقوف ہے، اسی لئے بعد وفات شیخ کے کسی زندہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے، اسی بنا پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد مدینہ منورہ والوں اور زُوّارِ کرام کو کسی مرشد کے پاس جانا ضروری ہے، وگرنہ حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی صحابہ بنتے اور کوئی بیعت بھی نہ کرتا، جبکہ صحابہ کرامؓ نے حضورِ انور کے بعد خلفاءؓ کی بیعت کی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کسی کو ''صحابی'' نہیں کہا جاتا، ہاں! فنائے کامل کے بعد قبور سے کچھ فیض لیا جاسکتا ہے، وہ فیض، کیفیات میں ترقی بخشتا ہے، لہٰذا کمیات، ترقیٔ درجات، اسباق بڑھانے اور مقامات کے حصول کے لئے کسی زندہ بزرگ کے پاس جانا ضروری ہے، فافہم!

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تأثیرِ صحبت بھی ہے:

مسئلہ:... انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ایک مقصد تأثیرِ صحبت بھی ہے، اس لئے کہ فقہ وعقائد کے مسائل میں فرشتوں سے بھی استفادہ ممکن تھا، جیسا کہ حدیثِ جبریلؑ میں ہے:

''فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ''

(مشکوٰۃ ص:۱۱)

ترجمہ:... ''یہ جبریل ہے، آیا ہے تمہارے پاس تاکہ تم کو تمہارا دین سکھائے۔''

پس مناسبت تمام، تأثیرِ صحبت پر موقوف ہے، اور وہی مثمرِ ولایت ہے، فافہم!

تنہا ریاضت اور بے تأثیر صحبت، حصولِ ولایت کے لئے ناکافی ہیں:

مسئلہ:... تنہا ریاضت اور بے تأثیر صحبت، حصولِ ولایت اور دفعِ رذائل کے لئے کافی نہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو، تین صحبتیں بھی دفعِ رذائل و حصولِ ولایت کے لئے کفایت کرجاتی تھیں، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس سے زیادہ مدّت کی صحبت کفایت کرتی تھی، جبکہ تأثیرِ صحبتِ اولیاء کے لئے بہت مدّت کی ضرورت ہے، نیز صحبتِ اولیاء ریاضت و عبادت کے بغیر کفایت نہیں کرتی، اگرچہ کسی ولی سے جذب کی صورت بھی ظاہر ہوجائے، لیکن تأثیرِ صحبت، ریاضت اور عبادت سے مریدیت، مرادیت میں اور محبیت، محبوبیت میں بدل جائے، اس کے لئے مدّت درکار ہے۔

اولیائے کرام کو علمِ غیب نہیں:

مسئلہ:... اولیائے کرام کو علمِ غیب نہیں ہوتا، ہاں! غیوب میں سے کبھی بطور خرقِ عادت کے کشف و اِلہام سے بتلادیا جاتا ہے، اس کو اطلاع علی الغیب کہتے ہیں، نہ کہ علمِ غیب، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: "وَلَآ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ" (الانعام:۵۰) میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔

مقرّبین، مافوق الاسباب پر قادر نہیں:

مسئلہ:... مقرّبانِ درگاہِ الٰہی بے شک مقرّب و محترم ہیں، مگر ایجادِ معدوم و اعدامِ موجود، یعنی کسی مردہ کو زندہ کرنے یا زندہ کو مارنے پر قدرت نہیں رکھتے، اور جو کبھی ایسا ہوا ہے، تو وہ باذن اللہ ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں پر کسی کو زندہ

کردیا، یا اُن کی بدُعا سے ماردیا ہے، اسی طرح رزق، اولاد یا دفعِ مرض وغیرہ کا حال ہے۔

رفعِ شبہ:

مسئلہ:... دُنیا کے کام دوقسم پر ہیں:

ا:... ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ہاتھ پر رکھے ہیں، یعنی مخلوق کی قدرت میں کردیئے ہیں، جیسے پڑھنا پڑھانا، لینا دینا، دوا کرنا، کسب سیکھنا، سکھانا، کسی کو کام بتلانا اور کرانا، اِن میں سے جو کام اچھے ہیں، اُن میں ایک دُوسرے کی مدد کرنا، مدد مانگنا جائز اور محمود ہے، کیونکہ حکمِ رَبی ہے: ”وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى“ (المائدہ:۲) (نیکی اور تقویٰ میں ایک دُوسرے کے ساتھ تعاون کرو)۔

۲:... دُوسرے کام وہ ہیں جو انسانی اختیار سے بالاتر ہیں، جیسے شفا دینا، رزق بڑھانا، اولادِ نرینہ دِلانا، دُشمنوں پر غلبہ دینا، عزّت دینا، ذلت سے بچانا، خاتمہ ایمان پر ہونا، وغیر ذالک، ایسے کاموں میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے مدد نہیں مانگ سکتا، نہ کسی کو دُور سے پکارسکتا ہے، ”اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ“ (الفاتحہ:۴) (تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) میں اسی کی تلقین ہے۔ پس جیسے جاہل لوگ: ”مدد کن یا شیخ عبدالقادر جیلانی“ یا ”داتا گنج بخش“ یا ”معین الدین چشتی“ وغیرہ کہا کرتے ہیں، یہ ممنوع، حرام اور ناجائز ہے۔

صوفیوں نے تصوّف کے دو اُصول بیان فرمائے ہیں:

ا:... ایک ہے دُوئی کا مٹانا، کہ غیرخدا تعالیٰ کا تصوّر اس کے ذہن سے مٹ جائے۔

۲:... دوم خودی کا مٹنا، یعنی اپنے پر نظر نہ رہے۔

جبکہ غیر اللہ کو دُور سے پکارنا، دُوئی مٹنے کے خلاف ہے۔

اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال:

مسئلہ:... جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صفاتِ وجودیہ حقیقیہ، جیسے: حیات وغیرہ، صفاتِ اضافیہ جیسے: رازق و خالق، صفاتِ سلبیہ جیسے: "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" وغیرہ، اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ومتصف ہے، جیسا کہ قرآن و حدیث میں تصریح ہے۔ اور اولیائے کرام کے کشف سے ثابت ہے کہ اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال ہیں، خود بنفسہٖ اسماء وصفاتِ الٰہی، انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات ہیں، اور اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال، ماسوا انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات ہیں۔

سوال:... عقلاً و شرعاً اسماء وصفات کا ظل ہونا ممنوع ہے، نیز حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب صد و بست و دوم (۱۲۲) جلد ثالث میں فرمایا ہے کہ:

واجب (حق) تعالیٰ کا ظل نہیں ہے، اس لئے کہ ظل، مثل کی پیدائش کو موہوم ہے، اور مشعر ہے کہ اللہ تعالیٰ میں کمالِ لطافت نہیں۔

ظلال سے مراد؟

سوال:... ظلال سے کیا مراد ہے؟

جواب:... ظلال سے وہ سایہ وغیرہ مراد نہیں جو عوام سمجھتے ہیں، بلکہ ظلال مخلوقِ الٰہی میں سے وہ لطائف ہیں، جن کو اسماء وصفاتِ الٰہی سے نسبت تام ہے، اسی مناسبت کے باعث وہ اس فیض کا واسطہ ہیں، جو وجود اور توابع وجود، مثلاً: قدرت، قوت، سمع، بصر وغیرہ کا، اسماء وصفاتِ الٰہی سے جہان والوں پر ہو رہا ہے، پس جب یہ لطائف فیض کا واسطہ ہوں، تو گویا ظل بنے، وگرنہ ممکن، مخلوق اور حادث، واجب الوجود، خالق اور قدیم کا ظل کیسے بن سکتے ہیں؟ حدیث میں وارد ہے:

''اِنَّ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّظُلْمَةٍ لَوْ كَشَفَ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ كُلَّ مَنْ اَدْرَكَهٗ.'' (اتحاف ج:۲ ص:۷۲)

اور مسلم کی روایت ہے:

''حِجَابُهُ النُّوْرُ .... لَوْ كَشَفَهٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ.'' (صحیح مسلم ج:۱ ص:۹۹)

ترجمہ:... ''بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ستر ہزار پردے ہیں، نور اور ظلمت کے، اگر وہ پردے دُور ہوجائیں، تو بے شک اس کے منہ کی روشنی جلادے خلقت کو، جہاں تک اس کی آنکھ پہنچتی ہے، یعنی تمام مخلوق کو۔''

اِن حجاب (پردوں) سے وہی ظلال مراد ہیں، یعنی اگر ظلال کی پیدائش نہ ہوتی، تو تمام جہان معدوم ہوجاتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی عن العالمین ہے۔

رفعِ شبہ:

سوال:... جیسے انبیاء اور ملائکہ کے مبادی تعینات خود اسماء و صفاتِ الٰہی تعالیٰ ہیں، وہی اسماء و صفات باقی مخلوق کے مبادی تعین کیوں نہیں ہوسکتے؟

جواب:... اگر وہی اسماء و صفات باقی مخلوق کے مبادی تعینات ہوتے، تو تمام جہان اور مخلوق، انبیاء و ملائکہ کے رنگ میں معصوم ہوتی، جبکہ صفاتِ جلالی کا مقتضا یہ تھا کہ بعضے صفاتِ جلال کا مظہر یعنی کافر و فاسق اور بعضے صفاتِ جمال کا مظہر یعنی مؤمن و صالح ہوں، تاکہ صفات کے مظاہر یعنی آثارِ رحمت و قہر وغیرہ ظہور میں آئیں۔

پس بعضے جو اسم ''الہادی'' کے ظل ہیں، وہ ہدایت پائیں گے۔

اور بعض کا مبدأ تعین اسم ''المضل'' ہے، وہ ضرور گمراہ رہیں گے، لیکن یہ لازم نہیں کہ جس کا مبدأ تعین اسم ''الہادی'' ہو، وہ ولی بھی ہو، جس قدر اپنے مبدأ تعین کے ساتھ قرب اختیار کرتا جائے گا، اسی قدر مقرّب و ولی ہوتا جائے گا۔

جو حجاب، نورانی ہیں، وہ مؤمنین کا مبدأ تعین ہیں، اور جو حجاب، ظلمانی ہیں، وہ فساق و فجار کا مبدأ تعین ہیں، غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خَرَقْتُ جَمِيعَ الْحُجُبِ حَتّٰى وَصَلْتُ اِلٰى
مَقَامِ لَقَدْ كَانَ جَدِّىْ فَاَدْنَانِىْ

یعنی تمام حجابوں سے گزر کر میں اس مقام تک پہنچا جہاں میرے دادا، نانا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر قریب کیا مجھ کو، یعنی میں تمام مراتب ظلال کو، جس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں، طے کر کے مبدأ تعین حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو مرتبہ صفات میں ہے اور جس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں، میں پہنچ گیا۔

مبادی تعین انبیاء و ملائکہ میں فرق:

مسئلہ:... مبادی تعین انبیاء و ملائکہ میں اس طور فرق ہے کہ صفات کے دو اعتبار ہیں، ایک صفات کا فی نفسہٖ و فی ذاتہٖ ہونا، دوم یہ کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں، لہٰذا اس کی صفتیں پہلی جہت کے اعتبار سے انبیاء کی مربی ہیں، اور دوسری جہت کے اعتبار سے ملائکہ کی مربی ہیں، پس ولایتِ ملائکہ بہ نسبت ولایتِ انبیاء کے خدا تعالیٰ کی طرف اعلیٰ و اقرب ہوئی، مگر ملائکہ کو اپنے مقام سے ترقی نہیں ہوتی، اس لئے کہ: ''وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ'' (الصافات:۱۶۴) یعنی ہم میں سے ہر ایک کا مقام معین ہے، اس سے ترقی نہیں، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے

مقام سے بے انتہا ترقی ہوتی ہے، چنانچہ پہلے کمالاتِ نبوّت عطا ہوتے ہیں، اس سے آگے کمالاتِ رسالت اور پھر کمالاتِ اُولوالعزم وغیر ذالک، پر ترقی ہوتی ہے، لہٰذا انبیاء علیہم السلام، ملائکہ سے افضل ہیں۔

ظلال، سیر فی اللہ اور عروج کے مقامات:

مسئلہ:... یاد رکھنا چاہئے کہ ظل کا بھی ظل ہوتا ہے، اس ظل کا پھر ظل، پھر تیسرا، چوتھا مرتبہ، جہاں تک اللہ چاہے، کیونکہ ظلال کی کوئی حد نہیں، صوفی ذکر کی کثرت، سنت پر عمل اور تأثیرِ صحبتِ شیخ کے باعث ایک ظل تک پہنچتا ہے، پھر ثانی، پھر ثالث وغیرہ میں فنا حاصل کرتا ہے۔

اسی کو مولانا رومؒ نے فرمایا:

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام
ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

یعنی ایک ظلال میں فنا ہوکر دُوسرے میں فنا و بقا ہوا، پھر تیسرے میں فنا و بقا ہوا، تا ہفصد و ہفتاد (سات سوستر) تک۔

یہاں تک کہ اگر فضلِ الٰہی تعالیٰ شاملِ حال ہوا تو بمتابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، دائرہ اسماء و صفات میں داخل ہوتا ہے، اور جو سیر اس میں واقع ہوگی، وہ سیر فی اللہ ہے، یہ دولت دراصل انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے، دُوسروں کو اُن کی تابعداری میں نصیب ہوتی ہے، پس اس سے ولایتِ کبریٰ میں داخل ہوا، جو تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہے، اس کے بعد محض فضلِ الٰہی سے مقامِ عروج طے کرتا ہے، ایک دائرہ سے فوقانی (اُوپر کا) دائرہ اس سے پہلے دائرہ کے لئے بمنزلہ اصل کے ہے، اُصولِ سہ گانہ (تینوں دائروں) کے بعد قوس میں سیر واقع ہوتی ہے، بفضلہٖ تعالیٰ، یہ

سیر مخصوص ہے نفسِ مطمئنہ کے ساتھ، اس مقام میں شرح صدر ہوتا ہے، سالک اس وقت اسلامِ حقیقی (رضا) سے مشرف ہوتا ہے، یہ منتہائے ولایتِ کبریٰ ہے، ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کی یہ تمام سیر اسم الظاہر میں ہوتی ہے۔

اس کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ اسم ''الباطن'' میں سیر کراتے ہیں، یہ ولایت علیا، ولایتِ ملائکہ ہے، اس میں ترقیات: عنصر ناری، ہوائی اور آبی کو نصیب ہیں، جب سالک اسم ''الظاہر'' اور اسم ''الباطن'' کے یہ دونوں سلوک طے کرچکا، تو گویا وہ عالم قدس میں طیران (پرواز) کے لئے دو بازو تیار کرچکا ہے، اس کے بعد کمالاتِ نبوّت میں ترقی ہوتی ہے، بالاصالۃ یہ ترقی انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہے، طفیلی طور پر دُوسروں کو بھی نصیب ہوتی ہے، اس میں نصیب اعلیٰ عنصر خاک کو ہوتا ہے، ولایتِ صغریٰ، کبریٰ اور علیا کے تمام کمالات، کمالات نبوّت کے ظلال ہیں، کمالاتِ نبوّت، پھر کمالاتِ رسالت، کمالاتِ اُولوالعزم، حقائقِ کعبہ، قرآن اور صلوٰۃ وغیرہ وغیرہ، بمتابعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کسی کو عطا فرماتے ہیں، اُن کی تفصیل مکاتیبِ مجدّدیہ و ارشاد الطالبین وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے اُوپر حقیقت معبودیت صرفہ کا مقام ہے، اور کسی کو بھی اس دولت سے حاصل نہیں، ہاں! اللہ سبحانہ اس مقام میں سیر نظری کراتے ہیں:

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے

وہاں کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

''لا الٰہ الا اللہ'' کا معنی:

مسئلہ:... ''لا الٰہ الا اللہ'' کا معنی مبتدیوں کی نسبت: ''لا معبود الا اللہ'' ہے، متوسطین کی نسبت: ''لا موجود الا اللہ'' اور ''لا وجود الا اللہ'' ہے، اور اس

سے اُوپر "لا مقصود الا اللہ" ہے۔ (کذا فی ارشاد الطالبین)

ہر ولایت میں صوفی کی دو حالتیں:

مسئلہ:... جاننا چاہئے کہ ولایتِ صغریٰ، کبریٰ، علیا، کمالاتِ نبوّت، رسالت، اُولوالعزم، حقائقِ الٰہیہ اور حقائقِ انبیاء میں صوفی کو دو حالتیں حاصل ہوتی ہیں:

ایک:... "انقطاع از خلق وتوجہ بحق تعالیٰ" جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

"وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا."

(المزمل:۸)

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ کا نام یاد کر اور غیر اللہ سے منقطع ہوجا۔"

دوم:... "رُجوع عن اللہ باللہ"، یعنی خلق کے ساتھ نئے طور سے مناسبت، جو کہ ارشاد وتبلیغ کے لوازمات میں سے ہے، کہ گویا از جنابِ حق خلقت کی طرف آرہا ہے، جس قدر تبلیغ میں اخلاص اور جد و جہد زیادہ ہوگی، اُس قدر جہاں میں اس کا فیض زیادہ ہوگا، اس وقت سورۂ سبح اسم ربک الاعلیٰ کا پڑھنا مفید تر ہے۔

ہر سہ ولایت میں فرق:

مسئلہ:... ولایتِ صغریٰ، کبریٰ اور علیا میں فرق یہ ہے کہ:

ولایتِ صغریٰ: میں قلب کی سیر وسلوک ظلال میں ہے۔

ولایتِ کبریٰ: میں اسماء و صفات کی سیر بالاصالۃ ہوتی ہے، ولایتِ کبریٰ میں موردِ فیض لطیفہ نفس ہے۔

ولایتِ علیا: میں بھی سیر اسماء و صفات میں ہی خصوصاً اسم "الباطن" میں ہوتی ہے، اس میں موردِ فیض عناصرِ ثلاثہ: آگ، ہوا اور پانی ہوتے ہیں۔

اس کے بعد معاملہ ذات کے ساتھ ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

تجلیٔ ذات:

تجلیٔ ذاتی میں تین اعتبار ہیں:

١:...کمالاتِ نبوّت۔

٢:...کمالاتِ رسالت۔

٣:...کمالاتِ اُولوالعزم۔

کمالاتِ نبوّت میں مورد فیض عنصر خاک ہوتا ہے، اس کے بعد ہیئت وحدانی پر فیض آتا ہے، یعنی عالم اَمر وخلق کے لطائف کا تصفیہ وتزکیہ ہوکر ان میں اعتدال کامل آجاتا ہے، اس اعتدال کی وجہ سے جو ہیئت پیدا ہوتی ہے، وہ ہیئتِ وحدانی کہلاتی ہے۔

ولایتِ صغریٰ میں تعلق علمی اور ولایتِ کبریٰ میں تعین وجودی:

مسئلہ:... ولایتِ صغریٰ کی سیر وسلوک تعین علمی میں ہے اور ولایتِ کبریٰ سے لے کر کمالاتِ نبوّت تک تعین وجودی میں، کمالاتِ نبوّت، رسالت اور اُولوالعزم میں سیر وسلوک اجمالاً اس ذات کی ہوتی ہے جو وراء الوراء ہے، اس کے بعد حقائقِ الٰہیہ ہیں، جن کا منشا ذاتِ بحت کے اعتبارات ہیں، اس کے بعد صرف ذاتِ بحت ہے، جس کو معبودیت صرفہ اور لاتعین بھی کہتے ہیں، حقائقِ انبیاء جو تعین حُبّی ہیں، درحقیقت ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں، چونکہ یہ حضرت مجدّد علیہ الرحمت کو آخر میں منکشف ہوئے ہیں، اس لئے اس کی سیر وسلوک آخر میں کرایا جاتا ہے۔

سلوک سیکھنے کی مدّت:

ہمارے سلسلے کے مشائخ دس سال میں تفصیلی سلوک طے کراتے ہیں، جس

میں مرید کو سفر و حضر میں برابر شیخ کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔

دُوسرا اجمالی سلوک: اس میں اس طرح کی معیت ضروری نہیں ہے، گاہے گاہے حاضری کافی ہے، مگر آج کل عجیب حال ہے، بیعت ہونے آتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ ہتھیلی پر سرسوں جم جائے، ایک ہی دن میں ولی بن جائیں، جب وطن جاتے ہیں تو اس معاملے کی بات تک نہیں پوچھتے، نہ کبھی ملاقات کے لئے آتے ہیں۔

محبتِ شیخ:

مسئلہ:... شیخ کی محبت تمام کمالات کی اصل ہے، اگر یہ ہے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں، اس سے خود شیخ کے کمالات کا عکس مرید پر پڑجاتا ہے، پھر توجہ کی بھی ضرورت نہیں، اگر محبت ہے تو فبہا، ورنہ بلا توجہ بھی کہیں کمالات حاصل ہوسکتے ہیں؟ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے مرشد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کی خدمت میں تھے تو اُن کے بیت الخلاء کا قدمچہ خود اپنے ہاتھ سے صاف کرتے تھے:

تا ابد رنگ کمالات نگیرد ہرگز
ہر کہ خاک درِ مے خانہ برخسار نرفت

ترجمہ:... ''کبھی بھی کمالات کا رنگ اس پر نہیں چڑھے گا، جب تک کہ میخانے میں رُخسار کو خاک پر نہ رگڑے۔''

اُصولِ تربیت:

مسئلہ:... یاد رکھنا چاہئے کہ اُصولِ تربیت چار چیزیں ہیں:

۱:...طاعت و عبادت۔

۲:...ذکر و شغل۔

۳:...خدمتِ مرشد۔

۴:...آدابِ صحبت۔

طاعت کی پابندی:...اس سے مراد فرائضِ دین کی پابندی بطور سنت کے ہے یعنی سنت پر عمل کرتے ہوئے۔

ذکر و شغل:...میں ہر وقت فکرمند رہے، شبِ تاریک میں بستر پر، کھانے کے انتظار میں، کھانے سے فراغت پر، غرض ہر وقت اور ہر جگہ تسبیح ہاتھ میں رقص کرتی رہے۔

خدمتِ مرشد:...ایک خاص سرّ رشتہ تربیت ہے، تعمیرِ باطن میں اس کو بڑا دخل ہے:

''ہر کہ خدمت کرد آن مخدوم شد''

(جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوا)

منّت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمے کنی

منّت شناس از وکہ بخدمت بداشتت

ترجمہ:...''احسان مت جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے، بلکہ اس کا احسان جان کہ وہ تجھ سے خدمت لے رہا ہے۔''

آدابِ صحبت:...یہ ضروریات میں سے ہے، تاکہ شیخ کی بے ادبی کی وجہ سے محروم نہ ہوجائے۔

طریقِ ذکر:

طالب کو چاہئے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگادے اور پورے عزم کے ساتھ قلبِ صنوبری کی طرف، جو بائیں پہلو میں واقع ہے، متوجہ ہو اور یہ قلبِ صنوبری، قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے، جو عالم اَمر سے ہے، اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں، اور لفظ مبارک ''اللہ'' کو دِل میں بطور خطرہ کے گزارے اور دِل کی زبان سے اس بزرگ و برتر لفظ کو کہے، دِل کی صورت کا تصوّر نہ کرے، اور سانس کو بند نہ کرے، اور ذکر کرنے میں اس کو کسی طرح کا دخل نہ دے، ابتدا میں یہ کام مشکل نظر آتا ہے، لیکن جب ذکر رواں ہوجاتا ہے تو قلب کی تیز رفتار کو تسبیح کی گردش بھی نہیں پاسکتی۔

تیزیٔ ذکر کا نکتہ:

کبھی صحبتِ شیخ کے جاذبِ قوی ہونے کے باعث حضورِ شیخ میں قلب پورے طور جاری نہیں ہوتا، بطن میں جاکر قلب اپنا کام کرتاہے، قلب کی اس قدر تیز رفتاری پر کوئی تعجب کی بات نہیں، کیونکہ یہ ذکر خیالی طور پر ہوتا ہے اور پیک (قاصد) خیال کی سبک پروازی (تیز اُڑان) ظاہر ہے کہ ایک آن میں ہفت اقلیم کا چکر کاٹ سکتی ہے، پھر کپڑے کی مشین کی سرعت یا ریل کی آواز اگر قلب کی رفتار سے نہ مل سکے، تو ایسا ہوسکتا ہے، ذکر نہ کرنے والے اس کو محال سمجھیں تو وہ جانیں اور ان کا کام، ذکر کرنے والے کے لئے یہ ممکن، بلکہ اَمرِ واقع ہے، اور ہورہا ہے، زبان کا ذکر یہ ہے کہ لفظ ''اللہ'' کے الف، لام اور ھ کو پڑھتا رہے، اور ''اللہ، اللہ'' کا تصوّر ایک چشمک برق (برقی اشارہ) ہے، زبان کے عمل کو تلفظ اور دِل کے عمل کو تصوّر کہتے ہیں۔

مسئلہ:... ذکر میں لطائف کی ترتیب کو ملحوظ رکھنا گو ضروری نہیں، مگر مستحسن ہے، ہمیشہ ذکر کو قلب سے شروع کرنا چاہئے۔

لطائف جاری ہونے کا معنی:

مسئلہ:... جب لطائف اس طور متوجہ الی اللہ ہو جائیں کہ کوئی مشغلہ یا منظر اس توجہ کو منقطع نہ کر سکے تو یہی اُن کا جاری ہونا ہے، جیسا کہ آنکھ کا کام دیکھنا اور کان کا کام سننا ہے، جب آنکھ کھلی ہو تو ضرور دیکھے گی، اور جب کان شنوا ہو تو ہر آواز کو سنے گا۔

حرکتِ قلب:

ہاں! کبھی اس کے ساتھ حرکتِ قلب بھی پیدا ہو جاتی ہے، اور کبھی قلب کی حرکت کے باعث جسم بھی متحرک ہونے لگتا ہے، مگر یہ ضروری نہیں، جس شخص کے لطائف جاری ہوں، اس کو دُنیوی مشاغل میں لطائف کے عمل سے ذہول ہو سکتا ہے، لیکن لطائف اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

ذکر کے لئے خلوتِ صغیرہ:

ابتدا میں ذکر کے وقت تخلیہ اور تمام ماحول سے صرفِ نظر ضروری ہے، اسی لئے بزرگانِ دین ذکر کے وقت ضروری سمجھتے ہیں کہ تاریکی ہو، یا کمرہ چھوٹا ہو، تاکہ نظر محدود رہے، یا کم از کم خلوتِ صغیرہ ہو، جس سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر طرف سے ایک کپڑے میں ڈھک لیا جائے، تاکہ قلب خواطر سے محفوظ رہے، پھر جب توجہ الی اللہ کا ملکہ راسخ ہو جاتا ہے تو ماحول کی طرف نظر، مخاطب کی طرف توجہ اور اس کے مکالمات کا جواب اشارۂ سر وغیرہ سے دینا مضر نہیں ہوتا۔

ذکر مرتے دَم تک ضروری ہے:

مسئلہ:... حضراتِ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہمیشہ تا دَمِ آخر اسمِ ذات اور نفی اِثبات کے ورد کو لازم سمجھتے ہیں، تاکہ صفائی قلب قائم رہے، اور کدورات دفع ہوتی رہیں، شیخ کے برتن محفوظ و مخصوص رکھنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اسبابِ کدورت سے ملوّث نہ ہوں۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰة والسلام علیٰ خیر خلقه محمد واصحابه
واتباعه اجمعین

۱۴/ربیع الاوّل ۱۳۸۰ھ

نکات التصوّف

یعنی

تصوّف کے نکات

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
رَبِّ یَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ!

نکاتِ تصوّف میں چند معروضات پیشِ خدمت ہیں: گر قبول افتد زہے عزّ وشرف!

جاننا چاہئے کہ زندگی جیسے مایۂ شادمانی (خوشی کا باعث) ہے، ویسے گردابِ پریشانی (پریشانیوں کا بھنور) بھی ہے، مرد وہ ہے جو پریشانی کی گرداب میں آخرت کی شادمانی کے کام نہ بھولے:

گر نباشد زندگی در بندگی
مردنت بہتر ازیں بد زندگی

ترجمہ:... ''اگر بندگی میں زندگی نہ گزرے، تو پھر ایسی بد زندگی سے تیرا مرنا ہی بہتر ہے۔''

اور زندگی تین قسم پر ہے:

ا:... زندگانیٔ بیم: یہ وہ زندگی ہے کہ آخرت کی راہ کو خس و خار، فسق و فجور سے

پاک کرے، فرماں برداری اور تعمیلِ حکم میں تن دہی کرے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

''ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ'' (البینہ:۸)

ترجمہ:... ''یہ اس کے لئے جو اپنے ربّ سے ڈرتا ہے۔''

۲:... زندگانیٔ اُمید: یہ وہ زندگی ہے، جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کی نعمتوں کے حاصل کرنے کے لئے شوق و رغبت سے طاعات کرے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

''وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ''

(المطففین:۱۶۵)

ترجمہ:... ''اسی میں رغبت کریں رغبت کرنے والے۔''

۳:... زندگانیٔ محبت: یہ وہ زندگی ہے جس میں محبّ یعنی عاشق کی اطاعت، تعمیلِ فرمان اور ترکِ عصیان کی بنا محبت ہی ہو اور بس، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ'' (البقرۃ:۱۶۵)

ترجمہ:... ''مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ سے سخت تر محبت ہوتی ہے۔''

جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

گر خلالے زباغِ دل کم شود
بر دلِ سالک ہزاراں غم بود

ترجمہ:... ''اگر باغِ دل سے ایک تنکا بھی کم ہوجائے تو سالک کے دل پر ہزاروں غم ہوتے ہیں۔''

عارفِ حق شناس را باید
کہ بہر سو کہ دیدہ بکشاید

بیند آنجا جمال حق پیدا
نگسلد از جمال حق قطعا

ترجمہ:...''عارفِ حق شناس کو چاہئے کہ جس طرف بھی نظر کرے تو اس جگہ جمالِ حق کو ظاہر دیکھے، جمالِ حق سے کبھی نظر نہ ہٹائے۔''

فائدہ:... زندگانی کا بسر کرنا تلخ ہی تلخ ہے، مگر غفلت کے باعث خوش مزہ ہے، اور مرنا ہرچند میٹھا ہے، کہ ہزار مصائب، تکالیف اور تعلقات سے نجات کا ذریعہ ہے، مگر غفلت کے سبب تلخ ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

غفلت بجہاں اگر نمے شد
از عمر وے بسر نمی شد

ترجمہ:...''جہان میں غفلت اگر نہیں گئی، تو اس کی عمر بسر نہیں ہوئی۔''

پاک کر آئینہ دِل سے غبار
تا دکھا دے جلوۂ رُخسارِ یار

موت سر پر ہے اور ہم خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہیں، عجب در عجب ہے، غفلت کے ازالے کا علاج یہ ہے کہ فکر کرے، حدیث میں ہے:

''اَکْثِرُوْا ذِکْرَھَا ذِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوْتُ۔''

(مشکوٰۃ ص:۱۴۰)

ترجمہ:...''لذتوں کے شکستہ کرنے والی (موت) کو بہت یاد کرو۔''

اور وہ چند قسم پر ہے:

اوّل:...فکر فی الذات اور وہ شرعاً ممنوع ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

"لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ:..."اللہ تعالیٰ کو آنکھ اور دِل کی بصیرتیں نہیں پاسکتیں۔"

بقولِ شاعر:

تواں در بلاغت بسحبان رسید
نہ در کنہ بیچوں سبحان رسید
کہ خاصاں دریں راہ فرس راندہ اند
بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند

ترجمہ:..."بلاغت میں سحبان تک پہنچنا تو ممکن ہے، (لیکن) بے مثل سبحان کی حقیقت تک پہنچنا ناممکن ہے، خواص نے اس راہ میں گھوڑے دوڑائے، لیکن لا احصی کہہ کر دوڑ نے سے عاجز ہوگئے۔"

دوم:...تفکر در صفات و صنائع قدرتِ باری تعالیٰ، مثمر توحید، دفع شرک اور رجوع الی اللہ تعالیٰ کا ذریعہ ہے، قرآن کریم میں ہے:

"وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔"

(آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ:..."فکر کرتے ہیں پیدائشِ آسمان اور زمین میں (کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! اس کو آپ نے بے فائدہ

(جو توحید کا فائدہ نہ دے) پیدا نہیں کیا، (بلکہ) پاک ہے تو
(صفاتِ مخلوق اور شریکوں سے) پس بچا ہم کو عذابِ آگ سے۔"

سوم:... تفکر انعاماتِ باری تعالیٰ و احساناتِ باری تعالیٰ، یہ موجبِ محبت ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے: "اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَانِ" انسان احسان کا غلام ہے، جس قدر انعاماتِ الٰہی تعالیٰ میں غور و فکر کرے گا، اُسی قدر محبت زائد در زائد ہوتی جائے گی، اس کو "تفکر فی الاءِ اللہ" کہتے ہیں۔

چہارم:... تفکر در ایامِ اللہ، یعنی نافرمانوں پر جو دِینی و دُنیوی مصائب اور ہلاکتیں آتی رہیں، اس پر غور و فکر سے گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

پنجم:... تفکر مابعد الموت، یعنی اپنے مرنے کے بعد کے معاملات میں غور و فکر کرنا کہ میرے سر پر کیا کیا چیزیں آنے والی ہیں، اس کو تفکر بما بعد الموت و محاسبہ کہتے ہیں، اس سے گناہوں سے نفرت اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت پیدا ہوتی ہے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

"وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ" (الرحمٰن:۴۶)

ترجمہ:... "جو اللہ تعالیٰ کی پیشی سے ڈرتا ہے، اس کے لئے دو بہشت ہیں۔"

ششم:... اپنے افعال، اقوال اور احوال میں تفکر: یعنی اپنے عیوب سوچے، اس لئے کہ:

نہ تھی اپنے گناہوں کی جب تک خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پر جب سے نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا!

یہ تفکر اللہ تعالیٰ اور مخلوق سے شرم و حیا کا موجب ہے۔

ہفتم:... تفکر کمالات آں سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام، یہ تفکر موجب ہے محبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اتباعِ سنت کا، وغیر ذالک من التفکرات۔

فائدہ:... جب حیا و شرم پیدا ہوتی ہے تو وہ شخص خوف سے نہیں، بلکہ حیاء کی بنا پر معاصی کو ترک کرتا ہے، اور ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے طاعت کرتا ہے، پھر بھی اپنے آپ کو قصوروار دیکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اپنے اندرونی، بیرونی حالات اور خلوَت و جلوَت پر مطلع و خبردار سمجھتا ہے:

''یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَقُلُوْبُھُمْ وَجِلَةٌ'' (المؤمنون:۶۰)

ترجمہ:... ''کرتے ہیں جو کرتے ہیں (اعمالِ حسنہ سے) اور کانپنے والے ہوتے ہیں اُن کے دِل یعنی ادب اور تقصیر دیکھنے سے۔''

کبھی اُن پردوں اور حجابات کے زائل اور دُور ہونے سے حیاء پیدا ہوتی ہے جو قلب اور ہیبت الٰہی تعالیٰ کے درمیان حائل ہیں، جس کا ثمرہ حیرت کا پیدا ہونا ہوتا ہے:

برجمال او حجاب حیرت است
ہر کسے مست شراب حیرت است

فائدہ:... مشاہدہ اس چیز کا نام ہے جو دونوں جہانوں سے نابینا ہوکر اللہ تعالیٰ کو دیکھے، جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

''اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' (مشکوٰۃ ص:۱۱)

ترجمہ:... ''اپنے ربّ تعالیٰ کی بندگی اس طور کر، کہ تو گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔''

مشاہدہ کی دُوسری قسم یہ ہے کہ اس طور بندگی کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے، جیسے کہ حدیث میں ہے:

''وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ'' (مشکوٰۃ ص:۱۱)

ترجمہ:...''اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو یہ سوچ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

چشم دلے را کارفرما سوئے دوست
خویشتن راہم مبیں جز روئے دوست

ترجمہ:...''دل کی آنکھ کو دوست کی طرف لگا، اپنے آپ کو بھی مت دیکھ سوائے دوست کے چہرے کے۔''

فائدہ:...تصوّف، سلوک اور بلند مرتبی یعنی عروج کے مقامات میں عالی ہمت والا ہی پہنچ سکتا ہے:

بلندی بخش ہر ہمت بلندے
بہ پستی افگن ہر خود پسندے

ترجمہ:...''ہر بلند ہمت کو بلندی بخشتا ہے، ہر خود پسند کو پستی میں ڈال دیتا ہے۔''

اگر گوئی کہ بتوانم برو کہ بتوانی
اگر گوئی کہ نتوانم برو بنشیں کہ نتوانی
جو کہ ہے ہمت بلند اندر سخا
عفو فرمائے گنہ اس کے خدا

فائدہ:...تصوّف درحقیقت عمل کرنے کا نام ہے، نہ کہ محض قال کا:

قدم باید اندر طریقت نہ دم
ثبات ندارد دم بے قدم
کارکن کار، بگزر از گفتار
کہ دریں راہ کار دارد کار
وعظ فرمائے ولے خود بے عمل
منہ چھپائے ہم چو دیو پر وغل

تصوّف میں احوال نہیں، مقامات مقاصد ہیں:

احوال و اقوال ایک مادّے سے ہیں، اس کا معنی آیا گیا، جیسے کبھی غم، کبھی فرصت، کبھی انوار و تجلّی اور کبھی کچھ بھی نہیں، کبھی کشف اور کبھی کچھ بھی نہیں، کبھی قبض اور کبھی بسط، کبھی استغراق اور کبھی کچھ نہیں، کبھی ذوق، شوق اور کبھی کچھ بھی نہیں، کبھی تلوین اور کبھی تمکین۔

اسی طرح مقامات اور قیام ایک مادّے سے ہیں، صاحبِ مقامات، صاحبِ وطن یعنی مقیم کی مانند ہے، اور صاحبِ حال مسافر کی مانند ہے۔

مقاماتِ عشرہ مشہور ہیں: قناعت، شکر، رضا، توکل، تسلیم اور تفویض وغیر ذالک۔

طلب کے لئے صدق کی ضرورت:

طلب کے لئے صدق کی ضرورت ہے، جب تک طلب میں صداقت نہ ہوگی، عاشقوں میں تیرا نام شمار نہ ہوگا، طلبِ صادق کی چند علامات ہیں:

۱:... جو کہے، وہ کرے۔

۲:... اگر خلقت کے سامنے تسبیح، مصلیٰ، عجز، نیاز، تہجد، عشق اور رضا بالقضا دِکھاتا ہے، تو تنہائی میں بھی ایسا ہی ہو۔

۳:... جیسے خلقت سے صداقت کرتا ہے، خالق سے بھی اسی طور صداقت سے رہے:

کارہا باخلق آری جملہ راست
بخدا تزویر و حیلہ کے روا است

سچی توبہ:

توبہ صحیح کے لئے یہ شرائط ہیں:

۱:... معصیت سے بَری ہو اور اس کے اسباب مفضی الی المعصیت (گناہوں تک پہنچانے والے) کو چھوڑ دے۔

۲:... عبادت و طاعت پر کمربستہ ہو جائے اور اس کو دُنیا کے کاموں پر مقدّم کرے، اس کے لئے قبل از وقت مستعد ہو اور تیاری کرے۔

۳:... قضا شدہ فرائض کی ادائیگی میں ہمت کرے، جو نمازیں اور روزے قضا ہوگئے تھے، ان کو ادا کرنا شروع کرے، غیرادا شدہ زکوٰۃ کو ادا کرے۔

۴:... حقوق العباد کو ادا کرے یا بخشوائے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو صاحبِ حقوق کے لئے کچھ پڑھ کر بخشا کرے، اور ان کے لئے دُعا کرتا رہے:

روئے دِل شو زآب توبہ باز
باوضوئے خون دِل سازی نماز

ترجمہ:... ''توبہ کے پانی سے چہرۂ دِل کو دھو، پھر خونِ دِل کے وضو کے ساتھ نماز پڑھ۔''

رحم کن بر حال خود اے بوالہوس
باز گرد و توبہ کن در ہر نفس

ترجمہ:... ''اے بوالہوس! اپنے حال پر رحم کر، لوٹ آ اور ہر گھڑی توبہ کرتا رہ۔''

فائدہ: متعلق ریا:

ریا اس شخص کا کام ہے جو اپنے مبدأ و معاد سے بے خبر ہے، اس لئے کہ اگر اپنی آمد و بازگشت یعنی موت و حیات کو جانتا، تو اس کو مخلوق کے رَدّ و قبول سے کوئی سروکار نہ ہوتا:

می کنی طاعت تو از بہر ریا
گہ نکردی سجدہ از بہر خدا

ترجمہ:... ''تو ریا کے لئے بندگی کرتا ہے، تو نے خدا کے لئے کبھی سجدہ نہیں کیا۔''

تا کہ جانیں کہ ہے یہ مردِ اولیاء
متقی، پرہیزگار و پارسا

فائدہ: متعلق مکر اور بُغض وغیرہ:

ہے تو مکر و بغض سے آراستہ
اور نفاق و حسد سے پیراستہ
اے بجہل آراستہ زشت و پلید
پھر کہے اپنے کو شیخِ بایزیدؒ
باتکبر کرتا ہے ہر سو نظر
پھر تو کہتا ہے کہ ہوں میں باخبر

بُت پرستی کرتا ہے تو اور بت گری
دِل تیرا رشکِ بتانِ آذری
کب تلک ہے فخر بااصل و نسب
کبر سے ہو دُور تر اے بے ادب
تر بہ تر ہے بادۂ عصیاں سے دامن شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاحِ دو عالم ہم سے ہے
اہلِ دُنیا بہر سیم و بہر زر
ہاتھ آوے کھائیں وہ خونِ پدر

سلوک نام ہے اخلاقِ رذیلہ، مثلاً: حسد، کبر، غفلت، غرور، ضلال وغیرہ کے دفع کرنے، اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً: شکر، قناعت، توکل، تسلیم، تفویض وغیرہ کے حاصل کرنے کا۔

فائدہ: توحید سے متعلق:

صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک توحیدِ محض واحد گفتن (ایک بولنا) نہیں، بلکہ خدارا واحد بودن (اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا) ہے:

نہ ہم کسی کے نہ کوئی ہمارا
ہم سب اُسی کے وہی ہمارا
دُور کر دِل سے خیالِ ماسوا
تا نہ ہو دِل میں تیرے غیر از خدا
صیقلِ دِل سے مٹا تو زنگِ دِل
ہو ریاضت میں سراپا مشتغل

جبکہ ہو فانی بدرب حق و لا
راہ دیں تجھ کو بدرگاہِ خدا

عالم الغیب کیست غیر از حق
زانکہ او ہست قادرِ مطلق

ترجمہ:...''حق کے سوا عالم الغیب کون ہے؟ اس لئے کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔''

علم او شامل است در اشیاء
قول او صادق است و خود اصدق

ترجمہ:...''اس کا علم تمام اشیاء کو محیط ہے، اس کی بات سچی، اور وہ خود سب سے زیادہ سچا ہے۔''

عارف آنست کہ خدابین است
غیر حق مطلقا نخواند سبق

ترجمہ:...''عارف وہ ہے جو کہ خدا کو دیکھنے والا ہے، غیرحق کا سبق مطلقاً نہیں پڑھتا۔''

غیر حق راہر کہ خواند وے پسر
کیست در عالم از گمراہ تر

ترجمہ:...''غیرحق کو جو پکارے اے لڑکے! اس سے زیادہ گمراہ جہان میں کون ہے؟''

در سما لا الٰہ الا اللہ
در ہوا لا الٰہ الا اللہ

ترجمہ:... ''آسمان میں لا اِلٰہ الا اللہ، ہوا میں لا اِلٰہ الا اللہ۔''

مہر و مہ مور و مار کہ مہ را
مدعا لا الٰہ الا اللہ

ترجمہ:... ''سورج، چاند، چیونٹی، سانپ، بڑ[illegible] اور چھوٹا، سب کا مدعا لا الٰہ الا اللہ۔''

کردہ معلوم در مدارس علم
علما لا الٰہ الا اللہ

ترجمہ:... ''مدارسِ علم میں معلوم کیا علماء نے، لا الٰہ الا اللہ۔''

کردہ مرصوم در صوامع دِل
صلحاء لا الٰہ الا اللہ

ترجمہ:... ''دل کے صومع میں کیا مضبوط صلحاء نے، لا الٰہ الا اللہ۔''

چیست توحید خدا آموختن
پیش واحد خویشتن را سوختن

ترجمہ:... ''کیا ہے توحید، خدا کو سیکھنا، ایک کے سامنے اپنے آپ کو جلا ڈالنا۔''

موحد چہ برپائے ریزی زرش
چہ فولاد ہندی نہی بر سرش

اُمید و ہراسش نباشد زکس
ہمیں است بنیاد توحید و بس

ترجمہ:... ''موحد کے قدموں میں خواہ سونا ڈال دو یا ہندی تلوار اس کے سر پر رکھو، اس کو (اللہ کے سوا) کسی سے اُمید و خوف نہیں ہوتا، توحید کی بنیاد صرف یہی ہے اور بس!''

دوئی کا مٹنا تصوف میں قدمِ اوّل ہے، اگر دوئی باقی ہے، تو شرک باقی ہے، اسی طرح خودی کا مٹنا قدمِ ثانی ہے، اگر خودی باقی ہے، تو نفس زندہ ہے:

ہر کہ او از خویشتن بیزار گشت
بیشک آنکس محرمِ اسرار گشت

ترجمہ:... ''جو شخص اپنے سے بیزار ہوا، بے شک وہ شخص واقفِ اسرار ہوا۔''

تو در و گم شو وصال این است بس
گم شدن گم کن کمال این ست و بس

ترجمہ:... ''تو اسی میں گم ہو کہ وصال یہی ہے بس، گم ہونا گم کر، وصال یہی ہے اور بس!''

تو مباش اصلاً کمال این است و بس
تو در و گم شو وصال این است و بست

ترجمہ:... ''تو مت ہو اصل، کمال یہی ہے اور بس، تو اسی میں گم ہو، وصال یہی ہے اور بس!''

آشنا شو آنچناں با یار خویش
تا کہ خود را گم کنی از کار خویش

ترجمہ:... ''اپنے ایسے دوست کے ساتھ آشنا ہو، تا کہ اپنے آپ کو گم کرے تو اپنے کام سے۔''

تاتوئی کے یار گردد یار تو

چوں نباشی یار باشد یار تو

ترجمہ:... ''تو جب تک اپنی ہستی میں ہے، تیرا یار، کب یار ہو، جب تیری ہستی نہ رہے گی، تیرا یار، یار ہوگا۔''

قرآنِ کریم میں ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا''

(النساء:۵۸)

ترجمہ:... ''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کی طرف واپس کردو۔''

پس جب وجود، ارادہ، قوّت، قدرت، سمع اور بصر وغیرہ تمام صلاحیتیں تیرے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتیں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کو واپس لے لے، تو پھر دیکھئے انسان کے پاس کیا بچتا ہے؟ اسی طرح دُوسری جگہ ارشاد ہے:

''اُدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً'' (البقرۃ:۲۰۸)

ترجمہ:... ''سارے کے سارے اسلام میں داخل ہوجاؤ۔''

جب مسلمان سارا کا سارا اسلام میں داخل ہوگیا، تو اس کے پاس کیا رہا؟ گویا سر سے پاؤں تک پورا اسلام وتسلیم میں گم ہوگیا، فافہم!

فائدہ عجیبہ:

سالک پر واجب ہے کہ مجاہدہ، ریاضت، عبادت اور طاعت میں رضائے

رَبّ تعالیٰ کے سوا کوئی غرض و مطلب نہ رکھے:

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے
دِل مکن از فکر باطل ہا سیاہ
از خدا غیر از خدا دیگر مخواہ

سالک نہ کشف کا طالب ہو، نہ انوار، استغراق، سکر، صحو، فنا، بقا، یکسوئی، ترکِ دُنیا اور نہ کرامت وغیرہ کا، بلکہ رَبّ تعالیٰ جس حال میں اس کو رکھے اس پر خوش ہو:

میلِ من سوئے وصال و میل او سوئے فراق
ترکِ کامِ خود گرفتم تا براید کامِ دوست

ترجمہ:... ''میری رغبت وصال کی طرف ہے، اور اس کی رغبت فراق کی طرف ہے، اپنے مقصود کو چھوڑنا اختیار کیا میں نے، تاکہ دوست کا مقصود حاصل ہو۔''

یابم یا نہ یابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

اگر فراق میں رکھے تو وہ جانے، اگر وصال میں رکھے، تو اس کی عنایت:

اگر بکشی فدائے تو ور بہ بخشی عطائے تو
ہر چہ کنی رضائے تو جان شدہ مبتلائے تو

ذکر میں لذّت نہ آئے تو الحمدللہ تعالیٰ! اور اگر آئے تو الحمدللہ! کچھ نظر آئے تو الحمدللہ! اور اگر کچھ بھی نظر نہ آئے تو الحمدللہ! بندہ کا کام بندگی ہے، بس دینا نہ دینا اس کا کام، کارِ خود کن کارِ دیگراں مکن، ایسا نہ ہو کہ ناراض ہوجائیں، اپنے تمام کام اس

کے سپرد کردے، اُفَوِّضُ اَمرِیْ اِلَی اللّٰہِ:

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

ترجمہ:... ''اپنی پونجی تیرے سپرد کردی، کم و بیش کا حساب تو ہی جانتا ہے۔''

وسواس سے متعلق انوکھی تحقیق:

اکثر سالکین کو یہ شکوہ ہے کہ ذکر کرتے وقت یکسوئی نہیں ہوتی، وساوس بند نہیں ہوتے، اور ایک لحہ کے لئے بھی وساوس کے ہجوم سے فراغت نہیں ہوتی، لہٰذا ہم سلوک کی تحصیل سے محروم ہیں، جیسا کہ متصوفین نے کہا ہے:

زبان در ذکر و دِل در فکر خانہ
چہ حاصل زیں نماز پنج گانہ

ترجمہ:... ''زبان ذکر میں اور دِل گھر کی فکر میں، ایسی پنج گانہ نماز سے کیا حاصل؟''

سبحہ در کف توبہ بر لب دِل پُر اَز ذوقِ گناہ
معصیت راخندہ می آید زاستغفار ما

ترجمہ:... ''تسبیح ہاتھ میں، توبہ لبوں پر، دِل ذوقِ گناہ سے پُر ہے، ہمارے اِستغفار سے گناہ کو ہنسی آتی ہے۔''

بر زبان تسبیح و در دِل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اس جیسے اشعار اور مقولہ جات سے جو لوگ نا اُمیدی کی موجوں میں غرق و

حیران ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ اشعار محققین صوفیائے کرام، مثلاً: اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمہ اللہ وغیرہما کے ذوق کے خلاف ہیں، انہوں نے اپنی کتب ''احیاء العلوم'' اور ''مکتوبات'' میں تحقیق فرمائی ہے کہ:

زبان کے اثرات قلب پر اور قلب کے زبان پر وارد ہوا کرتے ہیں، دِل میں غم یا فرحت ہو تو چہرہ اور اعضاء پر اثرات محسوس ہوتے ہیں، لہٰذا جس طرح زبان کے اثرات سے دِل متأثر ہوتا ہے اور محبت وغم کے زبانی اشعار سے دِل میں بھی محبت وغم آنے لگتا ہے، اسی طرح زبانی ذکر سے دِل متأثر ہوتا ہے، چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ زبانی ذکر کرنے سے بہت سے لوگ صالح ہوگئے یا ہوجاتے ہیں، نیز اگر ذکر کا کوئی دُوسرا فائدہ نہ بھی ہو تو یہ کیا کم ہے کہ ایک عضو یعنی زبان تو ذکر میں مصروف ہوگئی، گو دِل دُوسری طرف ہے، علاوہ ازیں ارادہ کا اثر ہوتا ہے، جس ارادہ و نیت سے ذکر کرنے بیٹھے، اس کا اثر ہوتا ہے، جیسے کوئی کسی چیز کو دیکھے تو آس پاس والی چیزیں بھی نظر آجاتی ہیں، مگر چونکہ دُوسری چیزوں کے دیکھنے کا قصد نہیں ہوتا، اس لئے اُن کا اثر بھی نہیں ہوتا، مزید براں دِل میں ہزار خیال معاش و معاد کے پہلے سے موجود ہیں، مگر اثر اس کا ہے، جس کا ارادہ کیا ہے:

اندریں راہ می خراش و می تراش
تا دمے آخر دمے فارغ مباش

ترجمہ:... ''اس راہ میں چھیلتا اور تراشتا رہ (محنت میں لگا رہ) یہاں تک کہ آخر دم تک ایک دم بھی فارغ نہ رہ۔''

دیگر یہ کہ اگر ذکر نہ کرے گا، تو کیا خیال اور وسواس بند ہوجائیں گے؟ ہرگز نہیں! لہٰذا ذکر اور خیال دونوں رہیں، یہ اس سے اچھا ہے کہ ذکر نہ رہے، اور خیال رہ جائے:

دادیم ترا زگنجِ مقصود نشان

گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ:... ''ہم نے تجھے خزانۂ مقصود کا نشان بتلادیا ہے، ہم اگرنہیں پہنچ پائے، شاید تو پہنچ جائے۔''

دفعِ وساوس کے علاج کے لئے یہ بھی ہے کہ نماز میں ہر لفظ کو ارادہ سے پڑھے، جو لفظ ارادہ سے نہیں نکلا، اس کو دوبارہ پڑھے، اس طرح کرنے سے زیادہ تر خیالات دفع و دُور ہوجاتے ہیں، اسی طرح ذکر کے الفاظ کو سوچ سوچ کر پڑھے یا ادا کرے، اور ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' پڑھ کر بائیں طرف تھوک دینا بھی وسواس کی کمی کا موجب ہے، اس طرح تین بار کرے، وغیر ذالک من العلاجات۔

فائدہ: اصلاحِ نفس سے متعلق:

انسان اگرچہ دانش مند ہوجائے، مگر اپنی نفسانیت کے اعتبار سے بچے کی مانند نادان و بے شرم ہے، ناصح اور خیرخواہ کی نصیحت کو سننا نہیں چاہتا، بلکہ جو سیکھ لیتا ہے، وہ بھی بھول جاتا ہے، ہاں! اگر اس کے ساتھ زجر و توبیخ کا معاملہ کیا جائے تو شاید اس میں تربیت کے آثار مرتب ہوجائیں، کیونکہ:

''ضَرْبُ الصِّبْیَانِ کَالْمَاءِ فِی الْبُسْتَانِ''

ترجمہ:... ''بچوں کو تعلیم و تربیت کے لئے مارنا ایسا ہے جیسے باغ کو پانی دینا۔''

نیز انسان کی طبیعت زمین کی مانند ہے، کہ اگر اس کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو اس میں خودبخود خس و خاشاک پیدا ہوجائیں گے:

دِل توبہ نمی کند زعصیاں چہ کنم
پندم نشنید طفل ناداں چہ کنم

ترجمہ:..."دِل گناہ سے توبہ نہیں کرتا، میں کیا کروں؟
نادان بچے نے میری نصیحت نہیں سنی، میں کیا کروں؟"

فائدہ: وقت سے متعلق:

دانا کی زندگی کی وہ گھڑی جو خدا تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزرتی ہے، اس پر نادان کو بیٹے کی موت سے پہنچنے والے غم اور صدمے سے زیادہ سخت ہے، اس لئے کہ بیٹے کا نعم البدل ہوسکتا ہے کہ اس کو دُوسرا بیٹا عطا ہوجائے، لیکن گزشتہ وقت کا بدل نہیں ہے: گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!

پس از سی سال محقق شد بخاقانی
کہ یک دم بخدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

ترجمہ:..."تیس سال بعد ثابت ہوا خاقانی کو کہ ایک
ایک لحظہ خدا کے ساتھ رہنا ملکِ سلیماں سے بہتر ہے۔"

فائدہ: متعلقہ بہ اتباعِ سنت:

نیکی نام ہے اس چیز کا جو مولیٰ تعالیٰ کو پسند ہو، اور بدی نام ہے اس چیز کا جو مولیٰ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔

زمین والوں کا، عرش والے کی پسند و ناپسند کا معلوم کرنا قریب قریب محال ہے، غالباً اسی بنا پر رحمتِ ربّ کریم جل شانہ نے ایسے وجودِ مسعود پیدا کئے جن کو فیوضات، تجلیات اور انوار لینے کے لئے، ربّ تعالیٰ سے تعلق ہے اور انسانوں کے ساتھ بھی بوجہ ہم جنس ہونے کے تعلق ہے، جن کا لقب گرامی پیغمبر، رسول اور نبی ہے۔

وہ حضرات تمام مخلوق سے افضل، اکمل، برتر اور بہتر ہیں۔ وہ ہماری بہبود اور قربِ الٰہی کے لئے: اعتقاداتِ صحیحہ، اخلاقِ حمیدہ، افعالِ حسنہ، عبادات، معاملات، معاشرت، سیاسیات مدنیہ یا ملک داری و ملک گیری کے لئے جو کچھ لاتے ہیں، اس کا نام نیکی، رحمت، فضل، اسلام، دِین اور مذہب ہے، اور جس سے روکتے ہیں، اس کا نام بدی، ظلمت اور غضب ہے، معاذ اللہ!

پس وجودِ مسعود رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اقوال، افعال، اخلاق اور معاملات وغیرہ سب کے سب کا اتباع رحمت ہی رحمت ہے، اور اس کے خلاف گر مچھر کے پَر کے برابر بھی ہو، تو ناپسندیدگی وغضب کا موجب ہے۔

لہٰذا جو طریقت، حقیقت، ملکوت، جبروت، فنا، بقا، حال اور مقام وغیرہ طریقِ نبوّت کے خلاف ہے، وہ قابلِ قبولیت بارگاہِ صمدیت و احدیت نہیں ہے، گو ہزار انوار، استغراق، کمالات اور عروجات لائے، وہ انوار بہیمیت اور انوار ناری ہیں، کیونکہ: "خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ" (الرحمٰن:۱۵)۔ شیطانوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ہے، یا پھر وہ چیزیں لطافتِ عناصر، اخلاطِ صفرا، سودا، خون، بلغم، حواسِ خمسہ ظاہر یا باطن سے ہیں، وہ انوار مشکوٰۃِ نبوّت سے نہیں ہیں، فافهم وتشكر ولا تكن من الغافلين!

سرورِ دہر احمدؐ مرسل
اہلِ دِل را دوا داد در دل
محرم سر کردگار آمد
حلم او دہر را حصار آمد
ہم امام صوامع صلحا
ہم مدار مدارس علما

عصر او آمد اسعد اعصار
دور او آمد اکرم ادوار
حاکم و عادل و امام آمد
عالم و عامل و ہمام آمد
راہ و رسم ہدا عطا کردہ
درد معلول را دوا آمد

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین
سبحانک اللھم ربنا وبحمدک استغفرک واتوب الیک

۲۱ رجمادی الثانیہ ۱۳۷۷ھ

تصوف اہل صفا

یعنی

صوفیا کا تصوف

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ یَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ، وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ

اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ!

الٰہی تیرے پاک نام کا سہارا لے کر، تیری رحمت و رأفت پر بھروسہ کرکے تیری تائید وتوفیق کا اُمیدوار ہوں کہ اپنی رأفت و رحمت کی بدولت اپنی تائید وتوفیق کو میرے شاملِ حال کر، اوراس عظیم اور مشکل مہم میں میری مدد فرما:

خداوندا! درِ توفیق بگشا

نظامی را رہِ تحقیق بگشا

ترجمہ:... ''اے خداوند! توفیق کا دروازہ کھول دے،

نظامی کے لئے تحقیق کا راستہ کھول دے۔''

مرد وے کن بچراغی نکند آتش طور

چارہ تیرہ شب وادی ایمن چہ کنم

ترجمہ:... ''جو مرد کہ چراغ سے نہ کرے آتشِ طور،

وادیٔ ایمن کی سیاہ رات کا چارہ کیا کروں میں؟''

عرضِ بندہ:

بندہ گو اس لائق نہیں کہ تصوف اصفیاء کے کچھ کلمات پیش کر سکے، مگر اس اُمید پر کہ یہ برگزیدہ لوگ ہم جیسوں کے عیوب سے تسامح وچشم پوشی فرماتے ہیں، اگر غلطی دیکھتے ہیں، اصلاح فرمادیتے ہیں، لہٰذا اس اُمید و توقع نے عرض کرنے کی جرأت دے دی ہے۔ اس مختصر رسالہ میں چند فصول ہیں:

فصلِ اوّل:

تصوف کی تعریف اور فائدہ:

تصوف تعمیر الظاہر والباطن کا نام ہے، ظاہر کو اَحکام و آداب شریعت سے آراستہ کرنا اور باطن کو اعتقادِ فاسدہ واخلاقِ ردّیہ ورذیلہ سے پاک کرنا تصوف ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: تصوف یہ ہے کہ تمام تکالیف کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرے اور ماسوا اللہ کو ترک کردے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ دِل صاف رکھے، اس کو صوفی کہتے ہیں۔ اس سے تصوف کی تعریف سمجھ میں آگئی:

صاف شو باحق نہاں و آشکار
صوفیانِ صاف را ایں است کار

ترجمہ:... ”حق تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں صاف رہ، صوفیانِ اہلِ صفا کا یہی کام ہے۔“

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حقائق کا اعتبار، دقائق کا بیان اور خلق سے نااُمید ہونے کا نام تصوف ہے۔

تحقیقِ اَمر یہ ہے کہ تصوف نام ہے:

"اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" (مشکوٰۃ ص:۱۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

یعنی اس طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ سکتا تو یقین کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے، اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "احسان" فرمایا ہے۔

حاصل یہ کہ تصوف کی اصل، احسان ہے، جو عبارت ہے: صدق توجہ الی اللہ سے، فافہم!

علم، عمل اور احسان لازم ملزوم ہیں:

اَحکامِ الٰہی کا جب تک علم نہ ہو عمل ممکن نہیں، اور عمل کے بغیر علم بے سود ہے، اور علم و عمل دونوں بلا احسان کے ناقص ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہَ فَقَدْ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَھُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ۔"

یعنی جو صوفی بنا اور علم سے بے بہرہ رہا، وہ زندیق ہوا، اور جس نے علمِ دِین حاصل کیا مگر تصوف حاصل نہ کیا، وہ فاسق بنا، اور جس نے دونوں کو حاصل کیا، پس اس نے تحقیق سے کام لیا۔

فائدۂ تصوف:

تصوف کا فائدہ تصوف کی تعریف سے ظاہر ہو چکا ہے کہ تصوف سے ظاہر و باطن کی آبادی ہوتی ہے، جس سے سعادتِ دارین، فلاحِ دارین، سرفرازیٔ دارین،

دربارِ شاہی الٰہی کی حاضرباشی وقرب کی تحصیل اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ورفاقت ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، اٰمِیْنَ!

فصلِ ثانی:

رفع مغالطہ متصوفین:

بعض لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ تصوف ایک جداگانہ چیز ہے جسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ مغالطہ لاعلمی اور قلتِ معلومات یا کج فہمی کا نتیجہ ہے۔

دراصل تصوف تزکیۂ قلب کا نام ہے، جیسا کہ تعریفِ تصوف میں گزرا ہے، لہٰذا ''تزکیہ'' اخلاقِ رذیلہ، اعتقادِ فاسدہ اور اعمالِ سیئہ سے پاک ہونے، اور اخلاقِ حمیدہ، اعتقاداتِ صحیحہ اور اعمالِ حسنہ سے منوّر ہونے کو کہتے ہیں، اوّل کو تو تخلیہ اور ثانی کو تحلیہ کہتے ہیں، پس یہی تصوف ہے، اور یہی مطلوبِ اسلام ہے۔

ارشادِ الٰہی: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا'' (الشمس:۹) کا یہی مصداق ہے، نیز تصوف کے دو اُصول ہیں: ایک خودی کا مٹنا اور دُوسرا دوئی کا مٹنا۔

دوئی کا مٹنا ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' میں ہے، اس لئے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کے معنی چار ہیں:

۱:...مبتدی کے لئے ''لا معبود اِلا اللہ''۔

۲:...اور منتہی کے لئے ''لا موجود اِلا اللہ''۔

۳:...اور سیر کرنے والے سالک کے لئے ''لا مقصود اِلا اللہ''۔

۴:...اورعروج والے سالک کے لئے ''لا مشہود اِلا اللہ'' ہے۔

اورخودی کے مٹنے کا حاصل کلمہ ''محمد رسول اللہ'' میں ہے، اس لئے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کا رسول اور پیغمبر ہونے کی تصدیق کرلی تو تمام معاملات، عبادات، اقتصادیات، سیاسیات، تہذیبِ اخلاق اور تدبیرِ منزل وغیرہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکمل طور پر تابع رہنا ہوگا۔ اسی کو شریعت: ''اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً'' (البقرۃ:۲۰۸) (اسلام میں سارے کے سارے داخل ہوجاؤ)، اور: ''وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْھَہٗ اِلَی اللہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ'' (لقمان:۲۲) (جس نے اپنے منہ کو اللہ کے آگے جھکادیا اس حال میں کہ وہ مخلص ہے) فرماتی ہے، اور اصحابِ طریقت فرماتے ہیں: اگر اس درجہ کا اتباع حاصل ہو کہ سالک کا ارادہ، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادۂ مبارک میں فنا ہوجائے تو اسے فنا فی الرسول فرماتے ہیں، اورقرآن مجید اس کو: ''وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا'' (الاحزاب:۵۶) فرماتا ہے، اور اگر سالک کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادۂ پاک میں فنا ہوجائے تو یہ فنا فی اللہ کہلاتا ہے، اور شریعت ایسے پاک نفس کو ''نفسِ مطمئنہ'' فرماتی ہے، فافہم! پس شریعت عینِ تصوف اورتصوف عینِ شریعت ہے:

کَمْ مِّنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِیْحًا
وَاٰفَتُہٗ مِنَ الْفَھْمِ السَّقِیْمِ

ترجمہ:...''کتنے ہیں جو کہ صحیح بات کو جھٹلاتے ہیں؟
دراصل اس کی آفت اس کی عقل وفکر کا بیمار ہونا ہے۔''

فصلِ ثالث:

ظاہر و باطن کی تعمیر:

ظاہر جسم کی طہارت سے اکثر دانشمند واقف ہیں، کون نہیں جانتا کہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، فرج اور شکم کو اغلاط سے پاک کرنا نعمت و رحمت ہے، اور فکرمند، حساب و کتاب آخرت کے ڈر سے، اغلاط جسمانی سے بچنے کی سعی بھی کرتے ہیں:

ایں دہاں بر بند تابنی عیاں
چشم بند آنجہاں حلق و دہاں

ترجمہ:... ''یہ منہ بند کر، تاکہ دیکھے تو ظاہراً، اس جہان میں آنکھ، حلق اور منہ بند کر۔''

مراد ہر کہ براری مطیع امر تو گشت
خلاف نفس کہ فرماں دہد چو یافت مراد

ترجمہ:... ''تو جس شخص کی مراد پوری کردے، وہ تیرے حکم کا فرماں بردار ہوجاتا ہے، جو کہ خلافِ نفس کا حکم دیتا ہے، کیسے مراد پائے؟''

اور باطن کی طہارت، امراضِ قلبی، مثلاً: حسد، کینہ، کبر، غفلت، غرور اور ضلال وغیرہ، سے اکثر بے التفات ہیں، بعض کو تو اس کا پتا بھی نہیں کہ دِل بھی بیمار ہوتا ہے، اور بعض تغافل فرماتے ہیں، اور بعض خود بیمار ہیں اور خود اپنے نفس کے آپ معالج ہیں، پس جیسے جسمانی مرض کے لئے ڈاکٹر وطبیب کی ضرورت ہے، ویسے ہی

قلب و رُوح کی بیماری کے لئے رُوحانی معالج، شیخ و مرشد کی ضرورت بلکہ اشد ضرورت ہے۔

امراضِ رُوحانی ان عناصرِ اَربعہ: آب، آتش، خاک اور ہوا۔کے اثرات کی افراط وتفریط کا نام ہے، جیسے امراضِ جسمانی صفرا، سودا، خون اور بلغم کے افراط وتفریط کا نام ہے۔

آتشی مادّہ سے: کبر، عجب، تہوّر (جوش)، شوخ چشمی، شیخی بازی، لاف زنی، حبِ جاہ اورشرف وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔

خاکی مادّہ سے: بخل، اِمساک، بے مروّتی، پست ہمتی، حبِ دُنیا اور ایثارِ نفس وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔

آبی مادّہ سے: خواہشات نفسانی، زنا، چوری، دُنیوی معاملات کی شدّتِ محبت، آخرت کی بے فکری، کنود (ناشکری)، حرص، آز اور طمع وغیرہ امراض ہویدا ہوتے ہیں۔

ہوائی مادّہ سے: انکارِتوحید، رسالت، قیامت، قرآن اور وہ چیزیں جوشرک وکفر تک پہنچاتی ہیں اور دوزخ وقہر کا موجب ہیں، ظاہر ہوتی ہیں۔

ان سب کی اصلاح کوشکر، قناعت، تفویض، ایثار، توکل، تسلیم، حسنِ خلق اور رضا بالقضاء کہتے ہیں، اور صوفیائے کرام اس مقام کو تہذیبِ نفس، اصلاحِ نفس اور طریقت وملکوت وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں:

بغض کینہ سے صاف تم سینہ رکھو
دِل کو روشن مثلِ آئینہ رکھو
کینہ دِل کا اِک بڑا آزار ہے
کینہ کیا ہے؟ اِک عذاب النار ہے

فصلِ چہارم:

صوفیہ کی اقسام:

بعض علماء نے گروہِ صوفیہ کو تین قسم پر منقسم فرمایا ہے: ۱:...صوفی، ۲:...متصوف، ۳:...مستصوف۔

۱:...صوفی: وہ ہے کہ مقتضیاتِ طبیعت سے آزاد ہوکر حقیقت سے پیوستہ ہوگیا ہو، اور اپنی ذات سے فانی ہوکر حق تعالیٰ سے باقی ہو۔

۲:...متصوف: صاحبِ اُصول ہیں، جو مجاہدہ سے مرتبہ وصول تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہوں۔

۳:...مستصوف: صاحبِ فضول ہیں، جنھوں نے دُنیا کمانے کے لئے صوفیوں کی صورت بنا رکھی ہو، مگر کمالاتِ صوفیہ سے کوئی حصہ حاصل نہ کیا ہو۔

بعض نے دو قسم اور بھی فرمائی ہیں: ۱:...ملامتیہ ۲:...قلندریہ۔

۱:...ملامتیہ: وہ جماعت ہے جو اِخلاص میں بے حد کوشش کرتی ہے، ریا سے بہت بچتی ہے، اور اپنے کمالات کو ظاہری شکستہ حالی میں پوشیدہ رکھتی ہے۔

۲:...قلندریہ: وہ جماعت ہے جو حالات، مقامات اور کرامات سے تجاوز کر جاتے ہیں، اس کے سوا اس کے اور معنی بھی ہیں:

زمین و آسمان ہر دو شریف اند
قلندر را دریں ہر دو مکان نیست

ترجمہ:...''زمین و آسمان دونوں بلند قدر ہیں، قلندر کو ان دونوں میں جگہ نہیں ہے۔''

کسے گفت: قلندر آنکہ فوق الوصل جوید، (کسی نے کہا کہ: قلندر وہ ہے جو وصل سے بڑھ کر تلاش کرتا ہے)۔

فصلِ پنجم:

تصوف اور فقر میں فرق:

فقیر اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک نہیں سمجھتا، وہ حلال مال کمانے سے بھی گریز کرتا ہے، تا کہ حساب میں نہ آئے، اور فضیلت، ثواب اور دُخولِ جنت کی توقع رکھتا ہے، اور حضور، جمعیت اور طاعت کا طالب رہتا ہے، جو اپنے اختیار و ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے اختیار و ارادہ میں فنا کر دیتا ہے، رضا بالقضاء اس پر غالب رہتی ہے۔

فصلِ ششم:

تقسیم عارفین:

عارفین خواہ اصحابِ تمکین ہوں یا تلوین، بہ لحاظ روش تین اقسام میں منقسم ہیں:

۱:... بعض غواصانِ بحرِ حقیقت وہ ہیں کہ اَحکامِ ظاہری سے اسرارِ الٰہی کے گوہر نکالتے ہیں، اور ان کو برہنہ (واضح) کرکے لوگوں کے سامنے بالکل بے باکی سے پیش کرتے ہیں، اور ملامت کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے۔

۲:... بعض اپنے مشاہدات اور مکاشفات کو رموز و چیستان میں بیان کرتے ہیں، تا کہ اصلیت نااہلوں سے پوشیدہ رہے۔

۳:... بعض بالکل خاموشی اختیار کرتے ہیں:

بخاطر ہیچ مضمون بہ زلب بستن نمے آید
خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمے آید
ترجمہ:... ''لب بند رکھنے سے بہتر کوئی مضمون دِل میں نہیں آتا، خاموشی ایسا معنی رکھتی ہے جو کہنے میں نہیں آتا۔''
برلبش قفل است و در دِل رازہا است
لب خموش و دِل پُر از آزارہا است
ترجمہ:... ''اس کے لب پر تالا ہے اور دِل میں بہت سے راز ہیں، لب خاموش اور دِل تکالیف سے پُر ہے۔''

فصلِ ہفتم:

اصطلاحاتِ تصوف کی ضرورت:

جاننا چاہئے کہ انسان اپنے خیالات کا اظہار یا عبارت سے کرسکتا ہے یا اشارہ سے، مثلاً: چشم، ابرو، سر اور ہاتھوں کی حرکت سے، جیسے نادان بچے یا گونگے کیا کرتے ہیں، اور بسا اوقات اشارات میں وہ وسعت ہوتی ہے جو عبارات پُرمعانی میں نہیں ہوتی، مثلاً: غصّے کے تیور، یاس و حسرت کی تصویر اور شوخی کی ادائیں وغیرہ وہ نمایاں نقشہ دِکھاتے ہیں جو عبارت میں ادا نہیں ہوتیں۔

اسی طرح معانی کا وجود پہلے تھا، الفاظ بعد میں وضع ہوئے، الفاظ کا مقصد معانی کی طرف راہ دِکھانا ہے، الفاظ کبھی پورا اُترتے ہیں، اور کبھی پورا معنی ادا نہیں کرسکتے:

در تنگ ہائے صورت معنی چگونہ گنجد
در کلبہ گدایان سلطان چہ کار دارد

ترجمہ:... ''تنگ جگہ میں معنی کی صورت کیسے سمائے؟
فقیروں کی جماعت میں بادشاہ کا کیا کام؟''

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فہمائش کے لئے بھی وہی الفاظ برتے ہیں جو اِنسان کی سمجھ میں آسکتے تھے، جیسے قدم، استویٰ، وجہ وغیرہ، ورنہ یہ الفاظ حقیقت کے معیار و مصداق سے کوسوں دور ہیں، اسی بنا پر سمجھ لو کہ اہلِ تصوف نے بھی وہ الفاظ برتے ہیں جو ظاہر بینوں کو کم سمجھ آتے ہیں، اس لئے کہ بعض مضامین ایسے ہیں جس کو رموز و کنایات میں بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ نااہلوں سے پوشیدہ رہیں:

مصلحتے نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کنیست

ترجمہ:... ''مصلحت نہیں کہ راز پردہ سے باہر نکلے،
ورنہ رندوں کی مجلس میں نیست کی کوئی خبر نہیں۔''

اگر صاف صاف بیان کئے جائیں تو عوام کچھ کا کچھ سمجھ کر گمراہ ہوجائیں گے، دقائق وحقائق کے لئے سمجھ دار کے لئے اشارات کفایت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جب تک عمل صحیح اور کیفیات کے میدان میں قدم نہ بڑھایا جائے اور مرشد صحیح راہ نمائی نہ کرے، نہ تصوف سے کچھ آسکتا ہے اور نہ تصوف کی اصطلاحات سے:

بفکرت خواستم از سرّ وحدت یابم آگاہی
خطاب آمد کہ از پیرِ مغاں خواہ آنچہ میخواہی

ترجمہ:... ''میں نے چاہا کہ سرِ وحدت سے خبر پاؤں،
جواب آیا کہ شیخِ کامل سے طلب کر، جو کچھ تو چاہتا ہے۔''

نیز یاد رکھنا چاہئے کہ وہ عبارات جو وجدانی حالات کی تعبیر کے لئے مخصوص ہیں، وہ اہلِ مواجید کا حصہ ہے، نہ اہلِ عقل کو ان میں دخل ہے، نہ اہلِ تقلید کو:

مجاز نیست احوالِ حقیقت
نہ ہر کس یابد اسرارِ طریقت

ترجمہ:... ''احوالِ حقیقت مجاز نہیں ہیں، ہر شخص اسرارِ طریقت کو نہیں پاسکتا۔''

پس اصطلاحات عموماً دو اقسام کی ہیں: ۱:...علمی۔ ۲:...شاعرانہ۔

۱:...علمی اصطلاحات، مثلاً: وحدت، احدیت، واحدیت، برزخ، عروج، نزول، وجود، شہود، سکر اور صحو وغیرہ۔

۲:...شاعرانہ اصطلاحات، مثلاً: قد و قامت، زُلف، خط، خال، چشم، ابرو، رُخسار، لب اور دہن وغیرہ۔ شاعرانہ اصطلاحات نہایت بلیغ اور معنی خیز ہوتی ہیں، اس لئے کہ عالمِ امکان میں ہر شے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء کا عکس ہے، ممکن میں قدرت ہونا قدیر کی قدرت کا عکس ہے، مخلوق کی سماعت سمیع کی سمع کا عکس ہے، ممکن میں کلام کرنا کلیم کے کلام کا عکس ہے، اسی طور وجودِ ممکن اور افعالِ ممکن، وجودِ باری تعالیٰ اور افعالِ باری تعالیٰ کا عکس ہیں، وقس علیٰ ہذا۔

صورتِ انسانی جمیع اسماء وصفات کی جامع ہے، اور خلاصہ ہے جملہ صوَرِ اَکوان کا، اور چشم، ابرو، زُلف، خط و خال صورتِ انسانی کے کمال کا باعث ہیں، ورنہ صورتِ انسانی ناقص رہتی ہے، اس لئے لازمی طور پر اس نتیجے پر آنا پڑے گا کہ عالمِ اِمکان میں یہ تمام چیزیں، واحدِ حقیقی کی ان خاص خاص صفات کا مظہر ہیں جن سے کمالاتِ الٰہی تعالیٰ کا ظہور ہے، گلشن راز والہ فرماتا ہے:

ہر آں چیزے کہ در عالم عیاں است
چو عکسے زآفتابِ آں جہاں است

ترجمہ:... ''ہر چیز جو عالم ظاہر میں ہے، اس جہان کا عکس ہے مثل عکسِ آفتاب کے۔''

جہاں چوں خط و خال چشم و ابرو است
کہ ہر چیزے بجائے خویش نیکو است

ترجمہ:... ''جہاں، آنکھ و ابرو کے خط و خال کی مثل ہے، کہ ہر چیز اپنی جگہ دُرست ہے۔''

تجلی گہِ جمال و گہِ جلال است!
رُخ و زُلف آں معانی را مثال است

ترجمہ:... ''تجلی کبھی جمال ہے اور کبھی جلال ہے، ان معانی کے لئے رُخ و زُلف مثال ہے۔''

صفاتِ حق تعالیٰ لطف و قہر است
رُخ و زُلف بتاں را ازاں دو بحر است

ترجمہ:... ''حق تعالیٰ کی صفات لطف و قہر ہیں، رُخ و زُلف دوستوں کے لئے دو بحر ہیں۔''

ہر آں معنی کہ شد از ذوق پیدا
کجا تفسیر لفظی یابد اورا

ترجمہ:... ''ہر وہ معنی جو ذوق سے پیدا ہوتا ہے، لفظی تفسیر اس کو کیسے بیان کرے؟''

یعنی جب رُخ سے تعبیر کرتے ہیں تو وہاں تجلیٔ جمال اور لطف مراد ہوتا ہے،

اور جس جگہ زُلف سے تعبیر کرتے ہیں تو وہاں تجلیٔ جلالی اور قہر مراد ہوتا ہے۔

ہمہ را بستہ گیسوئے پریشاں داری

غمزۂ خاص بہر گبر و مسلمان داری

ترجمہ:... ''سب کے لئے پریشان گیسو بندھے ہوئے رکھتا ہے تو، آتش پرست (کافر) اور مسلمان کے لئے خاص اشارہ رکھتا ہے تو۔''

یعنی کسی کو قہر اور کسی کو لطف فرماتا ہے، اور اصطلاحاتِ علمی کی تشریح کتاب ''سر دلبراں'' اور ''شرحِ مثنوی'' وغیرہ میں مفصل موجود ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ چند صفحات کا یہ مختصر رسالہ اس تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

فصلِ ہشتم:

فضائل و کمالات اور مشکلات کا تلازم:

حدیث شریف میں ہے:

''حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ.'' (مشکوٰۃ ص:۴۳۹ بحوالہ مسلم)

یعنی بہشت شدائد و تکلیف میں گھری ہوئی ہے، اور دوزخ پر لذائذِ نفسانیہ کا اِحاطہ ہے، کوئی کمال بغیر مجاہدہ، مشقت اور مدّت دراز کے حاصل ہونا دُشوار ہے:

شیوۂ نازک دلاں نبود سلوک راہِ فقر

سخت دُشوار است بار شیشہ و راہ سنگلاخ

ترجمہ:... ''راہِ فقر پر چلنا نازک دِل والوں کا کام نہیں ہے، شیشے کا بوجھ سخت دُشوار ہے اور راستہ سنگلاخ۔''

۱:... مشکلِ اوّل: اتباعِ ہوا اور شہوت ہے، جس سے شقاوت و ضلالت ہوتی ہے:

آفت ایں در ہوا و شہوت است
ورنہ اینجا شربت اندر شربت است

ترجمہ:... ”اس در کی آفت ہوا و شہوت ہے، ورنہ یہاں شربت در شربت ہے۔“

یعنی اس دروازے کی آفت خواہشِ نفسانی اور شہوت ہے، ورنہ یہاں لذائذِ رُوحانیہ کے مزے ہی مزے ہیں۔

۲:... دُوسری آفت: غفلت، سستی، محنت سے گریز، قلتِ فرصت، اُستاذِ کامل کا فقدان اور سہو و نسیان وغیرہ وغیرہ ہے۔

۳:... تیسری آفت: حصولِ کمالات کے درمیان یا بعد میں یہ چیزیں ہیں: عجب، غرور، ریا، کتمانِ حق، کبر، طمع وغیرہ وغیرہ:

”لِكُلِّ شَيْءٍ لَهُ اٰفَةٌ، وَلِلْعِلْمِ اٰفَاتٌ“

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

كَمْ عَالِمٍ مُتَكَبِّرٍ سَتَرَ التَّكَبُّرُ عِلْمَهُ
كَمْ جَاهِلٍ مُتَوَاضِعٍ سَتَرَ التَّوَاضُعُ جَهْلَهُ

ترجمہ:... ”بہت سے متکبر عالموں کے علم کو تکبر نے چھپا رکھا ہے، اور بہت سے متواضع جاہلوں کے جہل کو تواضع نے مستور کر رکھا ہے۔“

۴:... چوتھی آفت: شیخ، مرشد اور اُستاذ کی بے ادبی محروم کردیتی ہے، صاحبِ مثنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یار چشم تست اے مرد شکار
از خس و خاشاک اورا پاک دار!

ترجمہ:... ’’تیری آنکھ کا مطلوب شکار ہے اے مرد، اس کو خس و خاشاک سے صاف رکھ۔‘‘

یار سے مراد مرشد ہے، یعنی مرشد (گویا) تیری آنکھ ہے، اے شکاری! اس آنکھ کو اسبابِ کدورتِ خاطر کے خس و خاشاک سے پاک رکھ۔

باصاف ضمیراں بادب باش کہ اینجا
از آب گہر آئینہ زنگار گرفت است

ترجمہ:... ’’پاک دِل والوں کے سامنے باادب رہ، کہ یہاں آبِ گوہر سے آئینہ زنگ پکڑتا ہے۔‘‘

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت میاں جی نور محمد قدس سرہٗ کی شان میں ایک شخص بہت گستاخی کرتا تھا، مدّت کے بعد اس کو ہدایت ہوئی اور تائب ہوکر بصد خجلت و شرمساری، سرافگندہ و سرنگوں ہوکر بیعت کی اِلتجا کی، آپ نے بیعت فرمالیا، مگر کچھ دنوں بعد فرمایا: بھائی! طریقت کا مدار امانت پر ہے، میں اس میں خیانت نہیں کرنا چاہتا، اس لئے صاف کہے دیتا ہوں کہ تم کو مجھ سے فیض نہ ہوگا، کوئی اور مرشد تلاش کرو، میں ہرچند تمہاری طرف توجہ کرنا چاہتا ہوں، مگر تمہاری باتیں یاد آکر توجہ تام سے مانع ہوجاتی ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

سنگِ آزار مزن بر دِل اربابِ صفا
کامد آسان شکن ایں شیشہ و مشکل پیوند

سوال:... کیا توبہ، ندامت اور طلبِ معافی کے بعد بھی عارفوں کے دِل میں کدورت رہ جاتی ہے؟ کیا اس کو کینہ نہیں کہہ سکتے؟

جواب:... کینہ اور کدورت الگ الگ چیزیں ہیں، کینہ وہ رذیلت ہے جو نفاق وبغض اور عداوت پر مشتمل ہوتی ہے، اہل اللہ تو بڑے لوگ ہیں، عام شرفاء اور بااخلاق لوگوں کا دامن بھی اس رذیلت کے دھبہ کا متحمل نہیں ہوتا، کینہ ور ہمیشہ چاہتا ہے کہ اپنے مخالف کو گزند پہنچائے اور انتقام لے، اور کدورتِ خاطر میں یہ باتیں نہیں ہوتیں، انتقام اور بدلہ لینے کا تو خیال تک نہیں ہوتا، صلح بھی ہوتی ہے اور عفو و درگزر بھی ہوتا ہے، مگر بتقاضائے بشریت دِل میں بار وگرانی سی رہ جاتی ہے، جس کا ازالہ اپنے اختیار میں نہیں رہتا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے قاتل حضرت وحشیؓ کے اسلام کو قبول فرمالیا اور بہ برکتِ اسلام وہ ''صحابی'' ہوئے، جس درجہ کو اغواث واقطاب نہیں پہنچ سکتے، مگر ان کی صورت دیکھتے تو یہی فرماتے: ''ھَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَغِیْبَ عَنِّیْ؟'' یعنی کیا تم ایسا کرسکتے ہو کہ میرے سامنے نہ آوٴ؟ اس کا نام انقباض ہے، نہ کہ کینہ وحسد، فافہم!

۵:... شعائر اللہ یعنی وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم وہیبت پر مشعر ہوں، مثلاً: قرآن مجید، حدیث، مکہ مکرمہ، مدینہ منوّرہ، عملِ سنت، نماز، روزہ، زکوٰة، حج، احکامِ شریعت اور عملِ سنت وغیرہ، ان کی ہتک وحرمت کرنا بھی محرومی کا موجب ہے۔

اسلاف میں سے ایک شخص کسی بزرگ کی زیارت کے لئے گئے، وہ بزرگ رُخِ کعبہ آرہے تھے، اسی اثنا میں انہوں نے کعبہ کی طرف تھوک دیا، وہ زیارت کرنے والا بغیر ملاقات کئے واپس آگیا اور مصافحہ تک نہ کیا، کسی نے پوچھا کہ زیارت کو چلے تھے اور مصافحہ بھی نہ کیا؟ فرمایا: جس کو کعبہ کا ادب نہیں، اس کو اللہ تعالیٰ کا کیا ادب ہوگا؟

اسی طرح ایک بزرگ کسی مشہور فقیر کی زیارت کو گئے، اس سے ایک سنت کا ترک کرنا دیکھا، تو اس فقیر سے نہ ملے اور فرمایا: جس کو سنت کی قدر نہیں، اس کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا قدر وشان ہوگی؟ اسی طرح جس کو عظمتِ قرآن مجید

نہیں، اس کو اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کی کیا عظمت و ہیبت ہوگی؟ علیٰ ہذا القیاس۔

سوال:... بہت سے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں جو بدعت میں مستغرق ہیں مگر ہزاروں کرامات، انوار، استغراق، صحو، سکر، فنا اور بقا سے متصف ہیں؟

جواب:... اوّل یہ کہ قربِ الٰہی، مقبولیت، مدارج و معارج وہ پسندیدہ ہیں جو اِتباعِ سروَرِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہیں، پس "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" (النساء:۸۰) جملہ شرطیہ ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس سے صاف ثابت ہوا کہ جس نے رسول اکرم علیہ السلام کی اطاعت نہ کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی، "وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا" (الاحزاب:۳۶) اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی، وہ صاف گمراہ ہوا۔

کرامت: یعنی خرقِ عادت جیسے مؤمن کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے، ویسے ہی کافر، مشرک اور بدعتی کے ہاتھ پر بھی خرقِ عادت ہوجاتا ہے۔ صحیح مسلم (ج:۲ ص:۳۹۷) میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دِل میں آیت: "فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ" (الدخان:۱۰) کو چھپایا، ابنِ صیاد نے کہا: "ھُوَ الدُّخُّ" اس کو اِستدراج کہتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ دریا پر سخت دُھوپ میں کشتی کے انتظار میں بے تاب تھے، ایک مرید نے عرض کیا کہ: آپ کے مریدوں میں اس قدر قوت و کرامت ہے کہ وہ بلاکشتی کے دریا پار جاسکتے ہیں، اور آپ اتنی صعوبت میں تکلیف کش ہیں، فرمایا: کیا ایسی چیز ظاہر کروں! جو اِستدراج کے مشابہ ہے؟

بعض لوگ فرماتے ہیں کہ: کرامت عورت کے حیض کی مثل ہے، اس کو چھپانا چاہئے، اور جن بزرگوں سے عام کرامات ظاہر ہوئی ہیں، وہ بالآخر حسرت ناک

ہوئے ہیں کہ یہ چیزیں ظاہر نہ ہوتیں:

ما برائے استقامت آمدیم

نہ پئے کشف و کرامت آمدیم

ترجمہ:... ''ہم استقامت کے لئے آئے ہیں، نہ کشف وکرامت کے لئے آئے ہیں۔''

زابلیسِ لعین بے سعادت

شود پیدا ہزاراں خرقِ عادت

ترجمہ:... ''ابلیس لعین بے سعادت سے ہزاروں خرقِ عادت چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔''

گہے از در در آید گہ از بام

گہے در دِل نیشند گہِ در اندام

ترجمہ:... ''وہ کبھی دروازہ سے آتا ہے، کبھی چھت سے، کبھی دِل میں بیٹھتا ہے اور کبھی جسم میں۔''

رہا کن شطحات و ترہات

خیال نور و اسباب و کرامات

ترجمہ:... ''خلافِ شریعت اور فضول باتوں کو چھوڑ، اور نور، اسباب اور کرامت کے خیال کو۔''

خیالات تو اندر حق پرستی است

وگر عجب و ہوا و خود پرستی است

ترجمہ:... ''تیرے خیالات حق پرستی میں (دُرست) ہیں، وگرنہ تکبر، خواہشِ نفس اور خود پرستی ہیں۔''

حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: کرامات توجہ در خلق است (کرامات مخلوق کی طرف توجہ کا نام ہے)۔ اور ولایت تجلّی اسماء و صفات سے متجلی ہونا ہے، اس میں توجہ الی الخالق ہے، ان صفات کے حامل بزرگوں میں اس درجہ کا فرق ہے، جیسے خالق و مخلوق میں، جس کو مخلوق میں درک ہے، وہ اس کو کیسے مل سکے؟ جس کو خالق کی صفات و اسماء سے روشنی ہے۔

انوار دو قسم پر ہیں: ایک رحمانی، دوم شیطانی۔

ا:...انوارِ رحمانی: وہ انوار ہیں جو مشکوٰۃِ نبوّت کے واسطے سے فائض ہوتے ہیں، جن کا انحصار عمل بالقرآن والسنۃ پر ہے۔

۲:...انوارِ شیطانی: وہ روشنی ہے جو ناری روشنی سے رونما ہوتی ہے، بدعت ناری روشنی ہوتی ہے، ہر گناہ و نافرمانی میں نار ہوتی ہے، کشف والوں کے نزدیک وہ کبھی نمودار ہوجاتی ہے، مرشدِ ناقص، بدعتی اور مشرک اس کی تمیز (پہچان) نہیں کرسکتا، نار کی لطافت کا آخری درجہ اور نور صحیح کا پہلا درجہ مساوی مساوی ہوتے ہیں، جیسے آگ کی روشنی جو گیس اعلیٰ میں ہوتی ہے وہ بالکل بے ضرر ہوتی ہے، اور زیادہ نمایاں، مگر وہ ناری آثار اور بہیمیت کے اطوار سے ہے۔ عباداتِ صحیحہ میں انوارِ الٰہیہ ہوتے ہیں، وہ عنداللہ پسندیدہ ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں، وہ انوارِ الٰہیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بہشت تک پہنچادیں گے، بفضلہٖ تعالیٰ، اور ناری روشنی، بدعت، شرک اور دوزخ تک لے جائے گی۔

نیز کبھی انوار لطافتِ عناصر آب، خاک اور ہوا سے جلوہ زن ہوتے ہیں، وہ اس کو نورِ الٰہی سمجھتا ہے، اور کبھی حواسِ خمسہ باطنہ کی لطافت محیط ہوجاتی ہے، جس کو سوائے شیخِ خبیر و بصیر اور ماہر کے سمجھنا مشکل ہے، اس لئے انوارِ سلوک میں شیخِ بینا و حاذق ضروری ہے۔

اسی طرح عبادات، وضو، نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے انوار میں امتیاز کرنا، اس کے لئے کسی بڑے ماہر کی ضرورت ہے، اس لئے یہ راہ سوائے مرشد صحیح کے طے کرنا صد مشکل ہے: ''بے مدد پیر نہ امکان تست'' واللہ تعالیٰ اعلم!

فصلِ نہم:

سلوک کے اقسام:

سلوک دو قسم پر ہے: ایک سلوکِ نبوّت، دوم سلوکِ ولایت۔

کسی سالک پر فیضِ نبوّت کا غلبہ ہوتا ہے، اور کسی سالک پر فیضِ ولایت کا، ہر ایک کے آثار جدا جدا ہیں۔

سلوکِ نبوّت کے آثار:

۱:... طریقِ نبوّت والے رزق کی تحصیل میں کمی نہیں کرتے، ہاں! جو ملتا ہے اس پر قناعت کرتے ہیں، حرص وطمع سے بچتے ہیں۔

۲:... خلق کی طرف افاضۂ فیض کے لئے رغبت کرتے ہیں، لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔

۳:... امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں زیادہ تندہی کرتے ہیں۔

۴:... ان پر ادب غالب ہوتا ہے، جیسا کہ صاحبِ شرح سے منقول ہے، اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ اس پر اضافہ نہیں فرماتے، اگرچہ وہ زیادتی خلافِ شرع نہ ہو۔

۵:... ان کا انتہائی مقامِ عبودیت ہے۔

۶:... ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا، بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں

آتا، یعنی اگر نہ آئے تو دِلگیر نہیں ہوتے، محض حکمِ ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

۷:... بہ مقتضائے: "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (المؤمن:۶۰) (مجھے پکارو، قبول کروں گا)، دُعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔

۸:... اوروں سے زائد اسباب سے متمسک ہوتے ہیں، مگر اسباب کو سبب سمجھتے ہیں نہ کہ علت، یعنی سبب پر نظر نہیں رکھتے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو، دو زرہیں بھی پہنی ہیں۔

۹:... حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

۱۰:... شریعت پر بڑی پختگی سے عمل کرتے ہیں۔

۱۱:... ان پر صحو غالب ہوتا ہے، وغیرہ ذالک۔

سلوکِ ولایت کے آثار:

۱:... کھانے پینے میں تکلّفاً کمی کرتے ہیں۔

۲:... خلق سے نفرت کرتے ہیں۔

۳:... امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے، جب تک اُن پر واجب نہ ہو، یعنی دُوسرا کوئی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والا نہ ہو تو مجبوراً کرتے ہیں، یا محض فرض وواجب کے ترک پر نکیر کرتے ہیں۔

۴:... ان کو اپنے مکاشفات وتحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے، اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اگر خلافِ شرع نہ ہو۔

۵:... ان کا انتہائی مقام رضا ہے یا فنا الفناء۔

۶:... ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے، اور عبادات میں لذتِ طبعی آتی ہے۔

۷:... اسبابِ ظاہری کو ترک کردیتے ہیں۔

۸:...اہتمام سے دُعا نہیں مانگتے۔

۹:...حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے ساتھ طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں، مگر اعتقاد فضیلت، ترتیب سے ہوتا ہے۔

۱۰:...ان سے شرائع کے امتثال میں کبھی تسامح بھی ہوجاتا ہے۔

۱۱:...ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔

فائدہ:... یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اولیائے کرام شریعت کے خلاف کیا کرتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ ولی وہی ہوتا ہے جو تابعدارِ نبی علیہ السلام ہوتا ہے، بلکہ اولیائے کرام پر کبھی اس قدر سکر غالب ہوتا ہے اور محبت کی مستی ہوتی ہے کہ کبھی اُسی دُھن، خیال اور حیرت میں بلاقصد، شریعت کا کوئی کام چھوٹ جاتا ہے، اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے کوئی کام نہیں چھوٹ سکتا، ان پر نہ سکر ہوتا ہے اور نہ شریعت کا کوئی کام چھوٹتا ہے، وہ ہمیشہ صحو ہی صحو میں رہتے ہیں اور منصبِ رسالت کو بڑی ہمت سے ادا کرتے ہیں، فافہم!

سلوکِ ولایت کبھی انواری ہوتا ہے، اس میں استغراق، محو، اثبات، سکر، صحو، کشف القبور، کشف القلوب اور طے زمین یعنی مسافت کا سمٹنا وغیرہ ہوتا ہے، اور کبھی سینہ کے اندر انوار بھی معلوم ہوتے ہیں، اس کو بعض صوفی سیر انفسی کہتے ہیں، اور کبھی انوار باہر نظر آتے ہیں، اس کو بعض لوگ سیر آفاقی کہتے ہیں، اور کبھی وہ انوار محیط ہمہ عالم معلوم ہوتے ہیں اور کبھی محیط نہیں ہوتے، مگر یہ سلوک ازحد خطرناک ہے، مرشد کامل و مکمل وہ ہوتا ہے جو انوارِ صحیحہ اور غیرصحیحہ کا امتیاز کرے، اور ایسے مرید کے گرجانے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کو عجب اور کبر وغیرہ کا مرض لگ کر ہلاک نہ کردے۔

سلوکِ ولایت کبھی عیب بینی کا ہوتا ہے کہ ہر دن، ہر ساعت اور ہر منٹ

میں اس کی اپنے عیب پر نظر پڑتی رہتی ہے، تاکہ اپنے آپ کو کافرِ فرنگ بلکہ شیطان سے بھی بدتر سمجھتا رہے:

ہر کہ بر عیب خود بینا شود
رُوح اورا قوتے پیدا شود

ترجمہ:... ''جو شخص اپنے عیب پر نظر رکھتا ہے، اس کی رُوح قوت پکڑتی ہے۔''

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقولہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: جب تک اپنے آپ کو کافرِ فرنگ سے بدتر نہ سمجھے، کوچۂ تصوف تک نہیں پہنچتا۔ یعنی یہ تصور کرے کہ عین ممکن ہے کہ کافر کو ایمان نصیب ہوجائے اور وہ جنت کا مستحق قرار پائے، اور مجھ سے کوئی ایسی گستاخی سرزد ہوجائے کہ کہیں ایمان سلب ہوکر جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤں۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ پر کسی صورت سے خاکستر ایسے طور آئی کہ تمام ریش مبارک اور کپڑے آلودہ ہوگئے، فرمانے لگے: اے نفس! شکر کر کہ تو آگ کے لائق تھا، اور تجھ پر خاکستر ڈالی گئی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ذلیل کتے کو دیکھ کر رونے لگے، اور فرمایا: اگر مجھ پر ایمان کی پگڑی سلامت رہی تو میں اس سے بہتر ہوں گا، وگرنہ اس سے بدتر ہوں گا، کیونکہ یہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اس سلوک کو سلوکِ سلف کہتے ہیں، یہ سلوک اَسلم (سب سے زیادہ سلامتی والا) ہے، اس میں گرنا کم ہوتا ہے، اس سے خودی، عجب اور کبر وغیرہ خود بخود نہیں رہتے۔

فصلِ دہم:

سلوک پر مرتب ہونے والے آثارِ سلوک:

بعض سالک اللہ کے فضل سے اس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ مثلاً: تقلید سے تحقیق کے درجہ میں پہنچتے ہیں، اور علم الیقین سے عین الیقین، اور عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچتے ہیں، جیسے مکہ مکرمہ کے متعلق ہر کسی سے سنا ہے، لہٰذا یہ علم الیقین ہے، جب مکہ مکرمہ کو جا کر دیکھیں گے تو وہ عین الیقین ہوگا، جب اس کے کمالات و انوار اور اس کے کوچہ و بازار سے واقف ہوں گے تو یہ حق الیقین ہے، اسی طرح جب بعض بندگانِ حق کے بارے میں حق تعالیٰ کے عشق کی بابت سنتے ہیں تو یہ علم الیقین ہے، اور جب کسی کو اس کے عشق میں مست دیکھتے ہیں تو یہ عین الیقین ہے، اگر خود بھی اس آتشِ عشق میں جلنے لگتے ہیں تو اب حق الیقین کے درجہ پر فائز ہوگئے، لہٰذا فرماتے ہیں کہ: یقین کے ادنیٰ درجہ پر کفایت نہ کرو، بلکہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کی سعی کرو، صرف کان سے سننے یا چشمِ ظاہر سے دیکھنے پر قانع نہ بنو، بلکہ چشمِ بصیرت اور مشاہدہ سے حق الیقین حاصل کرو:

اے برادر! بے نہایت در گہیست
ہرچہ بروے می رسی بروے مائیست

اسی طرح بعض کو بعض عقائد یا اَحکام میں تقلید سے تحقیق حاصل ہوتی ہے، کسی کو تمام مسائل میں اور بعض کو کسی چیز میں علم استدلالی سے علم بدیہی عطا فرماتے ہیں، مثلاً تقدیر کے مسئلہ کا انکشاف ہوجائے۔

فصلِ یازدہم:

تجلیاتِ افعالیہ، صفاتیہ اور ذاتیہ:

زاد دانشمند آثار قلم
زاد صوفی چیست انوار قدم

ترجمہ:...''دانش مند کا زادِ راہ قلم کے نشانات ہیں،
صوفی کا زاد کیا ہے؟ انوارِ قدم ہیں۔''

مطلب:... اہلِ علمِ ظاہری کا سرمایہ پیک قلم کے نشان ہیں اور صوفی کا سرمایہ ذاتِ قدیمہ کے انوار وتجلیات ہیں، پس کہاں ایک نشان قلم سے حروف تحریر جو کہ قابل زوال ہیں، اور کہاں ذاتِ قدیم کے انوار۔ پھر انوار اپنے دوام کے لحاظ سے بھی افضل ہیں اور انوار ہونے کے اعتبار سے بھی برتر ہیں۔

سالک پر اوّلاً حق سبحانہ کے افعال کا ظہور و پرتو پڑتا ہے، اس کو تجلیٔ افعال کہتے ہیں، اس میں افعالِ مخلوق، افعالِ الٰہی معلوم ہوتے ہیں، یعنی افعالِ خیر، صفاتِ جمالیہ کا عکس ہیں، اور بُرے کام صفاتِ جلالیہ کا پرتو ہوتے ہیں، گو بُرے کام کو اختیار کرنے میں زیرِ گرفت ہوتا ہے۔

پھر صفاتِ الٰہی کا عکس پڑنے سے صفاتِ مخلوق صفاتِ الٰہی معلوم ہوتی ہیں، مخلوق کا کلام صفتِ کلیم کا پرتو ہے، مخلوق کی سمع، قوت، قدرت، صفتِ سمیع و قوی و قدیر کا عکس ہیں، علیٰ ہذا القیاس۔

اس کے بعد ذاتِ باری تعالیٰ ذات بحت (خالص اللہ کی ذات) کا پرتو پڑنا تجلیٔ ذات کہلاتا ہے، مذکورہ بالا شعر میں انوارِ قدم سے مراد تجلیاتِ افعال ہیں، تجلیٔ

ذات میں سالک تمام مخلوق کا وجود گم پاتا ہے:

چو سلطان عزت علم در کشد

جہاں سر بجیب عدم در کشد

ترجمہ:... ''جو بادشاہ علم کی عزّت کھینچتا ہے (قدردانی کرتا ہے) جہاں سر عدم کے گریباں میں کھینچتا ہے۔''

فصلِ دوازدہم:

ملکوت، جبروت اور لاہوت:

جاننا چاہئے کہ جب تک انسان خورد ونوش اور دیگر شہواتِ بشریہ میں پھنسا ہوا ہے، وہ ناسوت میں ہے، پس ناسوت، بشریت و عالمِ بشریت ہے۔

ملکوت: وہ عالم ہے جو ملائکہ اور نفوسِ قدسیہ کے لئے مختص ہے۔ سالک جب ذکر ومراقبہ کرتے کرتے ہوائے نفسانی سے برطرف ہوجاتا ہے اور ذکر و اَحکامِ الٰہی اس کی طبعی چیز بن جاتی ہے، اس کو ملکوتی کہتے ہیں، گویا کہ ملائکہ والے ذکر وتسبیح سے موصوف ہوگیا ہے۔

جبروت: مرتبہ وحدت و مرتبہ صفات حقیقت محمدی کا نام ہے، سالک جب غیراللہ سے منقطع ہوکر مرتبہ تجرید پر فائز المرام ہوتا ہے، اس کو جبروتی کہتے ہیں۔

لاہوت: گنج، مخفی، مقامِ فنا، محویتِ تامہ، حقیقتِ وحدت جو جمیع اشیاء میں جاری و ساری ہے اور مرتبہ ذات کا نام لاہوت ہے۔ لاہوت، دراصل ''لا ہو، اِلاَّ ہو'' ہے، سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے، تو اسم و رسم سے مبرا ہوجاتا ہے، وہم و خیال سے منزہ ہوجاتا ہے، بعض کے نزدیک یہ کیفیت آنی ہے، یعنی ایک آن کے لئے آئی

اور گئی، اور بعض کے نزدیک زمانی ہے، کچھ دیر رہتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

فصلِ سیزدہم:

شریعت، طریقت اور حقیقت:

شریعت اَوامر و نواہی سے عبارت ہے، جن کی صراحت کتبِ فقہیّہ میں ہے، وہ ایک صراطِ مستقیم ہے جو رَبّ تعالیٰ تک پہنچا تا ہے، جس پر رضا اور ترکِ فرمان پر قہر و عذاب مرتب ہوتا ہے۔

طریقت: رَوِش اربابِ حال، تہذیبِ اخلاق یعنی اوصافِ ذمیمہ کو اوصافِ حمیدہ میں تبدیل کرنا ہے، اسے ''سفر در وطن'' بھی کہتے ہیں۔

حقیقت: ظہور توحید حقیقی، حقیقت ذات حق بلا حجاب تعینات کو کہتے ہیں، نماز کو فرائض، واجبات، سنن اور مستحبّات سے ادا کرنا شریعت ہے، اس میں خشوع کرنا طریقت ہے، اور اس طور ادا کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یا اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہے ہیں، یہ حقیقت ہے۔ حقیقت مغز ہے، جس کا پوست شریعت ہے، طریقت مغز و پوست کے درمیان ایک برزخ ہے، مغزِ حقیقت، پوستِ شریعت و طریقت کے بغیر پختہ نہیں ہوتا، بلکہ خطرہ میں رہتا ہے، دُوسرے لفظوں میں گویا شریعت نسخہ ہے، طریقت اس کا طریقۂ استعمال ہے، اور حقیقت اس کے نتائج کا حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح روزہ، صبح سے شام تک کھانے، پینے اور جماع نہ کرنے کا نام ہے، یہ شریعت ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی غلطی سے بھی بچنا، یہ طریقت ہے، اور روزہ کی حالت میں ماسوا اللہ سے نظر اُٹھ جانا، یہ حقیقت ہے، علیٰ ہذا القیاس۔

فصلِ چہاردہم:

کشف:

کشف دو قسم پر ہے: ا:...کشفِ صوری۔ ۲:...کشفِ معنوی۔

''کشف'' لغت میں پردہ اُٹھ جانے کو کہتے ہیں، اور اصطلاحِ صوفیہ میں اُمورِ غیبی و رُوحانی سے حجابات کا اُٹھنا اور حقیقت ورائے حجاب پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے۔

کشفِ صوری: کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ خوابوں میں جو معاملات بندہ کے ساتھ پیش آئیں، وہ بیداری میں بھی اس کو پیش آنے لگیں، اس میں اکثر حواسِ خمسہ اور عالم مثال میں صورتوں کا ادراک کرتے ہیں، یہ کشف بھی بطور مشاہدہ کے ہوتا ہے، اور کبھی بطور سماع کے ہوتا ہے، جیسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کو مسلسل کلام سے سنتے تھے اور گھنٹی کی آواز اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ پاتے تھے اور کبھی حسِ باصرہ کے ذریعہ سے ہوتا تھا، جیسا کہ ارشاد ہے:

''وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرَاهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.'' (الانعام:۷۵)

ترجمہ:...''اور اسی طرح ہم دِکھانے لگے ابراہیمؑ کو عجائبات آسمانوں اور زمین کے۔''

اور کبھی بطور حسِ ذائقہ کے، جیسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دُودھ پیتا دیکھا، یہ جملہ اقسام تجلیاتِ اسماء سے ہیں، اسم بصیر، اسم سمیع اور اسم رازق کے اثرات وعکس سے ہیں۔

کشفِ صوری کی ایک جزئی (شاخ) کشف کونی ہے، جس سے مغیبات

دُنیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے، یہ کشف خلافِ شرع لوگوں کو بھی ہوتا ہے، اہلِ سلوک کی عالی ہمت اُمورِ دُنیوی پر نہیں ٹھہرتی، اس کو تضیعِ اوقات سمجھتے ہیں۔

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام آخر میں قصداً حضرت خضر علیہ السلام سے فراق کی غرض پوچھنے لگے، وہ لوگ صفات و اسماء الٰہی تعالیٰ و افعالِ الٰہی تعالیٰ و اَحکامِ الٰہی تعالیٰ کے کشف کو نصب العین رکھتے ہیں، اُن کا تنہا مقصد فنا فی اللہ و بقا باللہ ہوتا ہے، اور جملہ جہانوں میں ہر مظہر کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کا ہی ظہور سمجھتے ہیں:

ہر کہ آید در نظر غیر تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

کشفِ معنوی: حقائق کی صورتوں سے مجرد ہوتا ہے، یہ کشف اسمِ علیم اور حکیم کی تجلیات سے حاصل ہوتا ہے، اس میں معانی غیبیہ اور حقائق مغیبہ اچانک ظہور کرتے ہیں (یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا)۔

فصلِ پانزدہم:

جذب وسلوک:

ابتداءً سالک کے لئے تجلیاتِ افعال کی ضرورت ہوتی ہے، جب وہ ان تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے تو فرطِ شوق سے مطلوبِ حقیقی تک قرب کی منازل طے کرتا ہے، پھر اُس جانب سے بھی جذب ہوتا ہے تو بتدریج دُشواریاں کم ہوتی جاتی ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ وصول الی المطلوب کا زیادہ مدار جذبِ الٰہی تعالیٰ پر ہوتا ہے، کسی بزرگ نے فرمایا:

"جَذْبَةٌ رَبَّانِيَةٌ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ."

یعنی فوز مطلوب کے لئے ایک خداوندی کشش تمام جن و انس کی عبادت سے بہتر ہے۔

کاروانِ کہ بود بدرقہ اش لطف خدا
بتجمل بہ نشیند و بجلالت برود!

ترجمہ:... "جس قافلے کا رہبر خدا ہو، وہ خوبی سے بیٹھتا ہے اور عزت سے چلتا ہے۔"

ارادہ تھا کہ حقیقتِ محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دائماً ابداً) کے متعلق قطرہ از بحر حوالۂ قلم کروں گا، مگر جامی علیہ الرحمۃ کا شعر یاد آ گیا اور قلم روک دیا:

مزن جامی زحد خود برون پا!
(اے جامی! اپنی حد سے باہر پاؤں مت پھیلا)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

عرضِ ضروری

دِل سے سنیں اور اپنے حسنِ خلق و کمالات کے سبب سے تسامح، چشم پوشی اور رواداری کو پیشِ نظر رکھیں۔ انسان فانی چیز کا نام ہے:

اے زاغ دریں باغ چہ غوغا می کنی
دُنیا سرائے فانی است چہ تماشا می کنی

ترجمہ:... "اے کوے! اس باغ میں تو کیا شور شرابا

کرتا ہے؟ دُنیا فانی سرائے ہے، تو کیا تماشا کرتا ہے؟''

شاید پیک اجل عنقریب ہو اور بعد میں میرے رفقاء میں سے کوئی دانشمند زیرک زمان خلافتِ راشدۂ تصوف کا مدعی بن جائے، اور حرصِ دُنیوی یا نام آوری یا ریاکاری سے دعویٰ کاذبہ کا بندہ پر الزام رکھے۔

یاد رکھنا چاہئے! کہ اجازت دینا چند قسم پر ہے: ایک سفارت محض کہ: میری طرف سے لوگوں کو ذکر و مراقبہ کرائیں، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اجتماعِ ذاکرین سے اس کی تکمیل ہوتی جائے گی۔

دوم:... یہ کہ ذکر و مراقبہ بتلانے کی تم کو اجازت ہے، مگر اسی حد تک۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور امتحان بھی ہوتا ہے کہ یہ شخص خلافت کے فرائض، بار اور انتظام میں کیا کرسکتا ہے؟ اور کس انجام پر پہنچ سکتا ہے اور پہنچا سکتا ہے؟

سوم:... سچ مچ کی خلافت، وہ یہ ہے کہ سچ مچ اس میں فنا و بقا کے آثار پائے جائیں، اور انوارِ محمدی و فیوضِ محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا حامل ہوجائے، سجادہ نشین مصطفوی کا پورا نقشہ بن جائے، اس کیفیت کو مرشد صحیح خوب جانتا ہے، اس کے لئے چند چیزیں جب تک نہ ہوں، یہ کمالات مشکل سے ہاتھ آتے ہیں:

اعتقادِ صحیح، عمل سنت باہمت، ربط تام بالشیخ، صحبتِ مرشد تا مدّتِ مدید، مجاہدہ حسبِ وسعت، تاکہ فارغ وقت کو فارغ نہ رکھے اور ہر دَم مزید در مزید کمالات کی تحصیل کے لئے اشتیاق رکھے۔

اور ہر وقت اپنے نفس پر بدظنی رکھے تاکہ عجب وغیرہ پیدا نہ ہو، وغیرہ ذالک۔

بندہ نے جن اشخاص کو اجازت دی ہے، وہ دوسری قسم سے ہے، اللہ تعالیٰ ان کو کامل و مکمل فرمائے، آمین۔

خلفاء کے اسمائے گرامی:

۱:... مولانا بالفضل اَوْلانا مولوی سیّد بشیر احمد صاحب، مدرّس مدرسہ سراج العلوم لودھراں دام فیوضہ، کوسلسلۂ نقشبندی میں۔

۲:... مولانا حکیم غلام رسول صاحب مدظلہٗ کو سلسلۂ قادریہ میں۔

۳:... مولانا عزیز مولوی عبدالکریم صاحب ساکن روڈوسلطان ضلع جھنگ، سلسلۂ نقشبندی میں۔

۴:... مولانا مولوی عبدالحی صاحب طول عمرہٗ ساکن اسلام آباد ضلع ملتان، سلسلۂ نقشبندی و قادری میں۔

۵:... مکرّم صوفیؒ صادق عبدالرحمٰن صاحب شہر سرگودھا، سلسلۂ نقشبندی میں۔

۶:... عزیز صوفی حاجی محمد حسین صاحب ساکن راجہ رام ضلع ملتان، سلسلۂ نقشبندی میں۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا وَلَھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ وَدُنْیَاھُمْ وَتَلْقِیْنِھِمْ وَتَبْلِیْغِھِمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَعَافِھِمْ وَطَوِّلْ عُمُرِھِمْ وَقِھِمْ شَرَّ الدَّارَیْنِ، اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ!

عبداللہ عفی عنہ

اسلام آباد، ڈاک خانہ شجاع آباد، ضلع ملتان۔

۵/رجب المرجب ۱۳۷۸ھ

"شریعت اوامر ونواہی سے عبارت ہے، جن کی صراحت کتبِ فقہیہ میں ہے، وہ ایک صراطِ مستقیم ہے جو ربّ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔"

آداب الشیخ والمرید

یعنی

پیرو مرید کے آداب

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
رَبِّ يَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ!

بے شک بزرگانِ دین کے حالات، مقالات اور ملفوظات، معمولاتِ علم و عمل کی رُوح، دِین و دُنیا اور آخرت کے لئے رہبر، خلوت کدہ کے لئے مونس، غمزدہ کے لئے انیس، دِینی و دُنیوی مشکلات کا حل، نورِ ایمان کے بڑھانے اور قلب میں قوّتِ ایمان پیدا کرنے والے ہیں:

حرف از زبانِ دوست شنیدن چہ خوش بود
یا از زبانِ آں کہ شنید از زبانِ دوست

ترجمہ:... ''دوست کی زبان سے بات سننا کس قدر پسندیدہ ہے، یا اس کی زبان سے، جس نے دوست کی زبان سے سنا ہو۔''

تمام واقفین کو معلوم ہے کہ یہ ناچیز مؤلف تو ناکارہ ہے، مگر سلف صالحین کے انفاسِ طیبات کے نقل کرنے کا عادی ہے، شاید کہ پاک لوگوں کے پاک کلام و معمولات کے بیان سے خیر کی توفیق نصیب ہوجائے، اور نیکوں کی دُعائے مقبول سے بیڑا پار ہوجائے، اس رسالے کے اکثر مضامین حکیم الاُمت حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے ماخوذ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

فصلِ اوّل:

طریقت کے حصول کی ضرورت:

طریقت ہی صراطِ مستقیم ہے، طریقت اللہ تعالیٰ کے راستے کے سیکھنے کا نام ہے، راستہ کی شرافت یا افادیت، اس کی غایت اور منزلِ مقصود سے ہوتی ہے، اور اس راستے یعنی طریقت کی غایت حق سبحانہ وتعالیٰ ہے، جو اشرفِ موجودات و اعزِّ معلومات ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے اس کا راستہ بھی سب سے اشرف و افضل ہوا، اور جو شخص اس راستے کا راہ نما ہوگا، وہ سب راہ نماؤں سے اکمل و اعلیٰ ہوگا، اور جو اس راستے پر چلنے والا ہوگا، وہ سب سے زیادہ خوش نصیب ہوگا، اس لئے عقل مند کو لائق ہے کہ اس راستے کے سوا کسی راستے کو اختیار نہ کرے، اسی راستے پر چلنے سے اس کی سعادتِ ابدی و راحتِ دائمی ہے، پس جو طریق کہ سعادتِ ابدی و فوزِ کبیر کا موجب ہو، اس کا حصول بھی ضروری ہوتا ہے، مگر اس طریق میں تلبیسِ ابلیس، اشتباہات اور جوابات بکثرت ہیں، لہٰذا سالک و شیخ کی پہچان ضروری ہے، اور چونکہ موجودہ زمانہ لمبے چوڑے جھوٹے دعوؤں سے بھرا ہوا ہے، نہ کوئی مریدِ صادق اور راسخ القدم نظر آتا ہے، اور نہ کوئی شیخِ محقق نظر آتا ہے، جو مرید کو خودرائی اور رعونت سے نکالے اور اس پر طریقِ حق ظاہر کرے، اسی خبط اور تلبیس کے دفع کے لئے بندۂ نابکار، رسالہ ''آداب الشیخ والمرید'' مؤلفہ امامِ عارف، شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ، جس کا ترجمہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مدظلہٗ نے کیا ہے اور دیگر کتبِ حضرت حکیم الأمت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ سے مختصر طور پر انتخاب کر کے اہلِ سلوک کی

خدمت میں پیش کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مقبول بنائے، اہلِ طریق کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر کہیں غلطی دیکھیں تو اصلاح فرمادیں:

شاہاں را چہ عجب گر بنوازند گدا را!

فصلِ دوم:

طریقت میں شیخ کی ضرورت:

چونکہ یہ طریق شرف وعزّت میں انتہائی درجہ رکھتا ہے اور وصول الی اللہ کی راہ ہے، اسی لئے اس پر ہر طرف سے ایسے اُمور کا ہجوم اور ورود ہوتا ہے کہ ہر کس کا اس پر چلنا دُشوار ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ: ہر انسان کے قلب پر ایک شیطان مسلط ہے، اور ایک فرشتہ۔ قلب میں جو خطرات (خیالات) پیدا ہوتے ہیں، وہ کبھی تو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، اور کبھی فرشتے کی طرف سے۔ (رواہ مسلم)

فرشتے کی طرف سے دِل پر جو خیالات آتے ہیں، اُن کو ملکوتی اور ربانی کہتے ہیں، اور جو خطرات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، اُن کو نفسانی و شیطانی کہتے ہیں، اور بعض خطرات ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر میں اچھے نظر آتے ہیں، مگر درحقیقت بُرے ہوتے ہیں، جیسے طالبِ علم کو وسوسہ ڈالا کہ علم سے مقصد عمل ہے، کسی شیخ کے پاس جاکر اللہ، اللہ کرتا رہ، علم پڑھ کر کیا کرے گا؟ ظاہر میں یہ خدشہ اچھا نظر آتا ہے کہ مقصد عمل ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب علم ہی صحیح نہ ہوگا تو عمل مقبول بھی نہ ہوسکے گا۔

طریقت میں امراضِ قلبیّہ، مثلاً: حسد، کینہ اور طمع وغیرہ کا علاج ہوتا ہے، اور صحتِ رُوحانی، مثلاً: شکر، قناعت اور رضا بالقضا وغیرہ کی تحصیل ہوتی ہے، طالب،

سالک اور مرید خود بنفسہٖ اپنی اصلاح نہیں کرسکتا، لہٰذا کسی ایسے ماہر، حاذق کی ضرورت ہے جو امراضِ رُوحانیہ کا واقف، تشخیص کا ماہر اور کسی بزرگ سے علاج کرنے کا مجاز ہو، اور تمام خطراتِ صحیحہ و فاسدہ کا عالم اور مشتبہ خیالات میں امتیاز کرنے والا ہو، جس سے امراضِ قلبیّہ کا علاج کرائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا پائے، ایسے معالج کو پیر، شیخ اور مرشد کہتے ہیں، اور شفا کے طالب کو مرید و سالک کہتے ہیں، لہٰذا مرید کو شیخ و مرشد کی ضرورت ہے۔

فصلِ سوم:

شیخ و مرشد کی پہچان:

مرشدِ کامل کی علامات یہ ہیں:

۱:... بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو۔

۲:... عقائد، اعمال اور اخلاق میں شرع کا پابند ہو۔

۳:... دُنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔

۴:... کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبۂ دُنیا ہے۔

۵:... کسی شیخِ کامل کی صحبت میں کچھ عرصہ رہا ہو۔

۶:... اس زمانے کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں، عوام کی بہ نسبت دِین دار و فہیم لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

۷:... اس سے جو لوگ بیعت ہوں، اتباعِ شریعت اور دُنیا کی حرص میں کمی کے اعتبار سے اُن میں سے اکثر کی حالت اچھی ہو۔

۸:... وہ شیخ تعلیم و تلقین کے اعتبار سے اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بُری بات دیکھنے یا سننے پر اُن کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر

ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

۹:...اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی اور دُنیا کی محبت میں کمی معلوم ہو۔

۱۰:...خود بھی ذاکر و شاغل ہو، اس لئے کہ بدونِ عمل یا عزمِ عمل کے تعلیمو تلقین میں برکت نہیں ہوتی۔

فائدہ:... یہ ضروری نہیں کہ اس سے کرامت، کشف، استجابتِ دُعا اور تصرفات ظاہر ہوں، اس لئے کہ یہ چیزیں لوازمِ مشیخت میں سے نہیں، بلکہ وہ شیخ طالبین و مریدین کی اصلاحِ ظاہری و باطنی کا حریص ہو، "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ"۔

۱۱:...مریدین کے مال کے حصول کا حریص نہ ہو۔

فصلِ چہارم:

شیخ و مرید کے فرائض:

حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل اُمور کو شرائط اور شیخ و مرید کے فرائض سے تعبیر فرمایا ہے:

۱:...شیخ، مرید کو آزاد نہ چھوڑے کہ جہاں چاہے جائے، بلکہ مرید گھر (یعنی صوفیائے کرام کے رہنے کی جگہ، خانقاہ وغیرہ) سے نکلے تو شیخ سے اجازت لے کر نکلے، اور جس کام کے لئے جائے تو اجازت سے جائے۔

۲:...شیخ، مرید کو ہر لغزش پر جو اس سے صادر ہو، مناسب زجر و توبیخ کرے، اس میں عفو اور چشم پوشی کو راہ نہ دے، اگر عفو و چشم پوشی کی تو اس نے مقامِ شیخوخت میں خیانت کی اور اپنے رَبّ تعالیٰ کی حرمت و عظمت پر قائم نہیں رہا۔

۳:...شیخ، مرید سے عہد لے کہ وہ شیخ سے کوئی خطرۂ قلبی یا حالِ باطنی پوشیدہ

نہ رکھے گا، اور مرید، پیر کے کشف و فراست پر اعتماد کر کے امراضِ باطنی کو نہ چھپائے، وگرنہ پیر و مرید کے لئے ہلاکت کا سبب ہے، اگر مرشد نے محض وجاہت و ریاست کے حصول کے لئے صرف کتبِ تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سن کر مرید کا علاج و تربیت کی تو پیر و مرید دونوں قیامت میں مأخوذ (باس پرس میں مبتلا) ہوں گے۔

۴:... شیخ ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: شیخ کو انبیاء وعلیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا دین، اطباء کی تدبیر، اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو، اور شیخ پر واجب ہے کہ مرید کے ہر سانس و حرکت کا محاسبہ کرے اور مرید کو جتنا زیادہ مطیع و متبع دیکھے، اس پر اتنا زیادہ تنگی کرے، کیونکہ اصلاح کا راستہ ہی شدّت کا ہے، اس میں نرمی کو دخل نہیں، کیونکہ رُخصتیں تو عوام کے لئے ہیں، نہ کہ خواص کے لئے۔ عوام کے لئے تو اس پر قناعت کرتے ہیں کہ ان پر ایمان، اسلام اور کچھ توجہ الی اللہ کا نام آجائے، تاکہ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کمی نہ آئے، اور خواص تو عشق و محبت اور معارج و مدارج حاصل کرنے کے شائق ہوتے ہیں، لہٰذا ضرورت ہے کہ مرید اصلاح کے لئے سختیاں برداشت کرے۔

۵:... مرشد پر واجب ہے کہ جب کوئی طریقت و معارف کے کسی مسئلہ یا احوال کے بیان میں اس سے جھگڑا کرنے لگے تو وہ اپنے کلام کو قطع کردے، کیونکہ طریقِ صوفیہ میں جھگڑے کا نام نہیں۔ حضرت رسول سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جب کسی بات میں جھگڑا ہوتا تو آپ فرمادیتے کہ نبی کے سامنے منازعت مناسب نہیں، ہاں! نرمی سے سمجھائے، اگر مرید کے فہم میں بات نہیں آئی تو وہ منازعت نہ کرے، بلکہ تسلیم یا سکوت کرے۔

۶:... شیخ پر واجب ہے کہ جب وہ یہ سمجھے کہ کسی مرید کے قلب میں اس کی حرمت و عظمت نہیں رہی تو اس کو صاف کہہ دے کہ کسی دُوسرے کے پاس جاکر اپنی

اصلاح کرائے، کیونکہ یہ طریق بجز محبت، حرمت اور تسلیم کے حاصل نہیں ہوتا، اور مرید بھی اسی کو اچھا سمجھے، دُشمن بن کر اور بے اعتقاد ہوکر سلوک حاصل نہ کرے۔

۷:... شیخ کے لئے تین مجلسیں ہونی چاہئیں: ایک عوام کے لئے، دُوسری مریدین واصحاب کے لئے، اور تیسری ہر سالک کے لئے جداگانہ مجلس ہو۔

مجلسِ عام میں شیخ کے مرید شریک نہ ہوں، کیونکہ مجلسِ عامہ میں کبھی نرم و سخت بات منہ سے نکل جاتی ہے، کہیں مرید کی فکر اور یقین میں خلل نہ آجائے۔ مجلسِ عامہ میں حقوق اللہ، حقوق العباد، محافظتِ آدابِ شریعت، اکرامِ مسلم اور کثرتِ ذِکر کی ترغیب وغیرہ کا بیان ہو اور دقیق مضامین وعلومِ مکاشفہ وغیرہ کا تذکرہ نہ کیا جائے، کیونکہ یہ چیزیں مجلسِ خاص میں ذکر کرنے کی ہیں۔

مجلسِ خاص میں اذکار ومجاہدات اور ان کے راستوں کی مناسب توضیح و تشریح کرے۔

انفرادی مجلس میں چاہئے کہ مرید کو زجر وتنبیہ کرتا رہے، اور جو حالات مرید پیش کرے، شیخ اس کے متعلق یہ ظاہر کرے کہ ادنیٰ درجے کا اور ناقص حال ہے، تاکہ مرید مغرور نہ ہوجائے اور شیخ ترغیبات سے تحصیلِ مقامات میں اس کی ہمت بڑھائے۔ شیخ اَحوال و واردات کے متعلق مرید سے فرمادے کہ یہ چیزیں محمود ہیں، مقصود نہیں۔

۸:... شیخ کو اپنے لئے بھی خلوت کا کوئی وقت رکھنا چاہئے اور مرشد کو جو حضور مع اللہ حاصل ہے، اس پر اعتماد و اکتفا نہ کرے، کیونکہ کبھی غیبت سے آہستہ آہستہ حضور بھی ختم ہوجاتا ہے، نیز طبیعت پر کسلان (سُستی) غالب نہ ہوجائے اور خلوت سے وحشت نہ ہونے لگے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ حضور مع اللہ کی نگہداشت اور خلوت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے وہ اپنے درجے سے نیچے گرگئے۔

۹:... جب مرید اپنا کوئی خواب یا کشف بیان کرے تو مرشد اس خواب یا کشف کی حقیقت پوری بیان نہ کرے، بلکہ اس کو ایسے اعمال بتلائے جس سے مضرّت وحجاب رفع ہوجائے، مرید عُجب میں مبتلا نہ ہو، اور اس کو کشفیات کی تحقیق کی عادت نہ پڑے۔ مرید کے قلب میں مرشد کی جس قدر حرمت ہوگی، فیوض وکمالات سے اسی قدر مستفیض ہوگا، اور مرید کو کلام وآداب میں جس قدر بے تکلفی بڑھتی جائے گی، قلب میں اتباع سے اسی قدر انکار پیدا ہوگا، پھر عمل بھی اسی قدر جاتا رہے گا، پھر جب عمل نہ رہے گا تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب حائل ہوکر مرید، مردودِ طریقت ہوجائے گا، ہم اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس سے عافیت طلب کرتے ہیں، اَللّٰھُمَّ اٰمین!

۱۰:... شیخ، مرید کو کسی کے پاس بیٹھنے نہ دے، نہ مرید کسی سے ملے، نہ کوئی اس سے ملے، یعنی صوفی کے لئے ابتدا میں خلوت مناسب ہے، تصوف کا اعلیٰ مقصد یکسوئی ہے، جو خلوت سے حاصل ہوگا، اور جو حال مرید پر وارد ہو، اس کو شیخ کے علاوہ اپنے برادرانِ طریقت سے بھی بیان نہ کرے، اِلَّا یہ کہ شیخ ومرشد اس کی اجازت دے دے۔

۱۱:... شیخ کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ رات دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ اپنے مریدوں کے ساتھ مجالست نہ کرے، اور شیخ کے لئے ایک گوشۂ تنہائی گھر میں بھی ہونا چاہئے، اس میں اس کی اولاد بھی نہ جاسکے، بجز اس کے جس کو شیخ اجازت دے، تاکہ اس میں کسی مخلوق کی صورت نہ دیکھے، بلکہ خالق سے پیوستہ رہے۔

۱۲:... شیخ کو لازم ہے کہ مرید کے لئے ایک گوشۂ تنہائی مقرر کرے جو اس کے لئے مخصوص ہو، کوئی اس میں نہ جاسکے، شیخ پہلے اس میں جاکر دو رکعت پڑھ کر پھر مرید کو بٹھائے۔

۱۳:... مرید اگر شیخ کے خلاف کرے تب بھی شیخ اپنی توجہات، دُعا اور تعلیم کو

اس سے بند نہ کرے: ”وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ“ (البقرۃ:۲۲۰)۔

فصلِ پنجم:

مرید کے متعلق:

۱۴:...مرید شیخ کا ہر طرح سے اتباع کرے بشرطیکہ گناہ نہ ہو، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے: ”وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ“ (لقمان:۱۵)۔

۱۵:...مرید اپنے شیخ کو نہایت ادب سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہ نہ ہو، مثلاً: شیخ حنفی المذہب ہے اور مرید شافعی المذہب ہے، تو مرید اپنے مذہب پر پیر کو، اور پیر اپنے خیال پر مرید کو مجبور نہ کرے، پیری مریدی کا حاصل اخلاقِ رذیلہ اور اعتقاداتِ فاسدہ سے قلب کی اصلاح ہے، مسائلِ فروعیہ میں اختلاف بے فائدہ ہے، اگر وہ اَمر متفقہ طور پر بدعت ہے تو تنہائی میں شیخ سے ایک، دو بار نرمی سے عرض کرے، بس۔

۱۶:... پیر کے ساتھ اگر اصلاحِ قلب کا تعلق ہے تو مرید، پیر کے خانگی معاملات میں دخل نہ دے، نہ کسی سے اس بارے میں پوچھے، کیونکہ اگر شیخ کے بارے میں بے اعتقادی آگئی تو مرید کا کام خراب ہوجائے گا، اگر مرشد ناراض ہوگیا تو فیوضات بند ہوجائیں گے، اور مرشد کی ناراضگی میں دین و دُنیا کا نقصان ہے، والتفصیل فی الکتب المطولہ، فافہم!

مکتوبِ مجددی میں ہے کہ: اگر مرشد ناراض ہوگیا لیکن مرید کے حالات و واردات میں نقصان نہیں ہوا تو یہ استدراج ہے، اس کا انجام نہایت بُرا نکلے گا۔

۱۷:... مرید کو واجب ہے کہ اپنے شیخ سے اپنی تمام مشقتیں اُٹھالے، کیونکہ جو شخص اپنا بوجھ اپنے پیر پر ڈالتا ہے وہ بے ادب ہے، علاوہ ازیں جب

مرید اس کا عادی ہوجائے گا تو نفس اس کا خوگر ہوجائے گا، مرشد کے دِل پر اگر اس سے بار یا گرانی آئی تو مرید کا نقصان ہوجائے گا، مثلاً مرشد مرید کو کھانا دیا کرتا ہے، اگر بے وقت روٹی کی تکلیف دی تو مرشد کو بار وگرانی ہوگی، نیز مرید اگر پیر کو کہے کہ یہ مال فلاں متعین مصرف پر خرچ کردیں تو گویا مرید نے مرشد کو ملازم بنا کر مصرف پر خرچ کرنے کا حکم دیا، اس کے علاوہ مرید مرشد کو دعوت قبول کرنے پر مجبور نہ کرے، وغیر ذالک۔ ایسے معاملات سے مرید محروم رہ جاتا ہے۔

۱۸:...مرید، مرشد کا قلب مکدّر نہ کرے، حضرت شیخ شمس الدین حنفیؒ (متوفی ۸۴۷ھ) نے فرمایا کہ: درویشوں کے پاس کوئی لاٹھی نہیں جس سے بے ادبی کرنے والوں کو مارا کریں، بلکہ اُن کا قلب بے ادبی کرنے والوں سے مکدّر ہوجاتا ہے، جو ان بے ادبوں کے لئے دین ودُنیا کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

(کذافی کتاب رُوحِ تصوف ص:۱۳۴)

فوائدِ متفرقہ:

شیخ احمد ابوالعباس مرعشی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۸۶ھ) نے فرمایا کہ:

"تم شیخ سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ تم اس کے دِل میں رہو، بلکہ اپنے دِل میں شیخ کو جگہ دو، جس قدر تم شیخ کو دِل میں رکھوگے، اُسی قدر شیخ تمہیں اپنے دِل میں جگہ دے گا۔"

حبِ دُنیا کی علامت:

شیخِ مذکور رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ:

"حبِ دُنیا کی علامت یہ ہے کہ مرید لوگوں کی مذمت سے ڈرے، اور اُن سے محبت مدح اور ثنا کی اُمید رکھے، کیونکہ

اگر یہ زاہد ہوتا تو نہ اُس سے ڈرتا، نہ اُن کی محبت کرتا۔"

ریاکار کی علامت:

حضرت شیخ عبدالوہاب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا زمانہ ۸۲۵ھ کا ہے اور اُن کی وفات کا پتا نہیں، فرماتے تھے کہ:

"ریاکار کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی عیب اس کی طرف منسوب کیا جائے تو وہ اپنے نفس کی طرف سے جوابدہی کرنے لگے، اور جب اس کے سامنے دُوسرے بزرگوں کا تذکرہ کیا جائے تو اُن کی تنقیص کرے۔"

نفع بقدرِ محبتِ شیخ:

شیخ داؤد کبیر بن ماخلا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

"مریدین کے قلوب پر انوار کی بارش کا ذریعہ مرید کی صدقِ محبت ہے، یعنی شیخ سے مخلصانہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی، انوار و برکات اسی قدر زیادہ حاصل ہوں گے۔"

ذاکر، شاغل کی مشغولی کو قطع کرنا:

شیخ ابومدین مغربی رحمہ اللہ جن کا زمانہ ۵۸۰ھ کا ہے، سے منقول ہے کہ:

"جو شخص حق تعالیٰ کے ذِکر و فکر میں مشغول ہونے والے کو قطع کرے، یعنی اس کا دھیان بٹائے، حق تعالیٰ اس کو اپنے سے قطع فرمادیتے ہیں، اور جو شخص کسی مشغول بحق کو اپنی طرف مشغول (متوجہ) کرے، اس کو حق تعالیٰ کا غضب فوراً پکڑ لیتا ہے۔"

تصوف کی منازل:

شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۶۳ھ) سے منقول ہے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"تصوف میں پہلی منزل علم ہے، درمیانی منزل عمل ہے اور آخری منزل عطائے خداوندی ہے، کیونکہ علم منزلِ مقصود کو سامنے کردیتا ہے، اور عمل اس کی طلب میں امداد کرتا ہے اور عطائے حق منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے۔"

مصائب کے اسباب و علامات:

حضرت سیّدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

"انسان پر مصیبت، کبھی قہرِ خداوندی ہوتا ہے، کبھی کفارۂ سیئات اور کبھی رفعِ درجات، انتہی۔ اُن کی علامات یہ ہیں:

قہر والی مصیبت میں (انسان) جزع، فزع اور بے صبری (کا اظہار) کرتا ہے، اور مخلوق سے شکایت کرتا ہے۔

کفارۂ سیئات میں (انسان کو) صبرِ جمیل کی توفیق ہوتی ہے، اور (اس میں) جزع فزع کم ہوتا ہے، اور طاعات وعبادات کے ادا (کرنے) میں ثقل نہیں ہوتا۔

اور رفعِ درجات کی علامات یہ ہیں کہ (اس مصیبت کے ابتلاء میں) رضا برقضا ہوتا ہے، اور نفس میں سکون و اطمینان محسوس ہوتا ہے، یہاں تک کہ مصیبت دُور ہوجائے۔"

نفع رساں شیخ؟

وہ شیخ مقتدا فائدہ دے سکتا ہے جو تأدیب کرنے والا ہو، خیر خواہ ہو، عیوبِ نفس اور اعمال کے نقائص پر تنبیہ کرتا ہو، مفید چیزوں کا حکم اور مضر چیزوں سے روکنے والا ہو، اور اگر شیخ میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں تو اس کی صحبت مفید نہیں۔

اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے کا طریقہ:

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷ھ) کا ارشاد ہے کہ:

''جب میں کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس طرح گیا کہ اپنے قلب کو تمام نسبتوں اور علوم و معارف سے خالی کرلیا اور اس کا منتظر رہا کہ اُن کی زیارت اور کلام سے مجھ پر کیا برکات وارِد ہوتی ہیں، اور یہ اس لئے کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس اپنا ذخیرہ لے کر گیا تو اس ذخیرہ کی وجہ سے اس بزرگ کی زیارت و صحبت اور ادب و کلام کی برکات سے محروم رہتا ہے۔''

اپنے نفس کا محاسبہ:

حضرت ابوالعباس بن عطار رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۰۶ھ یا ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

''محبتِ کامل یہ ہے کہ مرید اپنے نفس کا مؤاخذہ و محاسبہ جاری رکھے۔ اور فرمایا کہ: مردانگی یہ ہے کہ اپنے کسی عمل کو حق تعالیٰ کے لئے زیادہ قدر والا نہ سمجھے، بلکہ حقیر سمجھے۔''

مصلح پر اعتراض:

حضرت ابوعبداللہ محمد بن منازل رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں، سے منقول ہے کہ:

''تم جس شخص کے علوم کے محتاج ہو، اس کے عیوب پر نظر نہ کرو، کیونکہ مصلح کے عیوب پر نظر کرنے سے تم اس کے علوم کی برکات سے محروم رہ جاؤ گے۔''

اولیاء اللہ کا ادب:

حضرت ابوالحسین بن حبان جمال رحمہ اللہ جو خرازؒ کے اصحاب میں سے ہیں، سے منقول ہے، فرمایا:

''اولیاء اللہ کی قدرشناسی وہی کرسکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم المرتبت ہو۔''

اپنے کمال کو کمال سمجھنا:

حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

''اہلِ فضل و کمال کی فضیلت اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ خود اس (فضل و کمال) کی طرف نظر و التفات نہ کریں، اور جب اس کی طرف نظر ہونے لگے تو کوئی فضیلت نہ رہی۔''

مطلب یہ کہ خود بینی سے فضل، کمال اور ولایت نہیں رہتی، اور جن بزرگوں

سے اپنی ولایت وکمال کا اعلان منقول ہے، وہ خود بینی کے طور پر نہ تھا، بلکہ کسی وارِد کے ماتحت، یا کسی دینی مصلحت کی بنا پر ہوا ہے۔

نیز فرمایا:

''کوئی عابد اس سے اچھی عبادت نہیں کرسکتا کہ ایسے اعمال اختیار کرے جن سے وہ اولیاء اللہ کی نظر میں محبوب بن جائے، کیونکہ جب اس نے اولیاء اللہ سے محبت کی تو گویا اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کی، اور اگر اولیاء اللہ نے اس سے محبت کی تو گویا اللہ تعالیٰ ہی نے اس سے محبت کی۔''

زبانی ذکر بھی نعمت ہے:

حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ (جو غالباً ابوعثمان حیریؒ متوفی ۲۹۸ھ ہیں) سے منقول ہے کہ:

''کسی نے اُن سے کہا کہ: ہم اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے ہیں، مگر اپنے دِلوں میں حلاوت نہیں پاتے؟ فرمایا: شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعضاء میں سے ایک عضو (یعنی زبان) کو اپنی طاعت وعبادت سے آراستہ فرمایا ہے۔''

زیارت کے آداب:

حضرت علی خواص قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے منقول ہے کہ:

''زیارت کرنے والے کے آداب میں سے ہے کہ جس شخص کی زیارت کے لئے گیا ہے، اس کو اپنے جانے کی وجہ

سے حق تعالیٰ کی طرف سے مشغول و غافل نہ کرے۔ مشغول نہ کرنے کی دوصورتیں ہیں:

ایک: تو یہ کہ اس کا حال اس قدر قوی ہو کہ کوئی چیز اس کے شاغل و مانع نہیں ہوتی۔

دوم: یہ کہ ایسے وقت زیارت کے لئے جائے جب وہ فارغ ہو۔"

امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اسی پر قیاس کرلیں کہ اس کے ضروری پیشہ و کاروبار میں بھی حارج نہ ہو، جس کے ذریعہ سے وہ اپنے آپ کو لوگوں سے سوال کرنے سے بچاتا ہے۔"

حکیم الأمت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اس کی علمی خدمت میں بھی حارج نہ ہو، جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو عذابِ الٰہی سے بچاتا ہے۔"

نیز (حضرت علی خواصؒ) فرماتے تھے کہ:

"زیارت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک اس کو اپنے نفس پر یہ اطمینان نہ ہو کہ جس شخص کی زیارت کے لئے جارہا ہے، اگر اس کے عیب کو دیکھے گا تو پردہ پوشی کرے گا، اس وقت تک کسی کی زیارت کے لئے نہ جائے، کیونکہ اس صورت میں زیارت نہ کرنا بہتر ہے۔"

حضرت حکیم الأمت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اس سے وہ عیب مستثنیٰ ہیں جو لوگوں کے دین میں ضرر رساں ہوں، کیونکہ ایسے عیب کا ظاہر کرنا واجب ہے۔''

مرشد وظیفہ پڑھنے میں یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو کہ دُوسروں کی طرف التفات کرنے سے گرانی ہو، تو مرید ایسی جگہ جا کر نہ بیٹھے جس سے مرشد کا دِل مشوش ہو، جیسے قریب جا کر بیٹھ جانا کہ پیر صاحب فارغ ہوں گے تو بات کروں گا۔ اس سے مرشد صاحب نہ کام میں پورے دِل سے رہیں گے، نہ زیارت والے کی طرف متوجہ ہوں گے، بلکہ مرید ایسی جگہ جا کر بیٹھے کہ مرشد صاحب کو اس کا پتا نہ ہو، خط بھی نہ بھیجے، دروازہ بھی نہ کھٹکھٹائے، جب تک مرشد فارغ نہ ہوجائے، اس وقت تک اس کو کوئی آواز نہ دے، وگرنہ زیارت کرنے والے کا نقصان ہے، فافہم!

مرشد سے احوال چھپانا:

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

''اپنے مرشد سے خیالات و خطراتِ قبیحہ شہوانیہ وغیرہ بھی نہ چھپائے، گو اُن کا اظہار عرفاً خلافِ حیا سمجھا جاتا ہے، کیونکہ شیخ اُس کا طبیب ہے، اور طبیب سے امراض کا پوشیدہ کرنا مریض کا نقصان ہے۔''

حضرت حکیم الاُمتؒ فرماتے ہیں کہ:

''مراد اس سے وہ عیوب و معاصی ہیں جن کا علاج دقیق و مشکل ہو، وہ معاصی مراد نہیں جن کا علاج واضح و ظاہر ہو۔''

عبادات میں اصلاحِ نیت:

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

''ذاکر کو چاہئے کہ اس کا ذکر محض تعبد و بندگی کی نیت سے ہو، کسی مقام کی طلب کے لئے نہ ہو۔''

اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد وعلی آله واتباعه
من الصلٰوۃ والسلام افضلھما واکملھما وادومھما
اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم
لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

التصرف
فی
حقیقة البیعة والتصوف
یعنی
بیعت و تصوف کی حقیقت
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ مُزَکِّیًا لِّلۡاُمَّۃِ وَمُعَلِّمًا لِّلۡکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ

بیعت و ارادت کو بدعت اور علمِ تصوّف کو ناجائز و بے فائدہ تصوّر کرنا، ان تمام عقائدِ فاسدہ کا مبدأ، ان کے حقائق سے ناواقفی اور لاعلمی ہے۔ حقائق معلوم ہوجانے کے بعد منیب کو ان میں ذرّہ برابر بھی شک و شبہ نہیں رہتا، اس لئے آپ کے سامنے ان حقائق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تصوّف اور اس کی حقیقت:

عوام اور بہت سے خواص کو اس سلسلے میں کیسے کیسے مغالطے ہیں؟ اس کی تفصیل طویل ہے، چنانچہ کوئی کشف و کرامات اور تصرفات کو تصوّف جانتا ہے، کوئی اشغال و مراقبات اور اَحوال و کیفیات کو تصوّف یقین کرتا ہے، کوئی خاص خاص رسوم و عادات کو تصوّف سمجھتا ہے، کسی کے نزدیک ریاضات، مجاہدات اور ترکِ تعلقات کا نام تصوّف ہے، کوئی فلسفی مزاج تصوّف سے مراد وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود کے نظریات لیتا ہے، اور اس کو اسرارِ دینیات کا مجموعہ قرار دیتا ہے، حتیٰ کہ اہلِ مغرب نے اس کا نام سرّیت (مسٹزم) رکھ دیا ہے۔

خود مسلمانوں میں بھی بہتوں نے اس کو سینہ بسینہ سرّ یا راز ہی بنا رکھا ہے، اور سب گمراہیوں سے بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں، اور انہوں نے تصوّف، طریقت، حقیقت اور معرفت کو شریعت کا مقابل یا اس کی ضد گمان کر لیا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ جس طرح انسانِ کامل کے دو رُخ ہیں، مثلاً: ظاہر و باطن، یا قلب و قالب، اسی طرح دِینِ کامل کے بھی دو رُخ ہیں: ایک شریعت اور دُوسرا طریقت۔

جس طرح شریعت اَحکامِ ظاہری و قالبی کا نام ہے، خواہ مأمورات ہوں، جیسے: کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، یا مناہی ہوں جیسے: کلماتِ کفر، شرک کے افعال، زنا، چوری، سودخوری اور رشوت وغیرہ۔

اسی طرح طریقت بھی نام ہے اَحکامِ باطنی و قلبی کا، خواہ مأمورات ہوں، جیسے: ایمان، تصدیق، عقائدِ حقہ، صبر، شکر، توکل، رضا بالقضا، تفویض، اِخلاص، محبتِ خدا اور محبتِ رسول وغیرہ، یا مناہی ہوں جیسے: عقائدِ باطلہ، بے صبری، ناشکری، رِیا، تکبر، عجب اور حسد وغیرہ۔ پہلی قسم کے اَحکام کو فقہِ ظاہری اور دُوسری قسم کے اَحکام کو فقہِ باطنی کہا جاتا ہے۔ اسی فقہِ باطنی کا نام تصوّف ہے، جس کا موضوعِ بحث قلب کا بناؤ سنوار، اس کی سلامتی وصحت کی حفاظت، اس کے بگاڑ، فساد، بیماری کا علاج اور کیفیاتِ حسنہ کا قلب میں پیدا کرنا، اور خسائس و رذائل کا قلب سے ازالہ کرنا ہے۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ کسی شے کے کمال کا تعلق ہمیشہ اس کے ظاہر سے زیادہ باطن، کمّیت سے زیادہ کیفیت، چھلکے سے زیادہ مغز، جسم سے زیادہ جان اور صورت سے زیادہ معنی سے ہوتا ہے، تو ظاہر ہے کہ فقہِ باطن (تصوّف) کا موضوعِ بحث بھی یہی ہوگا۔

لہٰذا جس طرح قرآنِ کریم میں: "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" (البقرہ:۴۳)

کا حکم موجود ہے، اسی طرح: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا" (اے ایمان والو! صبر کرو) اور: "وَاشْکُرُوا لِلّٰہِ" (البقرہ:۱۷۲) (اللہ کا شکر بجا لاؤ) بھی موجود ہے۔

اگر ایک مقام پر: "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ" (البقرہ:۱۸۳) اور "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ" (آل عمران:۹۷) پاؤ گے، تو دوسرے مقام میں: "یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ" (المائدہ:۵۴) اور "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" (البقرہ:۱۶۵) بھی دیکھو گے۔

جہاں: "اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی" (النساء:۱۴۲) ہے، اس کے ساتھ ہی "یُرَآءُوْنَ النَّاسَ" بھی موجود ہے۔

اگر ایک مقام میں تارکِ صلوٰۃ اور تارکِ زکوٰۃ کی مذمت ہے تو دُوسرے مقام میں کبر و عجب کی بُرائی بھی موجود ہے۔

اسی طرح احادیث کو دیکھیں: جس طرح ان میں نماز، روزہ، بیع، شراء، نکاح اور طلاق کے ابواب پاؤ گے، اسی طرح ریاء، سمعہ، حسد اور کبر وغیرہ کے ابواب بھی دیکھو گے۔

اس بات سے کون مسلمان انکار کرسکتا ہے کہ جس طرح اعمالِ ظاہرہ حکمِ خداوندی ہیں، اسی طرح اعمالِ باطنہ بھی حکمِ الٰہی ہیں۔ کیا: "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" اَمر کا صیغہ ہے، تو "اِصْبِرُوْا"، "وَاشْکُرُوْا" اَمر کا صیغہ نہیں ہے؟ کیا: "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ" سے روزہ کی مشروعیت اور مأمور بہ ہونا ثابت ہے، اور: "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" سے محبت کا مأمور بہ ہونا ثابت نہیں ہوتا؟

کیا اگر: "وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا" سے خدمتِ والدین کی فرضیت ثابت ہوتی ہے تو "اِنَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مِّنْ خَشْیَۃِ رَبِّھِمْ مُّشْفِقُوْنَ" (المؤمنون:۵۷) (بے شک وہ لوگ جو اپنے رَبّ کی ہیبت سے خوف زدہ رہتے ہیں) سے خشیت ثابت نہیں ہوتی؟

"وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا" (المزمل:۸) (اور اپنے رَبّ کا

نام یاد کرتے رہو اور سب سے یک سو ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو) سے توبہ الی اللہ اور انقطاع ماسوی اللہ ثابت نہیں ہو رہا ہے؟

کیا ارشادِ الٰہی:

"تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللهِ." (الزمر:۲۳)

ترجمہ:... "اس سے ان لوگوں کے بدن کانپنے لگتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں پھر ان کا ظاہر و باطن اللہ کی یاد کی طرف جھک جاتا ہے۔"

سے خضوع و خشوع کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی؟

کیا: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ" (الانفال:۲) (سچے ایمان والے بس وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوفِ خدا کی کیفیت پیدا ہو جائے) سے خوفِ خدا ثابت نہیں ہوتا؟

اسی طرح حدیثِ نبوی:

"مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ." (مشکوٰۃ ص:۱۴)

ترجمہ:... "جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے (جس سے محبت رکھے)، اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھے (جس سے بغض رکھے)، اور اللہ ہی کے لئے دے (جس کو جو کچھ بھی دے)، اور کسی کو کچھ دینے سے اللہ ہی کی رضا کے لئے ہاتھ روکے (جس کو بھی دینے سے ہاتھ روکے)، تو اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔"

کیا اس حدیث میں تحصیلِ اخلاص کی تربیت نہیں دی گئی؟
پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین فرمودہ درج ذیل دُعاؤں:

الف:... ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ قُلُوْبًا اَوَّاھَةً مُّنِیْبَةً مُّخْبِتَةً فِیْ سَبِیْلِکَ“

ترجمہ:... ”اے اللہ! میں تجھ سے ایسے قلوب کا سوال کرتا ہوں جو نرم اور درد آشنا ہوں، ٹوٹے ہوئے ہوں، اور تیری طرف رُجوع کرنے والے ہوں۔“

کیا اس دُعا سے انابت الی اللہ ثابت نہیں ہوتی؟

ب:... ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِکَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ.“

ترجمہ:... ”اے اللہ! میں تجھ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جسے تجھ ہی سے اطمینان اور اُنس حاصل ہو، جسے تیری ملاقات پر سچا ایمان اور یقین نصیب ہو، جو تیری قضا و قدر پر راضی ہو، اور تیرے دیئے ہوئے پر قانع ہو۔“

کیا اس دُعا سے اطمینان، تسلی، رضا بالقضا اور قناعت بالعطا ثابت نہیں ہو رہے؟

اسی طرح حدیثِ نبوی:

”اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ.“ (مشکوٰۃ ص:۱۱)

ترجمہ:... ”تم اللہ کی عبادت اور بندگی اس طرح کرو، گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو، اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو، تو وہ تو

تم کو ہر جگہ اور ہر آن دیکھتا ہے۔“
میں ”احسان“ جس سے ایمان و اسلام کی تکمیل ہوتی ہے، نہیں سکھایا گیا؟

غرضیکہ ان تمام کیفیات: محبت، خشیت، اِخلاص، اِحسان، انابت، قناعت، یقین، استحضار، تسلیم، تفویض، صبر، شکر، توکل اور تواضع کی دِین میں اہمیت ہے، اور یقیناً ان پر ایمان و اسلام کی تکمیل موقوف ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ اُمت کو اس کی تعلیم و ترغیب بھی دی ہے، تو ان میں سے کسی ایک کا انکار ان کے مجموعہ یعنی تصوّف کو بدعت ٹھہرانا کیونکر دُرست ہوسکتا ہے؟

تصوّف کا مقصدِ اصلی:

بلکہ اگر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ تمام ظاہری اعمال باطن ہی کی اصلاح کے لئے ہیں، اور باطن کی صفائی مقصود اور موجبِ نجات ہے، اور باطن کی کدورت موجبِ ہلاکت ہے، اور یہی تصوّف کا اصلی مقصد ہے۔

جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

الف:... ”قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا.“ (الشمس:۹،۱۰)

ترجمہ:... ”بے شک جس نے نفس کو صاف کیا، کامیاب رہا، اور جس نے اس کو میلا کیا، ناکام رہا۔“

ب:... ”يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ. اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ.“ (الشعراء:۸۸،۸۹)

ترجمہ:... ”جس دن مال و اولاد کام نہ آئیں گے، مگر جو شخص اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر آیا۔“

پہلی آیت میں تزکیۂ باطن کو موجبِ فلاح، اور دُوسری میں سلامتیٔ قلب کے بغیر مال اور اولاد سب کو غیر نافع بتلایا گیا ہے۔

ایمان و عقائد جن پر تمام اعمال کی مقبولیت منحصر ہے، قلب ہی کا فعل ہے، اور ظاہر ہے کہ جتنے بھی اعمال ہیں سب ہی ایمان کی تکمیل کے لئے ہیں جس سے ظاہر ہوا کہ اصل مقصود دِل کی اصلاح ہے، دِل بمنزلہ بادشاہ کے ہے، اور باقی اعضاء اس کے لشکری یا غلام ہیں، اگر بادشاہ دُرست ہوجائے تو اس کے توابع اور رعایا از خود اس کی مطابقت کرنے لگے گی۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

"اَلاَ! وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلاَ! وَهِیَ الْقَلْبُ" (مشکوٰۃ ص:؟؟)

کے معنی بھی یہی ہیں کہ بدن کے اندر جو قلب ہے، اگر یہ بنا تو سب کچھ بنا، اگر یہ بگڑا تو سب کچھ بگڑا۔ اور یہ اُمور رات، دن آنکھوں کے سامنے ہیں کہ جس چیز کا دھیان دِل میں سما جاتا ہے، سارے اعضاء اس کی دُھن میں لگ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آنکھ اس کو دیکھنے، کان اس کو سننے، ہاتھ اس کو پکڑنے اور پاؤں اس کی جانب چلنے کو چاہتا ہے، خواہ وہ کام بُرا ہو یا بھلا، مگر دِل کا خیال ان اعضاء کو اس کام کے کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

دُنیاداروں کو دیکھو! وہ کس طرح دُنیا کے کاموں میں سر سے پاؤں تک مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے کان میں اذان کی آواز تک نہیں آتی، ٹھیک اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد اور دُھن میں ہیں، ان کو بھی ہر طرف سے اللہ ہی کا خیال آتا ہے:

بس کہ در جان فگار و چشم بیمارم توئی
ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

اتباعِ رسولؐ

ظاہر ہے کہ جس اتباعِ رسولؐ کا حکم قرآنِ کریم اورحدیثِ نبوی میں دیا گیا ہے، وہ اَحکامِ ظاہرہ و باطنہ دونوں کو شامل ہے۔ اس حکم، اتباع اور اقتداء کو صرف اَحکامِ ظاہرہ تک محدود رکھنے کی آخر کیا دلیل ہے؟ یقیناً اس کی کوئی دلیل نہیں! کیونکہ اطاعتِ رسولؐ کا حکم جہاں کہیں بھی وارِد ہوا ہے، مطلق و غیر مقید صورت میں آیا ہے، اور اس میں ظاہر یا باطن کی کوئی تخصیص نہیں، بلکہ دونوں کے مجموعہ کو شامل ہے۔ لہٰذا اس میں صرف نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد، رُکوع، سجود کی ہیئت، قراءت، قیام اور تشہد کی نوعیت ہی نہیں، بلکہ نماز کے اندر خضوع، خشوع، حضورِ ربّ میں ذوق اور شوق وغیرہ بھی اسی اُسوۂ حسنہ کے حکم میں داخل ہیں، چونکہ ان لطائف و دقائق کا ادراک جلی نہیں ہے، اس لئے ان کا تحقق بھی نسبتاً خفی ہی ہوگا، تو غرض یہ کہ باطنِ رسولؐ کی اس پیروی کی بجز اس شخصیت کی پیروی کے کیا صورت ہوسکتی ہے جسے رسولؐ سے سلسلہ بسلسلہ یہ نعمت مل چکی ہو؟

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اصل مقصد بھی تو کلامِ مجید میں تلاوتِ آیاتِ الٰہی کے بعد، ایک نہیں دو بتائے گئے ہیں۔

ضرورتِ مرشد:

قرآنِ کریم میں بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ."

(آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ:... ''جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔''

اس آیت میں چند چیزیں بیان فرمائی گئیں: ۱:...تزکیۂ نفس، تقوائے قلب، ۲:...تعلیم، تشریحِ کتاب اور حکمت۔ کتاب و حکمت کی تعلیم و تشریح کا سامان تو محدثین و فقہاء ... اللہ ان کی تربتوں کو ٹھنڈا رکھے ... کی جانفشانیوں سے ہوگیا، لیکن تزکیۂ نفس کے حکم کی تعمیل کی عملی صورت کیا ہے؟ یا خدانخواستہ کہیں یہ صورت تو نہیں کہ اُمت نے اس حکم کو قابلِ تعمیل ہی نہ سمجھا ہو، نہیں! بالکل نہیں، بلکہ سو بار نہیں! ''مرشد کی تلاش'' یعنی ایک زندہ و مکمل نائبِ رسولؐ سے تعلقِ اتباع اس سوال کا جواب ہے۔

''مرشد'' کے لفظ سے ہرگز چادر، گاگر، صندل، ستار اور طنبورہ کی طرف ذہن منتقل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس سے مراد وہ زندہ شخصیت ہے، جو اتباعِ شریعت کی خوگر اور اُسوۂ نبوی کی تصویر ہو، بلاشبہ مرشد، صحیح معنی میں مقلدِ محض ہوتا ہے، جو اُستاذِ ازل کے سبق کو دُہراتا ہے اور آئینے کے عقب میں طوطی کا مصداق ہوتا ہے، ایجاد و اختراع ہرگز اس کا منصب نہیں ہوتا، لیکن جزدی اجتہاد و استنباط کا دروازہ تو مقلدین کے ماہرینِ فقہ، اور غیر مقلدین کے ماہرینِ حدیث دونوں کے لئے کھلا ہوا ہے، پھر اس رحمتِ عالم کا دروازہ غریب صوفی ہی کے حق میں کیوں بند رہے؟ لہٰذا وہ بھی اپنے تجربات و مشاہدات کی طرف سے آنکھیں بند نہ رکھے گا۔

جس طرح اہلِ ظاہر، اپنے حواس وعقل کو معطل نہیں کر دیتے، اسی طرح مرشد اور معالج بھی نورِ نبوّت ہی کی روشنی میں تدبیریں اور ماحول کی مناسبت سے مرض کی نوعیت اور مریض کے مزاج کے مطابق علاج نکالتا اور بتاتا رہے گا۔ یہ اس کی

خودرائی نہ ہوگی، عین اجرائے حکمِ دین ہوگا، یہ بدعت کی نہیں، اتباعِ سنت ہی کی صورت ہوگی۔ البتہ اس کے لئے بھی حدود و قیود ضروری ہیں، جس طرح کہ اہلِ ظاہر کے لئے اَحکام کے اجتہاد و استنباط کے لئے قاعدے اور پابندیاں ہیں، یہ نہیں کہ وہ اندھادُھند جس چیز کا چاہے حکم دے دے، جس عمل کو چاہے ممنوع ٹھہرا دے، مصیبت یہ ہے کہ دلیل کے مقدمات میں مثالیں بہروپوں اور اناڑیوں کی پیشِ نظر رہتی ہیں، اور نتائج نکالتے وقت سرے سے اصلیت و واقعیت ہی سے انکار کردیا جاتا ہے، یہ کہاں کا انصاف اور کہاں کا تقاضائے دیانت ہے کہ اگر آپ کئی بار پیتل پر سونے کا دھوکا کھاچکے ہوں، تو آپ سونے کے وجود ہی کا انکار کربیٹھیں؟ اگر چوراہے کے اشتہاری دوافروش آپ کو ٹھگ چکے ہیں، تو آپ اطبائے حاذقین کے دشمن ہو جائیں؟

اس وقت ہمارا موضوعِ بحث وہ پیر و مرشد ہیں جو صحیح معنوں میں خلافتِ رسولؐ کے مسند نشین اور پیکرِ صدق و اخلاص ہوں، صبر و شکر جن کا شعار ہو، تسلیم و تفویض جن کا کردار ہو، جو اتباعِ سنت کا عملی نمونہ ہوں، جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے، فسق و فجور سے کنارہ کش ہوں، ڈھنگ وفریب سے بالکل عاری ہوں، ریاء وتکبر سے تہی دامن ہوں، تکبر وتعصب کا نام ونشان نہ ہو، جن کی صحبت سے لوگ صبغۃ اللہ سے رنگین ہوجاتے ہوں، نفع اللہ بھم ایانا و ایاکم، اٰمین!

اہم حقیقت:

اس طریق کی اہم حقیقت شیخ یا مرشد کی صحبت ہے، لفظِ ''صحابی'' ہی زُہد، طاعت، تقویٰ، عبادت، علم، فضل، غرض کسی اور وصف کو نہیں، صرف صحبت ہی کی اہمیت کو واضح کررہا ہے، اور مرشد بھی وہی ہوتا ہے جس کا نفس نہ صرف خود ہی تزکیہ حاصل کئے ہوتا ہے، بلکہ اپنی صحبت و رفاقت سے دُوسروں پر بھی تزکیہ کا اثر ڈال سکتا ہے، اور

جو اپنے کمالات کو دُوسروں تک متعدی کرسکتا ہے، شیخ وہ مصلح ہوتا ہے جو یہ صلاحیت رکھتا ہو کہ اپنی ہم نشینی سے دُوسروں کی فطری صلاحیت کو اُبھار سکے، پس مرید ہونے یا بیعت میں داخل ہونے کے معنی اس سے زائد کچھ نہیں کہ جس کے صالح و صادق ہونے پر بھروسہ ہو، اور جس کی شانِ طاعت وتقویٰ سے اپنا ضمیر و وجدان مطمئن ہو، اس کی اتباع کا قصد و اہتمام کیا جائے، اس کی خدمت میں حاضری دی جائے، بیعت اور مریدی کا اس معنی میں بدعت ہونا تو کیا؟ عین حکمِ الٰہی: ''وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' (التوبہ:۱۱۹) (اور ہو جاؤ راست بازوں کے ساتھ) کی تعمیل ہے۔

اسی مناسبت سے ذیل میں پوری آیت مع تشریح ملاحظہ ہو:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' (التوبہ:۱۱۹)

ترجمہ:... ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور ہو جاؤ راست بازوں کے ساتھ۔''

تشریح:... گویا محض ایمان کافی نہیں، کیونکہ یہ ایمان والوں ہی سے خطاب ہے، اور وہ ایمان تو پہلے لا ہی چکے ہیں۔

اب ایمان کے بعد ان سے کچھ اور مطالبہ بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ: اے ایمان والو! اللہ سے تقویٰ اختیار کرو، ادائے حقوق اور اجتنابِ معصیت، وغیرہ سب اس حکمِ تقویٰ کے تحت آ گئے، لیکن اتنا ہی کافی نہیں، مزید حکم ملتا ہے کہ صادقوں کی معیت اختیار کرو اور راست بازوں کی صحبت و رفاقت میں رہو۔

بیعت و ارادت:

بیعت کی اصلی حقیقت خود لفظِ ''بیعت'' و ''ارادت'' اور ''مرید'' کی اصطلاح

بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارادہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

> ''ارادہ، محض آرزو و تمنا کا نام نہیں، بلکہ مراد پورا کرنے کے لئے ضروری اسباب و وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزلِ مقصود کی طرف چل پڑنا ہے۔ بس مرید بھی اصطلاحاً وہ ہے، جو اپنی دینی، خصوصاً باطنی و قلبی اصلاح اور دُرستی کو مراد و منزل بنا کر اس کے لئے ضروری وسائل اختیار کرتا اور اس کی طرف چل پڑتا ہے۔
>
> اور بیعت کے معنی ہیں اس منزلِ مقصود کے لئے کسی زیادہ واقفِ کار کو رہبر و رفیق بنالینا اور اس کے پیچھے چلنا، تاکہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو، بلکہ راستہ سہولت و راحت سے قطع ہو۔''

بالفاظِ دیگر اپنے سے زیادہ واقف کار، ماہر اور مصلح کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سونپ دینا، جس طرح بائع مشتری کے ہاتھ اپنی چیز سونپ دیتا ہے، یا جیسے کوئی مریض اپنے آپ کو کسی حاذق طبیب کے حوالے کر دیتا ہے، اور دوا و پرہیز میں مکمل اس کی تجاویز و ہدایات پر عمل کرتا ہے، گویا جس طرح مریض و طبیبِ جسمانی کے مابین معاہدہ ہوتا ہے کہ طبیب صدقِ دل اور دیانت داری سے مرض بتلا کر اس کا علاج بتائے، اور مریض اس کے بتائے ہوئے نسخہ و ادویہ کو استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی وعدہ کرے کہ اسبابِ مرض و مہلکات سے پرہیز کرے گا، جس کا حاصل تین چیزیں ہیں:

۱:... معاہدہ از جانبِ طبیب کہ تشخیصِ مرض کے بعد صحیح نسخہ تجویز کرے۔

۲:...معاہدہ از جانبِ مریض کہ اس دوا کو حسبِ ہدایت استعمال کرے گا۔

۳:...اسبابِ مرض و مہلکات سے مکمل اجتناب و پرہیز کرے گا۔

بعینہٖ اسی طرح مریض وطبیبِ رُوحانی کا حال ہے کہ ان میں بھی بیعت کا جو معاہدہ کیا جاتا ہے، وہ بھی ان تین چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے:

ا:...تربیتِ مرید کا عہد از جانبِ شیخ و پیر۔

۲:...اتباعِ مرشد کا عہد از جانبِ مرید۔

۳:... ماضی کی معاصی و منہیات سے توبہ، آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم کرنا۔

اسی لئے شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والمبائعة عبارة من المعاهدة سميت بذٰلک تشبيهًا بالمعاوضة المالية." (فتح الباری ج:۱ ص:۶۰)

ترجمہ:...''بیعت معاہدہ کی تعبیر ہے، کیونکہ جس طرح مالی معاوضہ (بیع و شراء) جانبین سے ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی عہد جانبین سے ہوتا ہے۔''

مذکورہ بالا یہ تینوں اجزا ایسے ہیں کہ شریعت میں ان کا واضح اور بین ثبوت موجود ہے، چنانچہ سورۂ فتح میں ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاھَدَ عَلَیْهُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا." (الفتح:۱۰)

ترجمہ:...''جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر

ہے، پھر جو شخص عہد توڑے گا، سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی
پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے
عہد کیا ہے، تو عنقریب خدا اس کو بڑا اَجر دے گا۔"

فائدہ:... اس آیت میں لفظِ "عَـــاهَــدَ" ہے، جو بابِ مفاعلہ یعنی لفظِ "مـعـاهـده" سے مشتق ہے، اور یہ علمِ صرف کا قاعدہ ہے کہ مفاعلہ کا صیغہ اشتراک پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا یہاں بھی لفظِ "عَـــاهَــدَ" اشتراک پر دلالت کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ معاہدہ جو شیخ و مرید دونوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا تین اجزاء میں سے دو کا اثبات تو یہاں ہوسکتا ہے، رہا تیسرا جزء یعنی توبہ عن المعاصی، اس کا ذکر سورۂ الممتحنہ کی مندرجہ ذیل آیت سے ہوتا ہے:

"یٰـاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْـمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ
عَـلٰی اَنْ لَّا یُشْـرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا
یَـقْتُـلْـنَ اَوْلَادَهُـنَّ وَلَا یَـأْتِیْـنَ بِبُهْتَـانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ
وَاَرْجُـلِهِـنَّ وَلَا یَـعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ." (الممتحنہ:۱۲)

ترجمہ:... "اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ کے
پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے
ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ
بدکاری کریں گی، اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی، اور نہ کوئی وہ
بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے
درمیان بنالیویں، اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ
کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ

تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔"

اگر بیعت کے انفرادی اجزا کا ثبوت کلامِ الٰہی میں مل جائے، بلکہ مؤخر الذکر آیت میں حسبِ تصریح حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی مدظلہ العالی تینوں اجزا موجود ہیں، تفصیل کے لئے آپ کے فتویٰ میں ملاحظہ ہو، تو کیا اس کے مجموعہ کو بدعت کہا جائے گا؟ خصوصاً جبکہ بدعت اِحداث فی الدّین (دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنے) کا نام ہے، نہ کہ اِحداث للدّین کا۔ مگر یہ جواب تو اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ بالفرض بیعتِ متعارفہ کا مجموعہ نصوص سے ثابت نہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس بیعتِ متعارفہ کا ثبوت اس قدر ملتا ہے کہ اس کی صحت میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی، بطورِ نمونہ مشتے از خروارے ہم حوالۂ قلم وقرطاس کرتے ہیں:

الف:... "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ." (الممتحنہ:۱۲)

ترجمہ:... "اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی، اور نہ کوئی وہ بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالیویں، اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ

کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت علی الایمان کے علاوہ نسیان و معصیت سے احتراز، اخلاق و عاداتِ حسنہ کی تحصیل، اور اخلاق و خصائلِ رذیلہ سے اجتناب پر بیعت لینے کا بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے، اور حضرات صوفیائے کرام بھی اُن ہی شرائط پر بیعت کرتے ہیں، جو آیتِ بالا میں مذکور ہیں، لہٰذا ان شرائط پر بیعتِ متعارفہ کو بدعت کہنا کیونکر دُرست ہوسکتا ہے؟

ب:... "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ." (المائدۃ:۳۵)

ترجمہ:... "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو، اُمید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"

ج:... "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا." (الفتح:۱۰)

ترجمہ:... "جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو شخص عہد توڑے گا، سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا ہے، تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔"

فائدہ:... مترجم القول الجمیل لکھتے ہیں کہ:

’’پہلی آیت میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے۔
مولاناؒ (مصنف) نے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ: ہم نے اپنے جدِامجد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ہم عصر ایک عالم نے اُن سے بیعت کے سنت یا بدعت ہونے میں گفتگو کی، جدِامجد نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آیت سے استدلال کیا، اور فرمایا کہ: یہ ممکن نہیں کہ وسیلے سے ایمان مراد لیجئے، اس واسطے کہ خطاب اہلِ ایمان سے ہے، چنانچہ: ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا“ اس پر دلالت کرتا ہے، اور عملِ صالح بھی مراد نہیں ہوسکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے، اس واسطے کہ تقویٰ عبارت ہے امتثالِ اَوامر اور اجتنابِ نواہی سے، اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایَرت بین المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے، اور اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہوسکتا، بدلیلِ مذکور یعنی تقویٰ میں داخل ہے، پس متعین ہوگیا کہ وسیلے سے مراد اِرادت اور بیعت مرشد کی ہے، پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے ذکر وفکر میں تا فلاح حاصل ہو، کہ عبارت ہے وصولِ ذاتِ پاک سے۔ واللہ اعلم!“

(شفاء العلیل ترجمۃ القول الجلیل ص:۳۳)

د:... ”وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا.“ (النساء:۶۴)

ترجمہ:... ’’اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے

اُس وقت یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے، اور رسولؐ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے، تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔“

اس آیت کو مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہ العالی نے اثباتِ بیعت میں اس طرح پیش فرمایا ہے کہ اس میں اگرچہ لفظِ بیعت مذکور نہیں ہے، مگر اس کی حقیقت کا تذکرہ ضرور ہے، لوگوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اظہارِ توبہ کی ہدایت فرمائی گئی ہے، توبہ کے دونوں اجزا (گزشتہ پر ندامت، اور آئندہ معاصی سے احتراز کا عزم وعہد) کو سامنے رکھیں، تو یہ وعدۂ تقویٰ و اطاعت ہے، جس میں بیعت کے دونوں اجزا (توبہ عن الذنوب، اور وعدۂ اتباعِ شیخ من جانبِ مرید) آجاتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے استغفار اعانت اور وعدۂ اعانت ہے، جو بیعت کی تیسری جزو (وعدۂ تربیتِ مرید من جانبِ شیخ) پر مشتمل ہے، تو اجمالاً اس آیت میں بھی بیعتِ مروّجہ کا ذکر ہوا، واللہ اعلم!

ثبوتِ بیعت کی احادیث:

۱:... ”عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاهُ، فَقَالَ: فِیْمَا اَخَذَ عَلَیْنَا اَنْ بَایَعْنَا عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِیْ مَنْشَطِنَا وَمَکْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَیُسْرِنَا وَاَثَرَةً عَلَیْنَا وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَّاحًا عِنْدَکُمْ مِّنَ اللهِ فِیْهِ بُرْهَانٌ۔“ (کتاب الفتن بخاری ج:۲ ص:۱۰۴۵ و کتاب الاحکام)

ترجمہ:... ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم نے آپؐ سے بیعت کی، تو آپؐ نے ہم سے جن چیزوں پر عہد لیا وہ یہ تھیں کہ: ہم آپ کی بیعت کریں اس بات پر کہ (احکام) سنیں اور اطاعت کریں، خوشی میں بھی اور ناگواری میں بھی، تنگی میں بھی اور خوش حالی میں بھی، اور ہم پر (کسی کو) ترجیح دینے پر اور اس چیز پر کہ ہم نہیں جھگڑیں گے کسی اَمر میں اس کے اہل سے، مگر یہ کہ کفرِ صریح دیکھیں، جس میں اللہ کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل تمہارے پاس ہو۔''

۲:... ''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَدَاۃٍ بَارِدَۃٍ وَالْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ یَحْفُرُوْنَ الْخَنْدَقَ، فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْخَیْرَ خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ. فَاَجَابُوْا: نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا، عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا.''

(بخاری کتاب الاحکام ج:۲ ص:؟؟)

ترجمہ:... ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈی صبح کو نکلے اور مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے، تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! بہتر خیر تو آخرت والی ہے، لہٰذا انصار و مہاجرین کو معاف فرمادیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا: ہم تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، جب تک رہیں گے ہمیشہ جہاد

کرتے رہیں گے۔"

۳:... "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا اِذَا بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ یَقُوْلُ لَنَا: فِیْمَا اسْتَطَعْتُمْ!"

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (اَحکام) سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تو آپ فرماتے: جس پر تمہیں استطاعت ہوسکے۔"

۴:... "عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فَلَقَّنَنِیْ فِیْمَا اسْتَطَعْتَ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ."

ترجمہ:... "حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اَحکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی، تو آپؐ نے حسبِ استطاعت اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کی تلقین فرمائی۔"

۵:... "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ: لَمَّا بَایَعَ النَّاسُ عَبْدَالْمَلِكِ كَتَبَ اِلَیْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اِلٰی عَبْدِالْمَلِكِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ: اِنِّیْ اُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ الْمَلِكِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ فِیْمَا اسْتَطَعْتُ وَاِنَّ بَنِیَّ قَدْ اَقَرُّوْا بِذَالِكَ."

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ:

جب لوگوں نے عبدالملک کی بیعت کی، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے لکھا کہ: میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے بندے عبدالملک امیرالمؤمنین کی بات سن کر حسبِ استطاعت اطاعت کروں گا، جبکہ اللہ اور رسولؐ کے طریقہ پر ہو، اور میرے بیٹے بھی اسی چیز کا اقرار کرتے ہیں۔"

۶:... "عَنْ يَزِيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِسَلِمَةَ: عَلٰى اَىِّ شَىْءٍ بَايَعْتُمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ!"

ترجمہ:... "یزید سے روایت ہے کہ: میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: تم نے کس چیز پر حدیبیہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی؟ تو فرمایا: موت پر!"

ان چھ مذکورہ بالا حدیثوں کو حافظ ابنِ حجرؒ نقل کرکے فرماتے ہیں کہ: ان احادیث میں جس بیعت کا ذکر کیا گیا ہے، وہ چند اقسام پر ہے:

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر اطاعت و فرماں برداری کرنا، ہجرت کرنا، جہاد فی سبیل اللہ کرنا، اور ثابت قدم ہوکر لڑنا، تکالیف پر صبر وتحمل سے کام لینا، اور سورۂ ممتحنہ میں بیعۃ النساء کی شرائط پر بیعت کرنا اور اسلام پر بیعت لینا۔ (فتح الباری ج:۳ ص:۱۶۷)

۷:... "حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانَ قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ قَالَ: اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنُ الصَّامِتُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ

اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ: بَايِعُوْنِىْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِىْ مَعْرُوْفٍ، فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِى الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ." (بخاری ج:۱ ص:۷ ومسلم)

ترجمہ:... "ابوالیمان نے حدیث بیان کی ہے کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، زہری نے کہا ہے کہ ہمیں ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر میں بھی حاضر ہوئے تھے اور وہ لیلۃ العقبۃ کے نقباء میں سے ایک نقیب ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ آپ کے اردگرد صحابہ کی ایک جماعت تھی کہ: مجھ سے بیعت کرو! ان اُمور پر کہ: تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناؤگے، اور نہ چوری کروگے، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کروگے، اور نہ کوئی بہتان تراشی کروگے، اور نہ تم کسی اچھے حکم کی نافرمانی کروگے، جس نے تم میں اپنے عہد کو پورا کیا، اس کو اللہ تعالیٰ اجر دیں گے، اور جس نے ان گناہوں میں کسی کا ارتکاب کیا، اس کو دُنیا میں (بھی) سزا دی جائے گی، پس یہ اس کا کفارہ ہوگی (دُنیا میں) (آخرت میں بھی سزا ملے گی، جب تک کہ تہِ دِل سے توبہ نہ کرے)۔"

حدیث میں تصریح ہے کہ جن لوگوں سے آپؐ نے بیعت کا حکم فرمایا تھا، وہ صحابہؓ تھے، مسلمان تو تھے ہی، باقی صرف التزامِ طاعات اور ترکِ معاصی پر بیعت لینا مقصود تھا، تو ثابت ہوا کہ اسلام اور جہاد کے علاوہ بھی بیعت لینا مسنون ہے، اور صوفیہ کے ہاں بھی اسی قسم کی بیعت لی جاتی ہے۔ حدیثِ عبادہ مختلف طریقوں سے نقل کی گئی ہے، لیکن سب سے جامع اور مفصل طریق یہ ہے:

۸:... "حَدِیْثُ عُبَادَةَ مَا اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ اَنَّهٗ جَرَتْ لَهٗ قِصَّةٌ مَعَ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عِنْدَ مُعَاوِیَةَ بِالشَّامِ فَقَالَ: یَا اَبَا هُرَیْرَةَ! اِنَّکَ لَمْ تَکُنْ مَعَنَا اِذْ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی النَّشَاطِ وَالْکَسَلِ وَعَلَی الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ وَلَا نَخَافُ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَّعَلٰی اَنْ نَّنْصُرَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ عَلَیْنَا یَثْرِبَ فَنَمْنَعَهٗ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ اَنْفُسَنَا وَاَزْوَاجَنَا وَاَبْنَائَنَا وَلَنَا الْجَنَّةَ فَهٰذَا بَیْعَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَایَعْنَاهُ عَلَیْهَا." (فتح الباری ج:۱ ص:۶۲)

ترجمہ:... "حدیثِ عبادہؓ جس کی تخریج مسند احمد اور طبرانی نے کی ہے، وہ یہ ہے کہ ان کا حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے سامنے شام میں قصۂ گفتگو ہوا، تو انہوں نے کہا کہ: اے ابوہریرہ! آپ ہمارے ساتھ نہیں تھے جبکہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی (احکام) سننے اور طاعت کرنے پر (ہر حال میں) چستی و سستی میں، اور امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر پر، اور اس بات پر کہ ہم حق کہیں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، اور اس پر کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدد کریں گے، جبکہ وہ یثرب میں تشریف فرما ہوں، پس ہم ان سے دُور کریں گے اس چیز کو جس سے ہم اپنی جانوں اور اپنی بیویوں اور بیٹوں کو دُور کرتے ہیں، اور ہمارے لئے جنت ہوگی۔ پس یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیعت ہے جس پر ہم نے بیعت کی ہے۔''

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور جہاد کے علاوہ اطاعت و فرماں برداری، اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر، سچی بات کہنے، کذب و افتراء سے پرہیز کرنے، اور ثابت قدم ہوکر کسی ملامت کنندہ کی پروا نہ کرنے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و تعاون کرنے، اور آپ سے خیرخواہی سے پیش آنے، دُشمنوں کی مضرتوں کو دفع کرنے کے علاوہ اعمال و اخلاق پر بھی بیعت لی ہے۔

۹:... ''عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.''

(بخاری ج:۱ ص:۱۳)

ترجمہ:... ''حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے، اور ہر مسلمان کی نصیحت و خیرخواہی کرنے پر۔''

تمام مسلمانوں کی خیرخواہی، تمام اخلاق و عاداتِ حسنہ کا جامع عنوان ہے، جس میں تمام شرائطِ بیعت اجمالاً آجاتی ہیں۔

۱۰:... ''عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا وَقُلْنَا: عَلٰى مَا نُبَايِعُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: عَلٰى اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّتُصَلُّوا الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ وَتَسْمَعُوْا وَتُطِيْعُوْا، وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً، قَالَ: وَلَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَيْئًا. فَلَقَدْ رَأَيْتُ بَعْضَ اُولٰئِكَ النَّفَرَ يَسْقُطُ سَوْطَ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْئَلُ اَحَدًا يُنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ.''

(اخرجہ مسلم وابوداوٴد ونسائی وترمذی وقیصر کلکتہ ص:۱۱ بحوالہ التکشف ص:۲۹۹)

ترجمہ:... ''حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: تم رسولِ خداؐ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا کہ: کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اُمور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ان کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو، اور پانچوں نمازیں پڑھو، اور (اَحکام) سنو اور مانو۔ اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ: لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ راوی کہتے ہیں کہ: میں نے ان حضرات میں سے بعض کی یہ

حالت دیکھی کہ اتفاقاً چابک گر پڑا، تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا
کہ اُٹھا کر ان کو دے دے۔''

اس حدیث کے ذیل میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضراتِ صوفیہ کرام میں جو بیعت معمول ہے، جس کا حاصل معاہدہ ہے التزامِ اَحکام و اہتمامِ اعمالِ ظاہری و باطنی کا، جس کو ان کے عرف میں بیعتِ طریقت کہتے ہیں، بعض اہلِ ظاہر اس کو اس بناء پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں، صرف کافروں کو بیعتِ اسلام، اور مسلمانوں کو بیعتِ جہاد کرنا معمول تھا، مگر اس حدیث میں اس کا صریح اثبات موجود ہے کہ یہ مخاطبین چونکہ صحابہؓ ہیں، اس لئے یہ بیعتِ اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیلِ حاصل لازم آتا ہے، اور مضمونِ بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعتِ جہاد بھی نہیں ہے، بلکہ بدلالتِ الفاظ معلوم ہے کہ التزامِ اہتمامِ اعمال کے لئے ہے، پس مقصود ثابت ہوگیا۔''
(التکشف ص:۲۹۹ مطبوعہ بھارت)

۱۱:... ''عَنِ ابْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ: قَالَ اَبُوْ سَهْمٍ: مَرَّتْ بِیْ اِمْرَأَةٌ فَاَخَذْتُ کَشْحَهَا ثُمَّ اَطْلَقْتُهَا فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُبَایِعُ النَّاسَ فَأَتَیْتُهُ فَقَالَ: أَلَسْتَ بِصَاحِبِ الْجَذْبَةِ بِالْاَمْسِ؟ قُلْتُ: بَلٰی! وَالٰی لَا اَعُوْدُ یَا رَسُوْلَ اللهِ! فَبَایَعَنِیْ.''

(اخرجہ رزین ص:۴۶۴ بحوالہ التکشف ص:۴۰۹، ۴۱۰)

ترجمہ:... ''ابنِ ابی کثیر سے روایت ہے کہ: ابوسہم نے

کہا کہ: میرے سامنے سے ایک عورت گزری، میں نے (غلبۂ شہوت سے) اس کی کمر پکڑ لی، پھر اس کو (خوفِ خدا سے) چھوڑ دیا، اتفاق سے (اگلے دن) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سبب سے لوگوں کو بیعت فرمانے لگے، میں بھی (اسی غرض کے لئے) حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: تم وہی نہیں جس نے کل کے روز اس کو کھینچا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ: بے شک! اور میں اب ایسا نہ کروں گا یا رسول اللہ! پس آپ نے مجھ کو بیعت فرمالیا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابی ایمان تو لے ہی آیا تھا، اب اعمالِ حسنہ کی تحصیل اور اخلاقِ رذیلہ سے تخلیہ پر بیعت کر رہا تھا، جس کا اس نے ''لَا اَعُوْدُ'' کے الفاظ میں وعدہ کیا ہے۔

۱۲:... ''عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِیًّا بَایَعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَاَصَابَهٗ وَعْکٌ ....الخ.''

(بخاری ج:۲ ص:۱۰۷۰ باب بیعۃ الاعراب، اصح المطابع)

ترجمہ:... ''حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ: ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی پس اس کو جب بخار آیا....الخ۔''

اس حدیث میں بیعت علی الاسلام کا ذکر ہے جو تمام اخلاق و اعمالِ حسنہ کا جامع ہے، جس میں بیعتِ متعارفہ کے تمام اجزا کا اجمالاً ذکر آجاتا ہے۔

۱۳:... ''قَالَ: حَدَّثَنِیْ مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُوْدٍ السُّلَمِیّ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُبَایِعُهٗ

عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: اِنَّ الْهِجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِأَهْلِهَا، وَلٰكِنْ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ۔"

(مسلم ج:۲ ص:۱۳۰ باب المبايعة بعد فتح مكه)

ترجمہ:... "مجاشع بن مسعود السلمی فرماتے ہیں کہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کہ میں ہجرت پر بیعت کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہجرت تو اہلِ ہجرت کے لئے ہوچکی (یعنی اب ہجرت نہیں رہی)، البتہ اسلام اور جہاد اور بھلائی پر بیعت ہوسکتی ہے۔"

حضرت مولانا اسحاق صاحب اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اسلام جامعِ حسنات ہے، جہاد خیرِ جزئی ہے، اور خیر جامعِ خیرات ہے، ان سب پر بیعت لی گئی ہے۔ (منقول از فتویٰ)

۱۴:... "عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا: "اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا" وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ۔" (بخاری ج:۲ ص:۷۲۶)

ترجمہ:... "حضرت اُمِّ عطیہ فرماتی ہیں کہ: ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپؐ نے ہم پر سورۂ ممتحنہ کی آیت تلاوت کی (جس میں شرائطِ بیعت کا ذکر ہے) اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔"

۱۵:... "عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: اِنِّيْ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَذْفِ۔"

۱۶:... ''وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيّ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ.''

(بخاری ج:۲ ص:۷۱۷)

ترجمہ:... ''عقبہ بن صہبان سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مغفل المزنی فرماتے ہیں کہ: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو درخت کی بیعت (بیعتِ رضوان) میں حاضر تھے، آپ نے کنکریں مارنے سے منع فرمایا۔''

ترجمہ:... ''اور عقبہ بن صہبان سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن مغفل المزنی سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا تھا۔''

خلاصہ یہ کہ منصف مزاج حضرات ان آیات و احادیث سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت علی الایمان اور بیعت علی الاسلام کے علاوہ تمسک بالکتاب والسنۃ، شرک و بدعت سے اجتناب، اعمالِ حسنہ و ارکانِ اسلامیہ کو صحیح معنی میں ادا کرنے، اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر، صبر و استقامت پر عمل پیرا ہونے، تقویٰ اختیار کرنے، اور فسق و فجور سے احتراز کرنے، پچھلے گناہوں سے توبہ اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم کرنے، مرشد کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنے، اور اس کے حکم کو سن کر اطاعت کرنے، وغیرہ، اُمور پر بھی بیعت کی ہے، تو جو بیعت حضرات صوفیائے کرام کرتے ہیں، اس میں بھی ان اُمورِ مأمورہ کا ذکر کیا جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس بیعتِ متعارفہ کو بدعت کہنا، دعویٰ بلا دلیل نہیں کہلائے گا؟

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''واستفاض عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ان الناس كانوا يبايعونه تارة على الهجرة والجهاد، وتارة علىٰ اقامة اركان الاسلام، و تارة على الثبات والقرار فى معركة الكفّار، و تارة على التمسّک بالسنة والاجتناب عن البدعة، والحرص على الطاعات." (القول الجمیل ص: ۱۳، ۱۴ مترجم کراچی)

ترجمہ:... "اور احادیثِ مشہورہ میں منقول ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لوگ بیعت کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ہجرت اور جہاد پر، اور گاہے اقامتِ ارکانِ اسلام، یعنی صوم وصلوٰۃ، حج و زکوٰۃ پر، اور گاہے ثبات اور قرار پر معرکۂ کفار میں، چنانچہ بیعت الرضوان، اور کبھی سنتِ نبوی کے تمسک پر، اور بدعت سے بچنے اور عبادت کے حریص اور شائق ہونے پر۔"

اور یہی وہ بیعت ہے جو صوفیاء کے ہاں معمول ہے، پھر فرماتے ہیں:

"فالحق ان البيعة علىٰ اقسام، منها بيعة الخلافة، ومنها بيعة الاسلام، ومنها بيعة التمسّک بحبل التقوىٰ، ومنها بيعة الهجرة والجهاد، ومنها بيعة التوثق فى الجهاد." (ص:۱۶)

ترجمہ:... "تو حق یہ ہے کہ بیعت چند قسم پر ہے: بعضے بیعت خلافت کی، بعضے بیعت اسلام لانے کی، اور بعضے بیعت تقویٰ کی رسّی پکڑنے کی، اور بعضے بیعت ہجرت اور جہاد کی، اور بعضے بیعت جہاد میں مضبوط رہنے کی۔"

آگے مزید فرماتے ہیں:

”وکانت بیعة الاسلام متروکة فی زمن الخلفاء اما فی زمن الراشدین منهم فلان دخول الناس فی الاسلام فی ایامهم کان غالبًا بالقهر والسیف لا بالتألیف واظهار البرهان ولا طوعًا ورغبةً وامّا فی غیرهم فلانّهم کانوا فی الأکثر ظلمة فسقة لا یهتمّون باقامة السنن کذالک بیعة التمسّک بحبل التقویٰ کانت متروکة، اما فی زمان الخلفاء الراشدین فلکثرة الصحابة الذین استناروا بصحبة النبی صلی الله علیه وسلم و تأدّبوا فی حضرته فکانوا لا یحتاجون الٰی بیعة الخلفاء، واما فی غیرهم فخوفًا من افتراق الکلمة وان یظنّ بهم مبایعة الخلافة منتهج الفتن وکانت الصوفیة یومئذٍ یقیمون الخرقة مقام البیعة ثم لما اندرس هٰذا الرسم فی الخلفاء انتهز الصوفیة الفرصة وتمسّکوا بسنة البیعة. والله اعلم!“ (القول الجمیل ص:۱۶، ۱۷)

ترجمہ:... ”اور مسلمان ہونے کی بیعت خلفاء کے زمانے میں متروک تھی، خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں بیعتِ اسلام تو اس واسطے متروک تھی کہ داخل ہونا لوگوں کا اسلام میں اُن کے ایام میں اکثر بسبب شوکت اور تلوار کے تھا، نہ تألیفِ قلوب اور اظہارِ دلیل پر اور نہ دُخولِ اسلام اپنی خوشی اور رغبت پر تھا، اور خلفائے راشدینؓ کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ

خلفائے مروانیہ اور عباسیہ کے وقت میں، اس واسطے بیعتِ اسلام
متروک تھی کہ ان میں اکثر ظالم اور فاسق تھے، اقامتِ سنن دین
میں کوششِ بلیغ نہ کرتے تھے، اور اسی طرح تقویٰ کی رسّی تھامنے
کی بیعت زمانۂ خلفاء میں متروک ہوگئی تھی، خلفائے راشدینؓ
کے زمانے میں تو بسبب کثرتِ اصحاب کے متروک تھی، جو
نورانی ہوچکے تھے بسببِ صحبتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے،
اور متأدّب ہوگئے تھے آپ کے حضور میں، تو ان کو کچھ حاجت نہ
تھی خلفاء سے بیعت کی تصفیۂ باطن کے واسطے، اور خلفاء کے سوا
کے زمانہ میں بسبب خوف پھوٹ پڑنے کے اور اس خوف سے
کہ بیعت کرنے والوں کے ساتھ بیعتِ خلافت کا گمان کیا
جاوے تو فساد اُٹھے، بیعت مذکور متروک تھی، اور اس وقت میں
اہلِ تصوّف خرقۂ دینی کو قائم مقام بیعت کے کرتے تھے، پھر بعد
مدّت یہ رسم بیعت کی ملوک اور سلاطین میں معدوم ہوگئی تو حضراتِ
صوفیہ نے فرصت کو غنیمت جان کر سنتِ بیعت اختیار کی۔“

تو معلوم ہوا کہ بیعتِ متعارفہ (جو پیرانِ عظام میں مروّج ہے) نہ بدعت ہے، اور نہ باعثِ گناہ، بلکہ عین اتباعِ سنت: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (الاحزاب:۲۱) کے نمونۂ عمل کی تکمیل ہے، ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ“ (آل عمران:۳۱) کی عملی تصویر ہے، اور ”اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ“ کا مقتضائے عمل ہے، جو انبیاء کے وارثوں کے لئے علمِ ظاہری کی طرح حصۂ میراث ہے۔

سوال:... کیا رشد، ہدایت، فوز، فلاح، اصلاحِ اعمال، تحلی بالفضائل، تخلی عن الرذائل، صبر، شکر، تسلیم، تفویض، توکل، تواضع، رضا بالقضا اور قناعت بالعطاء وغیرہ

صفات و کیفیات حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ و مرشد کا ہاتھ پکڑنا لازمی ہے؟ اور ان سے بیعت، ارادت، صحبت اور رفاقت ضروری ہے؟ کیا نجات اسی پر موقوف ہے؟ اگر کوئی مسلمان اپنی فطری صلاحیت سے اپنے اخلاق کی اصلاح کرلینا چاہے تو کیا یہ ممکن نہیں؟ کیا کتبِ تصوّف اور حدیث سے تزکیۂ نفوس نہیں ہوسکتا؟

جواب:... بغیر شیخ و مرشد کے بلاشبہ اصلاح کا ہونا ممکن ہے، اور نہ ہی اس پر نجات موقوف ہے۔ ضروری، لازمی اور ناگزیر تو صرف تصدیقِ نبوّت ہے، بلاشبہ ایک نبی کی ہی کی ایسی ذات ہوتی ہے جس پر ایمان لائے بغیر محض اپنی طبیعت یا خالص عقل و استدلال کی مدد سے کسی انسان کا صالح و مقرّب بن جانا ممکن نہیں، باقی اس کے سوا کسی بڑے سے بڑے صالح، مصلح یا نائبِ نبی کا اتباع بلکہ تصدیق بھی ہرگز ضروری نہیں، یہ مرتبہ تو صرف نبی کے لئے مخصوص ہے، لیکن دُوسری طرف عام فطرتِ بشری ہی ایسی ہے کہ کسی صالح و مصلح کی راہ نمائی اور توسط کے بغیر عادۃً وعموماً تزکیۂ اخلاق ہوجانا آسان نہیں، بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی عقلِ سلیم اور کتابوں کی مدد سے مرتبۂ صلاح پر پہنچ جائیں، ورنہ اکثر و بیشتر کو کسی راہ نما، اُستاذ، معلم ہادی کی ضرورت رہتی ہے۔

دُنیا میں جتنے کام بھی ہو رہے ہیں، وہ محض کتابوں کا مطالعہ کرلینے یا ازخود محض عقل کی بناء پر اور بغیر اُستاذ و شیخ کے ہو رہے ہوں، یہ بات ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، لہٰذا ہر کام کے لئے ضروری ہے کہ کسی اُستاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے بعد ہی کوئی آدمی پختہ اور کامل ہوسکتا ہے، مثلاً معالج اس کو نہیں کہتے جس نے صرف طب کی کتابیں پڑھ ڈالی ہوں مگر مطب میں بیٹھ کر نہ سیکھا ہو، چنانچہ کوئی کتنا ہی کتابیں پڑھ لے، علاج کرنے کے قابل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ کسی حاذق طبیب کے مطب میں رہ کر باقاعدہ علاج و نسخہ نویسی کی لیاقت پیدا نہ کرلے، اگر خود

ہی محض کتابوں یا کتابی نسخوں سے بیماریوں کا علاج کرنے لگے تو ہلاکت کے خطرات کو دعوت دینے کے مترادف ہے، مثلاً حکیم کبیرالدین صاحب نے طب کی کتابوں کو باقاعدہ پڑھا ہی نہیں، بلکہ طب کے مشہور و مستند مصنف ہیں، لیکن خود ان کا یہ اعتراف ہے کہ وہ کھانسی زکام کا علاج بھی نہیں کر سکتے۔

اور ایسے معلّمینِ طب بھی گزرے ہیں، جیسے: حکیم مرحوم دریا آبادی، جنھوں نے عمر بھر طب پڑھائی اور کتابی علم پر اتنا عبور تھا کہ کھانا کھاتے جاتے، راستہ چلتے جاتے اور پڑھاتے جاتے تھے۔ گویا مشہور طبیب اور استاذ الاساتذہ تھے، مگر معالجے کی مشق نہ تھی، اور نہ ہی علاج کرتے تھے۔

غرضیکہ صرف کتبِ طب سے کوئی اپنا علاج نہیں کرسکتا، حالانکہ کتابوں میں سب کچھ موجود ہے، اور طبیب ان ہی سے علاج کرتا ہے، مگر تم نہیں کر سکتے، اگرچہ بعض اوقات کچھ معمولی مرض کا علاج کر لیتے ہیں، مگر شدید امراض کا علاج کبھی نہیں کر سکتے۔

یہ صرف ایک طب یا طبیب ہی پر کیا موقوف ہے، ہر عملی فن کا یہی حال ہے، کیا کوئی معمار بغیر اُستاذ کے صرف کتابیں پڑھ لینے سے عمارت بنالے گا؟ اگر بنا بھی لے تو وہ ایسی ہوگی کہ ایک بارش یا آندھی آنے پر زمین بوس نظر آئے گی، اتنی بڑی بڑی بلڈنگیں، بے اُستاذ معماروں کی تیار شدہ نہیں ہیں، ورنہ یہ منزل پر منزل اور سر بفلک عمارتیں آپ کو کہاں دِکھائی دیتیں، بے اُستاذ کام نہ عمدہ ہوتا ہے، اور نہ جلدی، مثلاً: کوئی آدمی طباخی کی کتابیں پڑھ کر کھانا پکانا شروع کر دے، تو خود فیصلہ کریں کہ وہ کس طرح کا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ بس وہی کچا پکا، اُلٹا سیدھا اور وہ بھی بہت کچھ وقت اور سامان برباد کرنے کے بعد ہوگا، پھر بھی خود رو ہونے کی خامی ہمیشہ باقی رہے گی، یا مثلاً: وکیل بننے کے لئے گھر بیٹھ کر وکالت کی کتابیں پڑھ لینا کافی نہیں،

بلکہ باقاعدہ لیکچروں کی تکمیل اور امتحان کے بعد بھی کسی سینئر اور مشاق وکیل کے ساتھ کام کرنا اور تجربہ حاصل کرنا ضروری ہے، وہ بڑا ہی احمق ہوگا جو قانون کے کسی ایسے مشہور سے مشہور پروفیسر کے ہاتھ اپنا مقدمہ دے دے، جس نے نہ کبھی عدالت کی صورت دیکھی ہو اور نہ عدالتی کام کا عملی تجربہ رکھتا ہو۔

سائنس کی کتابوں کو خود پڑھ کر یا محض اُستاذ کے لیکچر سن کر، کوئی سائنس دان نہیں بن جاتا، جب تک معمل (لیبارٹری) میں تجربات و مشاہدات نہ کرلے۔

حالانکہ ان معاملات، مقدمات، تجربات اور مشاہدات کا تعلق اسی دُنیا اور عالمِ شہادت سے ہے، اور ہر علم و فن اور ہر صنعت پر چھوٹی، بڑی، مبتدی اور منتہی (دونوں کے لئے) بے شمار کتابیں موجود ہیں، تو پھر آپ کی عقل یہ کیسے قبول کرلیتی ہے کہ دِینی مسائل جن کا رشتہ عالمِ غیب اور آخرت کے مابعد الطبیعاتی مسائل سے جڑا ہوا ہے، یعنی اس رُوحانیت کا علم جو ان سب علوم سے لطیف تر ہے، اس کو اُستاذ کے بغیر سرانجام دینے سے اس میں کوئی نقص نہیں رہے گا؟ پھر تزکیۂ نفس کا فن جو تمام فنون سے دقیق تر ہے، محض کتابوں کی مدد سے پورا آجائے؟ اسی طرح کیا اللہ کی معرفت جو ہر معرفت سے نازک تر ہے، بغیر کسی رہبر کے از خود پوری طرح حاصل ہو جائے گی؟

اس سفر میں اُستاذ اور راہ نما قدم قدم پر ناگزیر ہے، اور اسی اُستاذ یا راہ نما کا اصطلاحی نام شیخ یا مُرشد ہے۔ اگر ذرا غور وفکر اور توجہ سے کام لیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحیح معنی میں تمسّک بالکتاب و السنۃ کسی زندہ شخصیت کے بغیر ممکن بھی ہو، تو آسان کب ہے؟

شریعتِ ظاہرہ کا طالبِ علم کہتا ہے کہ: ہمیں فلاں اور فلاں اقوال کی تعلیم فلاں فلاں کتابوں اور اُستاذوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہے، طریقِ باطن کا سالک سناتا ہے کہ ہم کو فلاں فلاں احوال و مقامات کی تحصیل فلاں اور

فلاں شخصیتوں کے ذریعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے۔ غرضیکہ جس طرح علمِ ظاہری میں سلسلۂ سند کا بقا ضروری ہے، اسی طرح علمِ باطنی میں بھی ضروری ہے کیونکہ اسی میں برکت ہوتی ہے۔

ترتیبِ ربانی:

قرآن مجید، رسول اللہؐ کا نہیں، اللہ کا کلام ہے، جو بندوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، یہی ہم سب کا ایمان و عقیدہ ہے، اور قرآن مجید بھی بار بار اس دعوئ کی صراحت کرتا ہے کہ اس میں ساری ضروری ہدایتیں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، مگر بایں ہمہ یہ نہیں ہوا کہ قرآن براہِ راست انسانوں کے پاس پہنچ جاتا اور منکرین و مؤمنین اپنی آنکھوں سے اسے آسمان سے اُترتا ہوا دیکھ لیتے، یا کسی اُونچے پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا مل جاتا، یا کسی روز جب صبح ہوتی تو اس کا ایک ایک نسخہ ہر شخص کے سرہانے موجود ہوتا، قادرِ مطلق کے لئے ان میں سے کوئی بھی چیز دُشوار نہ تھی، لیکن حکیمِ برحق نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس یہ طریقہ اختیار کیا کہ پہلے ایک تباہ کار قوم کے درمیان، جو جغرافی اعتبار سے اس وقت کی آباد و مہذّب دُنیا کے عین مرکز میں آباد تھی، ایک پاکیزہ سرشت اور صالح مزاج انسان پیدا کیا، ۴۰ سال کی عمر تک اس شخصیت کو اس قوم کے درمیان ہر قسم کے سابقہ اور تعلق کے ساتھ چلتا پھرتا ہوا رکھا، اور اس کی قوم کو اس کی سرشت و طینت، عادات و اطوار کی جزئیات تک کی جانچ اور پرکھ کا موقع دیا، جب یہ سب مرحلے طے ہو چکے، جب جاکر پیام کا نزول شروع ہوا، پھر اس وقت بھی پیام سے پیشتر پیامبر ہی کی شخصیت کو پیش کیا گیا، اور جب قوم اس شخصیت کے صادق اور امین ہونے کا اقرار کر چکی، جب اس سچے کی زبان سے سچے کلام کی ادائیگی شروع کی گئی، اس پر بھی سارے پیام کو دفعۃً پیش نہیں

کر دیا گیا، بلکہ پیامبر کی شخصیت پر مختلف دور اور طور طاری کر کے ۲۳ سال کی مدّت میں بہت ہی تدریج کے ساتھ اس پیام کو پہنچایا گیا۔ بس فطری و ربانی ترتیب تو یہ ٹھہری کہ: پہلے پیامبر، پھر پیام۔ پہلے طبیب، پھر نسخہ۔ پہلے ہادی، پھر ہدایت ہوگی۔ اب اگر ہم اس ترتیب کو اُلٹ دینا چاہیں اور ہادی سے قطع نظر کر کے ہدایت تک پہنچ جانا چاہیں، تو یہ فطری اور ربانی ترتیب سے موافقت نہ ہوگی۔

ترتیبِ رسالت مآبؐ:

یہ خیال نہیں گزرنا چاہئے کہ طریقِ دعوت اور اُسلوبِ ہدایت کا یہ انداز وحیٔ الٰہی اور ذاتِ پیغمبر کے ساتھ مخصوص رہا ہوگا؟ نہیں! بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقصد و ارادہ سے تبلیغِ دین کا جو طریقہ اختیار کیا، وہ بھی کچھ اسی طرح کا تھا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کہ قرآنِ مجید کے کامل نسخوں سے اس کے اجزا کی نقلیں کرا کرا پنے ملک کے اطراف و جوانب میں بھیج دیتے، یا اپنے اقوال و سنن کو ضبطِ تحریر میں لا کر ملک میں اُن نسخوں کی اشاعت کرا دیتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ، رفیقوں، شاگردوں اور مریدوں کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کی، اور ایسے اشخاص تیار کیے، جو اپنی زندگیوں کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے عمل کے جیتے جاگتے نمونے، چلتے پھرتے نسخے، بولتے چالتے مرقعے تھے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دِین کی روشنی اِنہیں زندہ مشعلوں کے ذریعے پھیلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کہ کسی گوشے میں خلوَت نشین ہو کر سکون و عافیت کی فضا میں قلم، دوات لے کر بیٹھ جاتے، اطمینان سے تصنیف میں مشغول ہو جاتے اور توحید، رسالت، مبدا، معاد پر مقالے، اور معاملات و عبادات پر رسالے تیار فرمانے لگتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ ہدایت سے براہِ راست

قلوب و نفوس کو منوّر کرنا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار، آپ کی کوئی کاغذی تصانیف نہیں، بلکہ آپ کی تصانیف وہ گوشت و پوست کے انسانی جسم اور تقویٰ و طہارت میں ڈھلی ہوئی رُوحیں تھیں، جن کو ''صحابہ کرام'' کہا جاتا ہے، ان زندہ تصانیف کی تعداد بلاشبہ ہزارہا تک پہنچی ہے، جن میں سے مشہور ترین کے نام یہ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، وعلی (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

ترتیبِ خلفائے راشدینؓ:

پھر یہ حضرات بھی اپنے اپنے عہد اور دور میں کتابی تصنیف و تالیف پر ذرا بھی متوجہ نہ ہوئے، حالانکہ اس وقت عجم و رُوم کے علوم و فنون اور صنائع سب مسلمانوں کے علم میں آچکے تھے، مگر انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی، بلکہ یہ بھی برابر اسی میں لگے رہے کہ زندہ ہستیوں کو اپنے نمونہ پر ڈھالتے رہے، اور اپنے شاگردوں کے جسموں میں اپنی رُوح پھونکتے رہے، اور اپنے چراغ سے دُوسرے چراغ روشن کرتے رہے، یہ جو آپ صحابہؓ، اہلِ بیتؓ، مہاجرینؓ و انصارؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے اتنے فضائل و کمالات سنتے چلے آرہے ہیں، خود ان الفاظ پر غور کیجئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کیا یہ وہی صحبت اور رفاقت رکھنے والے، بیعت کرنے والے، ارادت و عقیدت مند، شاگرد و مرید ہیں یا کوئی اور...؟

ساری بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ نکلا کہ: شیخ و مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، نہ واجب ہے، نہ فرض، بلکہ ایک فعلِ مسنون ہے، جو انتہائی باعثِ برکت ہے، جس سے بآسانی طریقت کی مسافت طے کی جاسکتی ہے، جو تحلّی بالفضائل و تخلّی عن الرذائل کے لئے ممد و معاون ہوتا ہے، جس طرح مریض کا طبیب کے پاس جانا اور اس سے رابطہ رکھنا مفید ہے، اسی طرح مرید کا شیخ و پیر سے رابطہ رکھنا اور بیعت ہوکر اتباع کا

معاہدہ کرنا مفید ہے، اگر کسی مریض کا طبیب کے پاس جائے بغیر علاج ہوجائے تو طبیب کے پاس جانا ضروری نہیں، اسی طرح اگر کسی شخص کا تزکیۂ نفس اور تحلی بالفضائل اور تخلّی عن الرذائل خود بخود اپنی سعی و جدوجہد سے ہوجائے تو شیخ و مرشد سے بیعت ہونا ضروری نہیں، لیکن تجربہ اس پر شاہد ہے کہ عادۃً راہبر و اُستاذ کے بغیر اس طرح ہوتا نہیں، جس طرح تمام علوم وفنون میں اُستاذ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی راہبر و ہادی کی راہ نمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال:... ٹھیک ہے یہ تو تسلیم کرلیا کہ یہ کیفیات شریعت میں مطلوب و مقصود ہیں، اور بیعت ان کے لئے مد و معاون ہوتی ہے، لیکن ان کے حصول کے جو طرق مشائخ بتلاتے ہیں، مثلاً: مراقبہ، محاسبہ، اشغال، اذکار، پھر تسبیحات وتہلیلات کی متعین مقدار وغیرہ، کیا یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں؟ کیا صحابہ کرامؓ نے ان کیفیات کو حاصل کرنے کے لئے ان طرق کو اپنایا تھا؟ یا انہوں نے تابعینؒ کو بھی سکھایا تھا؟ خیرالقرون میں سے کسی زمانے میں ان کو اختیار کیا گیا یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو کیا ان کو بدعت کہا جاسکتا ہے؟

جواب:... ان مراقبات، اذکار اور اشغال کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ذریعہ اور آلہ کا کام دیتے ہیں، یعنی وہ کیفیات جو دِین میں مقصود و مطلوب ہیں، یہ ان کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں، یعنی ان منازل کو طے کرنے کے بعد ان کیفیات کا حصول ہوجاتا ہے، تو مقصودِ اصلی وہ کیفیات، مثلاً: محبت، خشیت، اِخلاص و اِحسان وغیرہ ٹھہریں، ظاہر ہے کہ کسی چیز کو حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہوسکتے ہیں، مزاج و حالات کے مطابق ان طرق کو استعمال کیا جاتا ہے، کسی کو تمام منازل طے کرانا ضروری ہوتا ہے، اور کسی کو چند منازل طے کرا دینا بھی کافی ہوجاتا ہے، پھر حسبِ حالاتِ زمانہ و مزاج ان ذرائع میں بھی تغیر وتبدل کردیا جاتا ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں

کہ جس انداز وطریق کو اپنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں یہ کیفیات حاصل ہوجایا کرتی تھیں، ہر زمانے میں اس انداز کو اپنانے سے مقصد حاصل ہوجایا کرے؟ اس لئے اگر حالات و زمانہ اور ضرورت کے تحت ان میں کچھ تغیر وتبدل کیا جائے تو اس کو بدعت کا نام دینا غلط ہے، مثلاً: دِین سیکھنا سکھانا ضروری ہے، اور دِین میں اس کا نہایت تاکیدی حکم ہے، مگر آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اس تعلیم کے لئے صرف صحبت کافی ہوجاتی تھی، اور اس کے لئے کوئی مستقل انتظام نہیں تھا، نہ مدرسے تھے، نہ کتابیں تھیں، نہ یہ درس گاہیں اور دارالاقامہ تھے، لیکن بعد میں حالات ایسے ہوگئے کہ اس مقصد کے لئے صحبت کافی نہیں رہی، بلکہ کتابوں، اور پھر مدرسوں کی بھی ضرورت پڑگئی، تو اللہ کے بندوں نے کتابیں لکھیں اور مدرسے قائم کئے، اس کے بعد دِین کی تعلیم وتعلّم کا سارا سلسلہ اسی سے چلا، اور اب تک اسی سے قائم ہے، تو کیا تعلیم وتعلّم کے اس طریق میں اس تبدیلی کو بھی دِین میں اضافہ اور بدعت کہا جائے گا...؟

آج ماشاء اللہ تفسیر، اُصولِ تفسیر، فقہ اور کلام کے جتنا دفتر موجود ہیں، یہ عہدِ رسالت میں کہاں تھے؟ چلئے ان کو بھی جانے دیجئے، براہِ راست سنتِ رسولؐ ہی کو لے لیجئے! آج حدیث کے فنون کا ہی کتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، پھر ان کی شرحیں ہیں، ان کی تسہیل کے لئے مستقل لغات ہیں، جو لغات الحدیث کے نام سے موسوم ہیں، دفاترِ روایات و آثار کی کتنی مختلف قسمیں اور طبقات ہیں، سب کے الگ الگ مرتبے اور درجے ہیں، رجال کا ایک مستقل فن ہے۔

احادیث کے جانچنے اور پرکھنے کے لئے روایت و درایت کے قانون اور ضابطے ہیں، مصطلحاتِ فن کی تعداد سینکڑوں میں ہے، فنِ حدیث میں مہارت پیدا کرنے کے لئے برسوں کی محنت، مطالعہ، مدتوں تک اساتذہ، کاملینِ فن کی ہدایت اور

صحبت لازمی ہے۔

ظاہر ہے کہ عہدِ رسالت میں یہ سب کچھ بھی نہ تھا، سرورِ عالم کی سادہ، معمول اور روز مرّہ کی گفتگو حدیث تھی، اور آپ کا ہر بڑا چھوٹا عمل سنت تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی محض اس بنا پر حضرات محدثین کی ساری کوششوں اور کاوشوں کو بدعت کہہ دینے کی جراُت کرے گا کہ یہ سب کچھ زمانۂ نبوّت میں نہیں تھا...؟

اسی طرح حضرات فقہاء کی ساری جدوجہد، قیاس و اجماع کی بحثیں، استقراء، استنباط، تقلید، اجتہاد کے مسائل، عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص قسم کی سینکڑوں اصطلاحات دورِ نبویؐ میں کہاں تھیں؟ اور کہاں سے ہوسکتی تھیں؟ تو کیا کوئی بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابوداوٗدؒ کی طرح اِمام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، نخعیؒ، اوزاعیؒ، شیبانیؒ، ثوریؒ اور طحاویؒ کی جانفشانیوں کو ضائع قرار دینے اور انہیں بدعت کے زُمرے میں لانے کی جراُت اور شریعت کے بہت بڑے حصے کے انکار کی ہمت کرے گا...؟

اور تو اور خود قرآنِ مجید اسی موجودہ شکل میں اِعراب، علاماتِ وقف، پاروں، سورتوں، رُکوعوں اور آیتوں کے ساتھ مزین، کیا عہدِ رسالتؐ میں کہیں یکجا مدوّن موجود تھا؟ نہیں، نہیں! بلکہ اس وقت تو صرف حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا، چنانچہ جب عہدِ صدیقی میں یمامہ کی جنگ میں سات سو سے زائد حفاظ صحابہ شہید ہوگئے، تو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ سینوں میں محفوظ کرنے کے علاوہ ہمیں قرآن کو سفینوں میں بھی محفوظ کرنے کا انتظام کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں خاص اہتمام اور ذمہ داری سے ایک سرکاری نسخہ بھی تیار ہونا چاہئے، چنانچہ انہوں نے اپنی یہ تجویز حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کی۔ حضرتِ صدیقؓ کو ابتداءً اس کے ماننے میں تأمل ہوا، اور انہوں نے یہی فرمایا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے نہ خود کیا اور نہ ہمیں حکم دیا، اس کا ہم کیونکر اہتمام کریں؟

لیکن حضرت عمرؓ کے دلائل سے بالآخر وہ مطمئن ہوگئے، اور پھر ان ہی کے حکم سے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی خاص نگرانی میں قرآنِ کریم کو یکجا مرتب کیا گیا اور پھر اس مصحف کی نقلیں کرا کر تمام بلادِ اسلامیہ میں روانہ کی گئیں، اس کے علاوہ اس وقت سے لے کر آج تک قرآنِ مجید کی حفاظت و اشاعت اور تعلیم و تبلیغ کے سلسلے میں خدمتِ قرآن کے کتنے نئے نئے قدم اُٹھائے جا چکے ہیں، تو کیا ان سب کو بدعت کہو گے...؟

خصوصاً جبکہ بدعت کا معنی جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں کہ دین میں کسی نئی چیز کو دین سمجھ کر داخل کرنے کا نام ہے، اور اگر ایک چیز شریعت میں مطلوب و مقصود ہے، اس کے حصول کے لئے ایک دُوسرا طریق حسبِ زمانہ و مزاج اختیار کیا جائے، تو اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا، اور نہ اس طریق کا قرونِ مشہود لہا بالخیر میں ہونا ضروری ہے، البتہ اس مقصود و مطلوب کا، جس کے لئے اس طریقہ کو اختیار کیا ہے، قرونِ مشہود لہا بالخیر میں ہونا ضروری ہے، ورنہ اس کو اِحداث فی الدین کہا جائے گا، جس کا دُوسرا نام بدعت بھی ہے، خلاصہ یہ کہ یہ سارا تغیر و تبدل زمانہ اور حالات کی وجہ سے ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ میں جس طرح ضرورت ہوتی گئی ذرائعِ تعلیم و تبلیغ اختیار کئے جاتے رہے۔

بعینہٖ یہی حال اس سلوک، مراقبات، محاسبات، اذکار و افکار، اعمال و اشغال کا ہے کہ یہ محض مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ذرائع ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی مقصد سمجھ کر نہیں کی جاتی، بلکہ یہ سب کچھ نفس کے تخلیہ اور تحلیہ کے لئے کرایا جاتا ہے، جو دِین میں مقصود اور مأمور بہٖ ہے۔

مثلاً: یوں سمجھئے! کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، ہر وقت اس کا اور اس کی رضا کا

دھیان وفکر کرنا اور اس کی طرف سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دِین میں مطلوب ہیں، اور قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور اسلام کامل ہی نہیں ہوتا۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دِین کی تعلیم و تربیت کی طرح یہ ایمانی کیفیتیں بھی آپؐ کی صحبت سے حاصل ہو جاتی تھیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے صحابہ کرامؓ کی صحبتوں میں بھی یہ تأثیر تھی، لیکن بعد میں ماحول کے زیادہ بگڑ جانے سے ان کیفیات کے حاصل کرنے کے لئے صحبت کے ساتھ ذکر وفکر کی کثرت کا اضافہ کیا، اور تجربہ سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی، اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے زمانے کے لوگوں کے احوال کا تجربہ کرکے ان کے نفس کو توڑنے، شہوات کے مغلوب کرنے اور طبیعت میں نرمی پیدا کرنے کے لئے، ان کے واسطے خاص خاص قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کئے، اسی طرح ذکر کی تأثیر بڑھانے اور طبیعت میں رقت اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ضرب کا طریقہ نکالا گیا ہے، تو ان میں سے کسی چیز کو مقصود اور مأمور بہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ سب کچھ علاج اور تدبیر کے طور پر کیا جاتا ہے۔

اس مسئلے کی اہمیت کی خاطر ایک استفتاء مرتب کرکے ملک کے اکابر علمائے کرام اور اہلِ فتویٰ کی خدمت میں بھیجا گیا، اس پر علمائے کرام نے جو جوابات دیئے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ شریعت کے پابند صوفیائے کرام اور بزرگانِ دِین مثلاً: شیخ عبد القادر جیلانیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور

دیگر اکابرِ دیوبند میں بیعت کا جو طریقہ مروّج ہے، اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرونِ مشہود لہا بالخیر سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو بدعت کہنا کیسا ہے؟ ایک متبحر عالم نے اس کو بدعت کہا ہے، ان کے اس قول سے تمام اکابر اور اصحابِ سلاسل بدعتی ٹھہرے، کیا ان کا یہ فتویٰ دینا بجا ہے؟ اگر نہیں، تو اس کا ثبوت کسی نص سے دیا جائے کہ اس طرح بیعت دُرست ہے، کیونکہ جو اس طرح منکرِ بیعت ہے، وہ بغیر نص کے کسی بزرگ کے قول کو کب حجت تسلیم کرتا ہے؟ اجیبوا تؤجروا، جزاکم اللہ خیرًا!

المستفتی: سیّد نذیر احمد بخاری
(المتخصّص فی الفقه)
مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن، کراچی ۵

الجواب ومنہ الصدق والصواب:... حامدًا ومصلیًا! جواب سے پہلے بیعت کی اصلی حقیقت پیش کی جاتی ہے:

بیعت کی اصلی حقیقت خود بیعت و ارادت اور مرید کی اصطلاح بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہو جاتی ہے، ارادہ محض آرزو اور تمنا کا نام نہیں، بلکہ مراد پوری کرنے کے لئے ضروری اسباب و وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزلِ مقصود کی طرف چل پڑنا ہے۔

پس اصطلاحاً مرید بھی وہی ہے جو اپنی دِینی، خصوصاً باطنی اور قلبی اصلاح و دُرستی کو مراد و منزل بنا کر اس کے لئے ضروری وسائل اختیار کرے، اور اس کی طرف چل پڑے۔ اور بیعت کا مطلب یہ ہے کہ اس منزلِ مقصود کے لئے کسی زیادہ واقفِ کار کو اپنا رہبر و رفیق بنالیا جائے، تاکہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو، بلکہ راستہ بھی سہولت و راحت سے طے ہوجائے، بالفاظِ دیگر اپنے سے زیادہ واقف و ماہر، مصلح کے ہاتھ میں اپنے آپ کو اس طرح سونپ دے جیسے کوئی مریض اپنے آپ کو

کسی حاذق طبیب کے حوالے کر دیتا ہے، اور دوا، پرہیز میں کاملاً اسی کی تجویز و ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ پیری و مریدی یا بیعت و ارادت کی حقیقت و ضرورت میں بہت افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے، ایک طرف اگر بعضوں نے اس کو سرے سے بدعت سمجھ رکھا ہے، تو دُوسری طرف کچھ لوگوں نے اُسے ایک رسم بنا رکھا ہے کہ بس دست بوسی و پا بوسی کرلی جاتی ہے اور بس، باقی خود کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ رسمی پیری و مریدی میں کچھ نہیں رکھا، اصل کام تو خود چلنا ہے، اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑنا ہے، اگرچہ رسمی طور پر کسی کا مرید و بیعت نہ ہو، کیونکہ اصلی غرض اور مقصود، رضائے حق کو سمجھنا ہے، جس کا طریق اَحکامِ شرعیہ کا بجا لانا اور ذکر پر مداومت کرنا ہے، شیخ اس کی تعلیم و تلقین کرتا ہے، اور مرید اس پر کاربند ہوتا ہے، اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو، اور نہ کوئی کمال اس کے زعم میں حاصل ہو، تب بھی آخرت میں اس کا ثمرہ جو کہ رضائے الٰہی ہے ظاہر ہوگا، اور رضائے الٰہی سے دخولِ جنت، لقائے حق اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی، دراصل شیخ کی طرف سے تلقین کا وعدہ اور مرید کی طرف سے اتباع کا عہد ہی پیری و مریدی کی حقیقت ہے۔ گویا تعلیم تو بیعتِ متعارفہ (یعنی مشہورہ) کے بغیر بھی ممکن ہے، لیکن خاص طور پر بیعت کرنے سے شیخ کو طبعاً توجہ زیادہ ہوتی ہے، اور مرید کو فرماں برداری کا پاس زیادہ ہوجاتا ہے۔ شیخ کی تعیین اور ہاتھ میں ہاتھ لینا یا عورت کو کوئی کپڑا پکڑا دینا جبکہ وہ پاس ہو، یہ محض اس معاہدہ کی تاکید، ایک عادتِ صالحہ و مستحسنہ ہے، ورنہ یہ اس معاہدے کا جزو نہیں، یعنی نہ مقصود ہے اور نہ کسی مقصود کا موقوف علیہ ہے، یہی وجہ ہے کہ غائب کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے، یعنی غائب کی بیعت بغیر ہاتھ میں ہاتھ لئے بذریعہ تحریر وغیرہ بھی ہوجاتی ہے، اور اس کا مستحسن ہونا سنت میں بھی وارد ہے، چنانچہ بیعت کے وقت مردوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑنا منقول ہے، اور بیعت کے وقت کپڑا وغیرہ ہاتھ

میں دینا یہ ہاتھ پکڑنے کے قائم مقام ہے۔

جب بیعت کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی، تو اب اصل سوال کا جواب لکھا جاتا ہے۔

”عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ الْاَشْجَعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِسْعَۃً اَوْ ثَمَانِیَۃً اَوْ سَبْعَۃً، فَقَالَ: اَلَا تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَبَسَطْنَا اَیْدِیَنَا وَقُلْنَا: عَلٰی مَا نُبَایِعُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: عَلٰی اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّتُصَلُّوا الصَّلٰوتِ الْخَمْسَ وَتَسْمَعُوْا وَتُطِیْعُوْا۔“ (مسلم، ابوداود، نسائی)

حضرات صوفیائے کرام نیز مرشدین (جو راہِ حق پر چلاتے ہوں)، میں جو بیعت معمول ہے اس کا حاصل التزامِ احکام (یعنی اعمالِ ظاہری و باطنی پر استقامت)، اور اہتمام کا معاہدہ ہے، جس کو ان کے عرف میں ”بیعتِ طریقت“ کہتے ہیں، بعض اہلِ ظاہر اس کو اس بنا پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں، صرف کافروں کو بیعتِ اسلام اور مسلمانوں کو بیعتِ جہاد کرنا معمول تھا، مگر حدیثِ مذکور میں اس کا صریح اثبات موجود ہے، مخاطبین چونکہ صحابہؓ ہیں اس لئے یہ بیعتِ اسلام یقیناً نہیں، اور مضمونِ بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعتِ جہاد بھی نہیں، بلکہ دلالتِ الفاظ سے ظاہر ہے کہ التزام و اہتمامِ اعمال کے لئے ہے، پس اس کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ خلفائے اسلام بھی مسلمانوں سے بیعت لیتے تھے، جس کی ظاہری صورت بیعتِ طریقت کی سی تھی، اس لئے بیعتِ خلافت سے اشتباہ سے بچنے کے لئے احتیاطاً سلف صالحین نے بیعتِ طریقت کو ترک

کردیا تھا، (یعنی ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا ترک کردیا تھا)، اور صرف صحبت پر اکتفا فرمانے لگے تھے، پھر خرقہ کی رسم بجائے بیعت کے جاری ہوئی، جب بیعتِ خلافت خلفاء میں نہ رہی، تو صوفیہ پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنے لگے۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے دور میں چند قسم کی بیعت روایات سے ثابت ہوتی ہے:

۱:... بیعتِ اسلام: جو کسی کافر کے مسلمان ہونے پر لی جاتی تھی۔

۲:... بیعتِ خلافت: جو منصبِ خلافت سنبھالنے کے وقت خلفائے راشدین اور دیگر خلفائے اسلام عوام سے لیتے تھے۔

۳:... بیعتِ تمسک بحبل التقویٰ: یہ شرعی اَحکام کی پابندی کی بیعت ہوتی تھی، جیسا کہ حضرتِ عوفؓ کی مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہے۔

۴:... بیعتِ توثق فی الجہاد۔

ان اقسام میں سوائے قسمِ دوم کے تمام اقسام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اور قسمِ دوم خلفائے راشدینؓ کے عمل سے ثابت ہے، اور تیسری وہی بیعت ہے جو صوفیاءِ کرام میں جاری رہی ہے۔

اور اُوپر حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کی روایت سے اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہونا ظاہر و باہر ہے۔

قال الشاہ ولی اللہ الدہلوی قدس سرہٗ:

"الحق ان البیعة علیٰ اقسامٍ منها بیعة الخلافة ومنها بیعة الاسلام، ومنها بیعة التمسّک بحبل التقویٰ، ومنها بیعة الهجرة والجهاد، ومنها بیعة التوثّق فی الجهاد، وکانت بیعة الاسلام متروکة فی زمن

الخلفاء اما فی زمن الراشدین منهم فلان دخول الناس فی الاسلام فی ایامهم کان غالباً بالقهر والسیف لا بالتالیف واظهار البرهان لا طوعًا ولا رغبةً واما فی زمن غیرهم فلانهم کانوا فی الاکثر ظلمة فسقة لا یهتمّون باقامة السنن وکذالک بیعة التمسّک بحبل التقویٰ کانت متروکة اما فی زمن الخفاء الراشدین فلکثرة الصحابة الذین استناروا بصحبة النبی صلی اللہ علیه وسلم فأدّبوا فی حضرته وکانوا لا یحتاجون الیٰ بیعة الخلفاء واما فی زمن غیرهم فخوفًا عن افتراق الکلمة وان یظنّ بهم مبایعة الخلافة فتهجّ الفتن وکانت الصوفیة یومئذٍ یقیمون الخرقة مقام البیعة ثمّ لما اندرس هٰذا الرسم فی الخلفاء انتهز الصوفیة الفرصة وتمسّکوا البیعة." (القول الجمیل ص:۱۶)

طالبِ حق کے لئے مذکورہ بالا مضمون ہی کافی ہے، ورنہ:

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیراں تشنہ می آرد سکندر را

واللہ سبحانهٗ وتعالیٰ اعلم وعلمهٗ اتم واحکم

کتبہ احقر الوریٰ صادق الاسلام غفرلہٗ کملائی
از دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۲۰/۷/۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد شفیع

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کا فتویٰ:

الجواب وھو المصوب:... بیعتِ مسئولہ عنہا کی اجمالی حقیقت یہ ہے کہ یہ شیخ اور مرید کے درمیان ایک معاہدہ ہے، یہ معاہدہ تین اجزا پر مشتمل ہوتا ہے:

۱:...توبہ عن الذنوب۔

۲:...وعدۂ اتباعِ شیخ از جانبِ مرید۔

۳:...وعدۂ تربیتِ مرید از جانبِ شیخ۔

یہ بھی معلوم ہے کہ توبہ کے دو جز ہوتے ہیں، گزشتہ معاصی پر ندامت اور آئندہ کے لئے معاصی سے احتراز کا عزم۔ ان میں سے جزوِ اوّل تو شرعاً واجب ہے، اور اس کا اظہار و اخفا دونوں جائز ہیں، جزوِ ثانی و ثالث نہ شرعاً فی نفسہٖ واجب ہے، نہ ممنوع، بلکہ مباح ہے، بیعت کرنے والے اور بیعت لینے والے شرعی حیثیت سے اسے یہی درجہ دیتے ہیں، اور اسے حکمِ شرعی نہیں سمجھتے، بلکہ شریعت پر عمل کرنے کو آسان بنانے کی ایک تدبیر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اظہارِ توبہ اور ہاتھ میں ہاتھ دینے کو بھی واجبِ شرعی نہیں سمجھتے، بلکہ توبہ اور معاہدے کی ایک جائز اور مباح صورت ہی سمجھتے ہیں، اور انہیں بھی شریعت پر عمل کرنے میں سہولت کی ایک نفسیاتی تدبیر جانتے ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس مجموعہ کا بھی یہی درجہ جانتے ہیں، اس کے بعد فرمایا جائے کہ کیا اعتراض باقی رہتا ہے؟

کیا اس قسم کی تدابیر کا ثبوت بھی کتاب و سنت سے ضروری ہے؟ اگر ہے تو کیا آج کل مساجد میں نمازیوں کی سہولت و راحت کے لئے جو سامان مہیا کئے جاتے ہیں، مثلاً: برقی روشنی، پنکھے، دریوں اور نرم قسم کی چٹائیوں کا فرش، وضو خانہ، غسل خانہ، وغیرہ، یہ سب بدعت اور ناجائز نہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کا ثبوت کتاب و سنت سے نہیں

ملتا، علیٰ ہٰذا القیاس، مدارسِ دینیہ کی بلند و پُرشکوہ عمارتیں، طلبہ کے لئے آرام دہ اقامت گاہیں، نظامِ تعلیم میں صف بندی، کتبِ دینیہ کی طباعت، تحریری امتحان وغیرہ، بہت سے اُمور کے متعلق یہی سوال پیدا ہوگا کہ ان کا خیرالقرون میں کوئی پتا نہیں چلتا، تو کیا یہ سب اُمور بدعت اور ناجائز ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ بدعت اِحداث فی الدّین کا نام ہے نہ کہ اِحداث لِلدّین کا، بیعتِ متعارفہ کو اگر اِحداث بھی تسلیم کیا جائے تو وہ اِحداث لِلدّین ہے، نہ کہ اِحداث فی الدّین، اس لئے اسے بدعت کسی طرح نہیں کہا جاسکتا۔ یہ جواب تو اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ بیعتِ مذکورہ کا ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا ثبوت موجود ہے، جو سطورِ ذیل میں سپردِ قلم کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱:... "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ .... الخ." (الممتحنہ:۱۲)

اس میں بیعتِ زیرِ بحث کے تینوں اجزا موجود ہیں، توبہ بھی ہے جو بالکل واضح ہے: "وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ" میں وعدۂ اطاعت بھی ہے۔ اور "وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ" میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعدۂ اعانت بھی ہے، کیونکہ کسی کے لئے حق تعالیٰ جل شانہٗ سے مغفرت کی دُعا کرنا، اس کی بڑی اعانت و امداد ہے، یہ اعانت دوگونہ ہوتی ہے، یعنی دُنیا میں بھی ہوتی ہے، اور آخرت میں بھی، آخرت میں تو ظاہر ہے، دُنیا میں اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ معصیت، معصیت کو کھینچتی ہے، اس کی وجہ سے قلب میں سیاہی اور رُوح میں کدورت پیدا ہوجاتی ہے، جو مزید معصیت کی طرف مؤدی (پہنچانے والی) ہوتی ہے، اس طرح تعلق مع اللہ کمزور ہوجاتا ہے، اس حالت کو بدلنے کی تدبیر اِستغفار ہے، خصوصاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے

مغفرت تو اس کے لئے اکسیر اور سالک کی بہت بڑی اعانت ہے۔

یہ تو اِستغفار کے عام معنی کے لحاظ سے عرض کیا گیا، ورنہ اس خاص موقع پر جو آیت میں مذکور ہے، اِستغفارِ رسول تلافیٔ مافات کے بجائے ترقیٔ درجات کی تدبیر تھی، کیونکہ مہاجرات، محترمات سے کوئی گناہ نہیں سرزد ہوا تھا، جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِستغفار کا حکم دیا گیا ہو، بلکہ اِستغفار کا مفہوم یہاں پر یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ ان کے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرمائیں، یہ چیز ان کے لئے رفعِ درجات کا سبب بنے گی، کیونکہ سالک جب کسی درجۂ رفیعہ پر پہنچتا ہے تو خوش ہوتا ہے، لیکن جب اس کی نظر اس سے بلند درجہ پر جاتی ہے تو اپنے درجہ کو پست سمجھتا ہے، اور اس کا سبب اپنی کوتاہی کو سمجھتا ہے، جو اس کے نزدیک گناہ ہوتا ہے، اگرچہ شرعاً وہ معصیت نہ ہو، اس پر وہ اِستغفار کرتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اسے اس درجہ سے نکال کر اس سے رفیع (بلند) تر درجہ پر ترقی دے دیتے ہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے طلبِ مغفرت فرمائیں، اس کی ترقی کا کیا کہنا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ جب تک کوئی شخص خود طالبِ مغفرت نہ ہو، اس وقت تک کسی دُوسرے کی اِستغفار اس کے لئے کیسے نافع ہوسکتی ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے اِستغفار فرمانا اس معنی کے لحاظ سے بھی ان کی اعانت ہے کہ یہ ان کی شفاعت اور سفارش ہے، اس کے ساتھ طریقۂ تعلیم ہونے کے اعتبار سے بھی اعانت ہے، گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اِستغفار فرماکر انہیں طریقہ کی تعلیم بھی دیتے تھے کہ رفعِ درجات اور ترقیٔ باطنی کے لئے اِستغفار سے کام لو، اب یہ فرمایا جائے کہ صوفیائے کرام کے ہاں جو بیعت متعارف ہے، اس میں اس سے زائد کیا ہوتا ہے؟ مرید توبہ اور عہدِ اطاعت کرتا ہے، اور پیر وعدۂ اعانت۔

۲:... ”وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.“ (النساء:۶۴)

اس آیت میں اگرچہ لفظِ بیعت مذکور نہیں ہے، مگر اس کی حقیقت کا تذکرہ موجود ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اظہارِ توبہ کی ہدایت فرمائی گئی ہے، اب توبہ کے مذکورہ بالا اجزا کو سامنے رکھئے تو یہ (بارگاہِ نبوی میں حاضری اور اظہارِ توبہ) وعدہ اور عہدِ تقویٰ ہے، اور ان کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِستغفار حسبِ تقریرِ سابق اعانت اور وعدۂ اعانت ہے۔

۳:... ”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاَصَابَهٗ وَعْكٌ ... الخ.“

(بخاری شریف ج:۲ ص:۱۰۷۰ باب بیعۃ الاعراب، اصح المطابع)

دیکھئے اس میں اسلام پر بیعت لی گئی ہے، جو فعلِ خیرات و توبہ عن المنکرات کا جامع ہے، اور چوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل معلمِ اسلام ہیں، اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعدۂ تعلیم و تربیت بھی کہا جائے گا، خواہ لفظاً مذکور نہ ہو۔

۴:... ”قَالَ: حَدَّثَنِيْ مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُوْدٍ السُّلَمِيّ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُبَايِعُهٗ عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: اِنَّ الْهِجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِاَهْلِهَا، وَلٰكِنْ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ.“

(مسلم شریف ج:۲ ص:۱۳۰ باب المبایعة بعد فتح مکه)

اسلام جامعِ صفات ہے، جہاد خیرِ جزئی ہے، اور خیر جامعِ خیرات ہے، ان سب پر بیعت لی گئی ہے، منصف مزاج کے لئے اتنے دلائل کافی ہیں۔

یہ بات بھی صاف کردوں کہ بیعتِ متعارفہ کی شرعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن تجربات بتاتے ہیں کہ عادۃً اب اس کے بغیر کام ہوتا نہیں ہے۔ جس طرح بغیر اُستاذ کے صرف کتب بینی سے علم حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح عملِ صحیح بھی بغیر کسی معلم و مربی کے نہیں حاصل ہوتا، صحبت کا اثر بدیہی چیز ہے، شیخ کی صحبت سے یہ چیز آسان ہوجاتی ہے، فطری بات ہے کہ عملی چیز عمل کرتے ہوئے دیکھنے اور تجربہ کار کی راہ نمائی ہی سے حاصل ہوتی ہے، اسلام علم و عمل کا مجموعہ ہے، اس پر عمل کرنے کے لئے کسی تجربہ کار معلم و مربی کی حاجت ہے، کوئی شخص طب کا مطالعہ کتنا ہی کیوں نہ کرلے، لیکن جب تک کسی طبیب کے مطب میں نہ بیٹھے گا، اس وقت تک فن اسے نہیں آسکتا، اس مثال سے عمل بالشریعۃ کے لئے معلم و مربی کی ضرورت کو بھی سمجھ لینا چاہئے، واللہ اعلم وعلمہٗ اتمّ!

حررہ العبد **محمد اسحٰق صدیقی** عفا اللہ عنہ
المدرسۃ الاسلامیۃ نیوٹاؤن کراچی
۲۶/رجب ۱۳۹۱ھ

جامعہ خیرالمدارس کا فتویٰ:

الجواب:... جہاد کے علاوہ بھی بیعت لینا احادیث سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو:

۱:... "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا نُبَایِعُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ، وَیُلَقِّنُنَا: فِیْمَا اسْتَطَعْتُمْ۔"

۲:... ’’عَنْ عَوْفُ بْنُ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ؟ فرددها ثلٰث مرات، فَقَدَّمْنَا اَيْدِينَا فَبَايَعْنَاهُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَدْ بَايَعْنَاكَ فَعَلٰى مَا؟ قَالَ: اَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ وَالصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ، وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً، قَالَ: وَلَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَيْئًا.‘‘ (اخرجہ النسائی ج:۱ ص:۵۴)

مشائخِ طریقت بھی کفر و شرک اور بدعات و معاصی سے توبہ کراتے ہوئے اتباعِ سنت پر بیعت لیتے ہیں، فقط واللہ اعلم!

بندہ عبد الستار عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۱۳۹۱/۷/۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحٰق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا فتویٰ:

جواب:... واضح رہے کہ قرآن اور حدیث سے پانچ قسم کی بیعت ثابت ہے:

اوّل: بیعت علی الایمان، دوم: بیعت علی الہجرۃ، سوم: بیعت علی الجہاد، چہارم: بیعت علی الخلافۃ، پنجم: بیعت علی التزام الشرعیات۔

اور صالحین میں یہ قسمِ پنجم سلفاً خلفاً معروف اور متعامل ہے، اور اس کا ذکر قرآن مجید میں اور احادیث میں موجود ہے، قال اللہ تعالیٰ:

’’یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ

عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا." (الممتحنہ:۱۲)

"وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ: بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا."

(متفق علیہ)

اور شارع کے افعال میں اصل تشریع ہوتی ہے، نہ تخصیص، لہٰذا یہ تمام کے تمام (افعال) اُمت کے لئے بھی جائز ہوں گے، فقط!

محمد فرید

مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ:

الجواب:... مُبسملًا ومحمدلًا ومصلیًا ومسلمًا!

آپ کو اتنی دُور خط بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ خود آپ کے مدرسے میں حضرت مولانا محمد یوسف مجازِ صحبت حضرت تھانویؒ، مفتی ولی حسن صاحب اور قریب ہی حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مجاز بیعت تشریف فرما ہیں، ان بزرگوں کے ہوتے ہوئے مجھے کچھ عرض کرنے کی جرأت مشکل ہے، خیر آپ اتنا کیجئے جس سے آپ کا یہ عمل بے کار نہ جائے اور بات بھی صحیح معلوم ہوجائے کہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں، اس کو بزرگوں کی خدمت میں پیش کر لیجئے، اور جو اصلاح وہ فرماویں سر آنکھوں پر رکھیں، اور اس اصلاح سے مجھے بھی مطلع کر دیں تو بہت ممنون ہوں گا۔

بیعت ایک معاہدہ ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ قسم کی بیعتیں

یعنی معاہدے لئے ہیں:

۱:... بیعتِ اسلام۔

۲:... بیعتِ ہجرت۔

۳:... بیعتِ جہاد۔

۴:... بیعتِ اُمورِ خاصہ مثلاً ترکِ نوحہ وغیرہ۔

۵:... اور بیعتِ تقویٰ، تمام مأمورات کے اتباع اور ممنوعات سے بچنے کا عہد۔

احادیث میں یہ پانچوں قسم کی بیعتیں آتی ہیں، سورۂ ممتحنہ میں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے، فتحِ مکہ شریفہ کے روز نازل ہوئی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کے اُوپر مردوں سے، اور پہاڑ سے نیچے حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں سے بیعت لی، اور بھی مقامات پر عورتوں سے بیعت لی گئی ہے، حدیثوں میں مذکور ہے، اور مردوں سے تو بہت بار، سورۂ فتح میں ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللهَ یَدُ اللهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاهَدَ عَلَیْهُ اللهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا." (الفتح:۱۰)

اس کا معاہدہ ہونا بھی فرمایا ہے، اور چونکہ مقصد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہے، حضور سے اور متبعین سے معاہدہ کو اللہ تعالیٰ سے ہی معاہدہ قرار دیا ہے، اور اس کے توڑنے پر کہ جن جن چیزوں کا عہد کیا تھا، ان کے خلاف کرنے پر اسی کا نقصان فرمایا، اور ایفائے عہد پر اجرِ عظیم کا وعدہ چونکہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کی ہی فرماں برداری کا معاہدہ ہے اس لئے دُنیوی کاموں میں بیعت نہیں ہوگی، صرف دین کے کاموں کے لئے ہے، اور مقصد فرماں برداری ہے۔ اگر بیعت کے بعد فرماں برداری نہ کی، تو معاہدہ پورا نہ ہوا، گناہوں سے بچنے اور عبادات میں لگے رہنے کا معاملہ فوت ہوگیا، تو

اپنا ہی نقصان کیا، اور معلوم ہوگیا کہ خالی بیعت ہونا بے کار ہے، کہ وہ صرف ایک معاہدہ ہے، اس کا پورا نہ کرنا تو خود کو تباہ کرنا ہے، پورا کرنا نجاتِ کاملہ ہے، اگر یہ کام نہ کئے تو بیعت بے کار ہے، اگر بلا معاہدہ کے یہ کام ایسی پابندی سے کئے جیسے معاہدہ پر ہوتی ہے، تو وہ مفید ہی مفید ہے۔

معاہدہ میں برکت ہوگی، مگر کام تو اَحکام دریافت کرنے، اصلاحِ نفس کرانے سے بغیر بیعت کے بھی ہوجاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت نمبر:ا کا سلسلہ نہیں رہا کہ اب اسلام عام ہوگیا، حق و ناحق کھل گیا تھا، جو مسلمان ہوتا ہے پختہ ہی ہوتا تھا، حق سمجھ کر ہوتا تھا، وہ ابتداء کا تذبذب نہیں رہا، مگر بیعتِ خلافت جس میں باقی بھی مندرج تھیں، بیعتِ ہجرت، جہاد، اُمورِ خاصہ کی، تقویٰ کی، سب درج تھیں، اسی وجہ سے تو حضرت خالدؓ کو ان کے عہدہ سے الگ فرما دیا تھا، حضرت عمرؓ خلیفہ ہی تو تھے، مگر فرمایا کہ ان کے ہاتھ پر فتوحات بہت ہوگئیں ہیں، ان کو یہ خیال نہ ہوجائے کہ میری وجہ سے ہیں (حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا، اور اس خیال کے عجب تک پہنچنے کا اندیشہ تھا، تو یہ کام بیعتِ تقویٰ والے کا تھا، اور حضرت خالد کو قطعاً ناگوار نہیں ہوا کہ وہ اس کو اصلاحِ نفس سمجھ رہے تھے)۔

بعد میں جب خلفائے راشدینؓ کا زمانہ ختم ہوگیا، اور خلیفہ بیعتِ تقویٰ و توبہ کے اہل کم کم ملنے لگے، تو بزرگوں نے بیعتِ توبہ کے نام سے بیعتِ تقویٰ جاری کردی کہ وہ سب معاہدوں کے لئے جامع تھی، مگر ایک عرصہ کے بعد اس کو بند کرنا پڑا کہ بادشاہانِ وقت کو خدشہ ہونے لگا، وہ اس کو اپنی بیعت کے مقابل اور سببِ بغاوت سمجھنے لگے، تو یہ سلسلہ عام طور سے نہ رہا ملتوی کردیا گیا، جب اس سے اطمینان ہوگیا اور شاہی دار و گیر نہ رہی تو پھر اس کا زور و شور ہوگیا۔

ایک عقلی بات بھی سمجھ لیجئے کہ: ہر کام آدمی عقل پر زور ڈال کر خود بھی کرسکتا

ہے، مگر اُستاذ سے سیکھے بغیر جو کام ہوگا وہ نہ جلد ہو سکے گا، نہ عمدہ ہو سکے گا اور نہ پائیدار ہوگا، ہر شخص اینٹ پر اینٹ رکھ کر دیوار بنا سکتا ہے، مگر وہ اپنے نزدیک اس کو خواہ کیسی ہی پختہ و پائیدار سمجھ لے لیکن بے اُستادے کی دیوار ایک بارش یا آندھی میں زمین پر آرہے گی، ایسے ہی تمام کاموں کا حال ہے، یہ بڑی بڑی مضبوط بلڈنگیں اُستاذوں سے سیکھے ہوؤں کی بنائی ہوئی ہیں، ہم آپ جیسے کی نہیں ہیں۔

یہی حال اپنے کو سچا پکا فرماں بردار اور کامل مسلمان بنانے کا ہے، جو ہم سب کا فرض ہے، یہ بھی بدوں اُستاذ کے نہیں ہوسکتا، چونکہ عقلاً بڑی بڑی مصیبت اور محنت سے مشکل کو انجام دے لیا جاتا ہے اور یہ ممکن بھی ہے، اس لئے بیعت کو واجب نہیں کہا جاتا، ہاں! سنت ضرور ہے، اور بے انتہا مفید ہے، اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ جو اس معاہدہ کو توڑے گا خود کو نقصان پہنچائے گا، جو پورا کرے گا، ہم اس کو اجرِ عظیم اور نجاتِ عظیم دیں گے، اگر کسی نے اجرِ عظیم کا وہ درجہ حاصل کرنا ہو: ”ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشرٍ“ تو سہل طریقہ کروڑوں کے تجربہ کا یہ ہے۔

ویسے یہ بھی ممکن ہے، جیسے دیوار بنانا ہم سب سے ممکن ہے، مگر کیسی ہوگی؟ خود سوچ لیجئے!

جمیل احمد تھانوی

مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

۲۹/ جمادی الاُولیٰ ۱۳۹۱ھ

جامعہ سراج العلوم سرگودھا کا فتویٰ:

الجواب:... حامدًا و مصلیًا!

بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مرشد و مسترشد کے درمیان اصلاحِ نفس اور

ثبات علی الاسلام کا معاہدہ ہے، اور بلا ریب قرآن وحدیث سے یہ معاہدہ ثابت ہے۔ حضور علیہ السلام جیسے بیعت علی الاسلام قبول فرماتے تھے، ایسا ہی بیعت علی الجہاد و بیعت علیٰ امہات اُمور الدین بھی لیتے تھے، آیتِ کریمہ: ”یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآئَکَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا.“(الممتحنہ:۱۲) نصِ قطعی ہے اور حکمِ شرعی ہے کہ مؤمنین سے بیعت علیٰ احکام الاسلام لی جاتی ہے، اس ثبوتِ قطعی کے بعد بیعت کو بدعت کہنا قولِ مخترع ہے، واللہ اعلم!

احقر احمد سعید عفی عنہ
مفتی جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا

”جس طرح بغیر استاذ کے صرف کتب بینی سے علم حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح عملِ صحیح بھی بغیر کسی معلّم و مربی کے حاصل نہیں ہوتا، صحبت کا اثر بدیہی چیز ہے، شیخ کی صحبت سے یہ چیز آسان ہو جاتی ہے۔“

تربیت المرید بذکرِ الحمید

یعنی

ذکرِ الٰہی سے مُرید کی تربیّت

قطب الارشاد حضرت مولانا محمّد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ،

اَمَّا بَعْدُ!

عارض ہوں کہ مختصر سا مضمون فضیلتِ ذکر، مذکور اور ذاکر وغیرہ سے متعلق پیشِ خدمت کیا جاتا ہے: ”اگر قبول افتد زہے عزّ و شرف!“

واضح ہو کہ ذکر بمعنی یاد کردن ہے، (کذا فی الصراح) اور اس معنی کے لئے چند اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے، مثلاً:

ا:... جو یاد کرنے والا ہو، اس کو ذاکر کہتے ہیں۔

۲:... جس کو یاد کیا جائے، اس کو مذکور کہتے ہیں۔

۳:... جس سے یاد کیا جائے، اس کو آلہ ذکر کہتے ہیں، مثلاً: زبان، دِل اور اعضاء و جوارح، یا ان تینوں چیزوں سے، پھر اگر زبان سے یاد کیا جائے تو یہ مدح و ثنا ہے، یا پھر ذکرِ ذاتِ مذکور، یعنی ”اللہ، اللہ“ کرنا، اگر دِل ہی دِل سے ہو، تو تفکر و تدبر کہلائے گا، پھر تفکر و تدبر یا تو محض ذات میں ہوگا یا صفاتِ کمال اور انعاماتِ واردہ وغیر واردہ میں، پھر تفکر و تدبر محض ذات یا تو من حیث الاطلاق (مطلقاً) ہوگا یا من حیث طلب کنہ ذات (یعنی ذات کی تہہ تک پہنچنے کا)، اگر تدبر و تفکر محض ذات من

حیث الاطلاق کا ہو، تو محمود ہے، اور ثانی یعنی ذات کی تہہ تک پہنچنے کا ہو، تو حق تعالیٰ کے بارے میں ممنوع ہے۔ اور اعضاء و جوارح سے یاد کرنا، مثلاً: ذاتِ مذکور کی خدمت، یعنی اس کے فرمان کی تعمیل کرنا۔ یہ سب آلۂ ذکر ہیں۔

۴:... جس صورت پر یاد کیا، اگر تنہائی میں یاد کیا تو اس کو ذکرِ خلوَت کہتے ہیں، اگر جماعت یا مجلس میں یاد کیا تو اس کو ذکرِ جلوَت کہتے ہیں۔

۵:... جس کیفیت سے ذکر کیا، مثلاً: مذکور کی محبت وعظمت سے یا حقارت و نفرت سے، اوّل کو ذکرِ خیر کہتے ہیں اور دُوسرے کو ذکرِ شر۔

اس مختصر رسالے میں منعم، واحد، احد، صمد کے ذکرِ خیر کا بیان ہے جو کہ سب مقاصد سے اعلیٰ مقصد ہے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ مقصد ہی یہی ہے، باقی مقاصدِ خیر اس مقصد کی بدولت مقصد اور اس کی شاخ ہیں، اس مقصدِ اعلیٰ کا بیان بطور نمونہ پیشِ خدمت ہے، ذکر، ذاکر، مذکور، آلۂ ذکر، جس صورت پر یاد کیا اور جس کیفیت سے یاد کیا، ہر ایک کی مختصر سی فضیلت مذکور ہے۔

فصلِ اوّل:

فضیلتِ ذکر:

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ ایمان کے لئے ذکر ہی سفرِ آخرت کا زادِ راہ ہے۔

ذکر دِلوں کی زندگی ہے، دُشمنوں اور رہزنوں کے لئے ہتھیار ہے، اَمراضِ باطنی کے لئے دوا ہے، اور ترقیٔ درجات کی سند ہے، کسی شاعر نے کہا ہے:

اِذَا مَـرِضْـنَـا تَـدَاوَیْـنَـا بِـذِکْـرِکُـمْ
فَـنَـتْـرُکُ الـذِّکْـرَ اَحْـیَـانًـا فَـنَـنْـتَـکِـسُ

ترجمہ:... ’’جب ہم بیمار ہوجاتے ہیں تو تیرے ذکر کو دوا بناتے ہیں، سو کبھی کبھی ذکر چھوٹ جاتا ہے تو ہم منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔‘‘

کثرتِ ذکر کا حکم اور غفلت کی ممانعت:

خداوند تعالیٰ نے جیسے کثرتِ ذکر کا حکم فرمایا ہے، ویسے ہی غفلت سے بھی منع فرمایا ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا‘‘

(الاحزاب:۴۱)

ترجمہ:... ’’اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت کیا کرو۔‘‘

دُوسری جگہ ارشاد ہے:

’’وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ.‘‘ (الحشر:۱۹)

ترجمہ:... ’’اور مت بنو اُن جیسے جنھوں نے بھلایا اللہ کو، پھر اللہ نے بھی ان کو بھلادیا۔‘‘

یعنی عمل بالاحکام کو ترک کردیا، اس طرح کہ اَوامر کے خلاف کیا اور نواہی کا ارتکاب کیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اُن کی جان سے اُن کو بے پروا کیا، یعنی ان کی ایسی عقل ماری گئی کہ خود اپنے نفعِ حقیقی کو نہ سمجھا اور نہ حاصل کیا، اور دائمی خسارت اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔

ترکِ ذکر کے خسارے کا اعلان:

سورۂ منافقون پارہ ۲۸ میں ہے:

''یٰـٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ.'' (المنافقون:۹)

ترجمہ:...''اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعۂ دُنیا ہے) اللہ کی یاد (اور اطاعت، مراد اس سے مجموعۂ دِین ہے) سے غافل نہ کرنے پائیں (یعنی دُنیا میں ایسے منہمک مت ہوجانا کہ دِین میں خلل پڑنے لگے) اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ ہیں خسارے میں۔''

کیونکہ ان دھندوں میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوگیا، تو آخرت بھی کھوئی اور دُنیا میں قلبی سکون واطمینان بھی نصیب نہ ہوا۔

کثرتِ ذکر پر فلاح ونجات:

کثرتِ ذکر پر فلاح ونجات، یعنی ہر دو جہان کے مصائب سے نجات اور ہر قسم کی کامیابی کو معلق فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

''وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.''

(الانفال:۴۵)

ترجمہ:...''اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو (کہ ذکر سے قلب میں قوّت ہوتی ہے) تاکہ تم کامیاب ہو۔''

کامیابی وہ ہوتی ہے کہ دُنیا میں بہرہ مند وسرفراز اور آخرت میں شادکام اور فائز المرام ہو، اس میں نماز، دُعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے، ذکر اللہ کی تأثیر ہے کہ ذاکر کا دِل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے، جیسا کہ دُوسری آیت میں فرمایا ہے:

"اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ." (الرعد:۲۸)

ترجمہ:... "ذکر اللہ سے دِل کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے۔"

ذکرِ الٰہی جملہ اعمال سے افضل و اعلیٰ ہے:

قرآن مجید میں ہے:

"وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ." (العنکبوت:۴۵)

ترجمہ:... "اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے۔"

اس لئے ذکرِ الٰہی پابندی کے قابل ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہے، پس بندے کو چاہئے کہ کسی وقت خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو، خصوصاً جس وقت بُرائی کی طرف میلان ہو، فوراً خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کرکے اُس سے باز آجائے، قرآن مجید میں تدبر و تأمل اور غور وفکر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اعمالِ صالحہ کا اختتام ذکر پر فرمایا ہے۔

حکمِ نماز پر غور کرو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰـمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ." (النساء:۱۰۳)

ترجمہ:... "پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو (بدستور، اس سے دوام ماضی مستقبل کی طرف اشارہ کیا) اللہ تعالیٰ کی یاد میں

لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔‘‘

یعنی ہر حالت میں ذکر کرو حتیٰ کہ عین قتال میں بھی دِل سے اور اَحکام کے اتباع سے کہ وہ بھی ذکر ہے، خلافِ شرع کوئی کارروائی کرنا ناجائز ہے (کہ وہ اللہ کو بھلانا ہے)، غرض نماز تو ختم ہوئی، ذکر ختم نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جس کی عقل و حواس کسی وجہ سے مغلوب ہوجائیں، اس سے معذور ہے، ورنہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔ اسی طرح نمازِ جمعہ کے اختتام کو پڑھئے، ارشادِ الٰہی ہے:

’’فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.‘‘ (الجمعہ:۱۰)

ترجمہ:... ’’پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہوچکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کا فضل (روزی) تلاش کرو (یعنی اس وقت دُنیا کے کاموں کے لئے چلنے پھرنے کی اجازت ہے) اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ، (یعنی دُنیاوی اشغال میں ایسے منہمک مت ہوجاؤ کہ ضروری اَحکام و عبادت سے غافل ہوجاؤ، بہرحال روزی کی تلاش میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد کو نہ بھولو)۔‘‘

اسی طرح روزوں کے حکم پر تدبر فرماؤ، چنانچہ ارشادِ باری ہے:

’’وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا

هُدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ." (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ:... "تا کہ تم لوگ (ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کرو (تا کہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور تا کہ تم لوگ اللہ کی بزرگی (اور ثنا) بیان کیا کرو (جس سے تم رمضان کے روزوں کی برکات وثمرات سے محروم نہ رہو) اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تا کہ تم احسان مانو۔"

اسی طرح حج کے حکم کے اختتام پر نظر فرماؤ، جیسا کہ ارشاد ہے:

"فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنٰسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا." (البقرۃ:۲۰۰)

ترجمہ:... "پھر جب تم اپنے اعمالِ حج پورے کر چکا کرو تو (شکر وعظمت کے ساتھ) حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، جس طرح تم آباء واجداد کا ذکر کیا کرتے ہو، بلکہ یہ ذکر اُس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہونا چاہئے۔"

اسی طرح حیات کا اختتام بھی اگر ذکر پر ہو تو حدیثِ پاک میں اس پر جنت کے داخلے کا وعدہ ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ." (مشکوٰۃ ص:۱۴۱)

ترجمہ:... "جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا، وہ بہشت میں داخل ہوجائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ تمام عبادات کا مغز ذکر ہے۔

ذاکر کی فضیلت:

صحیح مسلم میں ہے کہ:

''آگے بڑھ گئے مفرّدون، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مفرّدون کون ہیں؟ فرمایا: وہ مرد اور عورتیں جو خدا تعالیٰ کو بہت یاد کریں۔'' (مسلم ج:۲ ص:۳۴۱)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مسندِ احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اس سے آگاہ نہ کردوں کہ تمہارے اعمال میں بہتر کیا ہے؟ اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ کیا ہے؟ اور تمہارے درجات میں سب سے بلندتر کیا ہے؟ اور جو سونے چاندی کے خرچ سے بھی بہتر ہے اور جو اس سے بھی بہتر ہے کہ دُشمنوں کو ملو (سامنا ہو) اور ان کی گردنیں کاٹو یا وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: اے رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمایئے! وہ کیا ہے؟ فرمایا: اللہ عزّ وجل کا ذکر!'' (مشکوٰۃ ص:۱۹۸ بحوالہ مسنداحمد، ترمذی وغیرہ)

صحیح مسلم (ج:۲ ص:۳۴۶) کی دُوسری حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ''اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰئِكَةَ'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ

الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔"

(مشکوٰۃ ص:۱۹۶ بحوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ:..."رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے (یعنی ہمیشہ یا کبھی کبھی) اور اس شخص کی جو اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی مانند ہے۔"

یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے، کیونکہ اس کو حیاتِ رُوحانی یعنی قربِ بارگاہِ خداوندی عزّ اسمہٗ حاصل ہے، جو اصل حیات ہے، اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے، اگر یاد سے بالکل خالی ہے تو مکمل طور پر دُور اَز درگاہ، محروم اور مطرود ہے، اور اگر کبھی کبھی یاد کرتا ہے تو بقدرِ غفلت حیات سے خالی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَإٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَإٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ۔" (مشکوٰۃ ص:۱۹۶)

ترجمہ:..."جو شخص اپنے جی میں میرا ذکر کرے تو میں اپنے جی میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ مجمع میں میرا ذکر کرے تو میں ایسے مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو اس مجمع سے بہتر ہوتا ہے (یعنی فرشتوں اور پیغمبروں کے مجمع میں)۔"

فائدہ:...اللہ تعالیٰ کے جی کا مطلب یہ نہیں کہ جیسا ہمارا جی ہے، ان کا بھی ویسا ہی جی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی یاد کی کسی کو خبر نہیں ہوتی، جیسے دُوسری حالت میں مجمع کو خبر ہوگئی۔ اور وہاں کے مجمع کا یہاں کے مجمع سے اچھا ہونے کا

مطلب یہ ہے کہ اُس مجمع کے زیادہ اشخاص، اِس مجمع کے زیادہ اشخاص سے اچھے ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ وہاں کا ہر شخص، یہاں کے ہر شخص سے اچھا ہو، سو اگر دُنیا میں ذکر کا کوئی مجمع ایسا ہو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہوں، جیسا کہ آپؐ کے زمانے میں تھا، تو کسی فرشتہ یا پیغمبر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہ آئے گا۔ (حیاۃ المسلمین)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

".... کَانَ یَقُوْلُ: لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللہِ....." (مشکوٰۃ ص:۱۹۹)

ترجمہ:... "آپؐ فرماتے تھے کہ: ہر شے کی ایک قلعی ہے، اور دِلوں کی قلعی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔"

یعنی ذاکر کا قلب ذکر سے قلعی شدہ ہوجاتا ہے، یعنی اس کی صفائی ہوجاتی ہے۔

ذاتِ مذکور کے کمالات کا بیان:

مذکور (حق تعالیٰ شانہ) کے کمالات کی تفصیلات بیان کرنے کی کس کو طاقت ہے؟ چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے برتر از گمان و خیال و وہم
و ز ہرچہ شنیدہ ایم و خواندہ ایم

ترجمہ:... "اے وہ ذات جو گمان، خیال اور وہم سے برتر ہے، اور ہر اس قول سے جو ہم نے سنا اور پڑھا ہے۔"

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہم چناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

ترجمہ:... ''دفتر تمام ہوا، اور عمر انتہا کو پہنچ گئی، ہم اسی طرح تیری اوّل صفت میں ہیں۔''

مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے بروں از وہم وقال وقیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من

ترجمہ:... ''اے وہ کہ میرے وہم اور قیل وقال سے باہر ہے، میرے فرق بیان کرنے اور میری تمثیل پر خاک پڑے۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''کیمیائے سعادت'' میں فرماتے ہیں:

''آوردن بتقصیر در حمد وثنائے نہایت ثنائے فرشتگان وپیغمبراں است، وغایت عقل عقلا در مبادیٔ اشراق جلال وے حیران است ...... نصیب ہمہ چشمہا از ملاحظہ جمال ذات وے خیرگی است ...... ہیچ کس مباد کہ در عظمت ذات وے اندیشہ کند تا چگونہ است وچیست و ہیچ دل مباد کہ یک لحظہ از عجائب صنع وے غافل ماند تا ہستی وے بہ چیست وبکیست تا بضرورت بشناسد کہ ہمہ آثار قدرت اوست و ہمہ انوار عظمت اوست و ہمہ بدائع وغرائب حکمت اوست۔'' (ص:۲ طبع مجتبائی)

اللہ تعالیٰ غنی عن العالمین ہے، کسی کی عبادت سے اس کی شان میں اضافہ اور ناشکری سے کمی نہیں ہوتی، اس کی عطا و انعام محض فضل ہے، اور منع وعقاب محض عدل ہے، صفاتِ مخلوق سے وہ برتر ہے، باوجود جلال وغنا کے رحمٰن، رحیم اور شاکر

(قدردان) ہے۔

جس سے ذاتِ مذکور کو یاد کیا جاتا ہے، اس کو آلۂ ذکر کہتے ہیں، وہ چند طور ہوگا:

اوّل:... یہ کہ صرف زبان ذکر کررہی ہو، یہ ادنیٰ درجہ ہے، مگر اثر سے خالی نہیں، مثلاً کلمہ توحید یعنی: ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' یا مع ''محمد رسول اللہ'' یا کلمہ تمجید: ''سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر'' ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت، سو، سو بار، یا سبحان اللہ اور الحمدللہ ۳۳ بار، اور الحمد للہ ۳۴ بار، اور ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' ۱۰۰ بار، یا دُرود شریف جو کئی طرح کا ہے، ان میں سے ایک تھوڑے الفاظ کا بھی ہے، مثلاً: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ'' اس قدر ہو یا جس قدر زائد یا کم کرسکے۔

دوم:... یہ کہ صرف دِل ذکر کررہا ہو، مثلاً: اسم ذات یعنی ''اللہ، اللہ'' یا تصور نفی و اثبات یعنی ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' اس کو شغل کہتے ہیں، یا انتظارِ مطلوب، اس کو مراقبہ کہتے ہیں، وہ اس طور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا ہے یا میں اس کو دیکھ رہا ہوں، یا اس سے فیض و رحمت میرے قلب پر بالواسطہ یا بلاواسطہ آرہا ہے، مراقبہ ترقب سے مشتق ہے، ترقب انتظار کو کہتے ہیں، سو انتظارِ مطلوب میں حواسِ ظاہرہ و باطنہ کے جمع کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں:

ہمہ چشمیم تا بروں آئی
ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

اس کو حضراتِ نقشبندیہ رحمہم اللہ خلوت در انجمن کہتے ہیں، یعنی انجمن میں بھی جو کہ محل تفرقہ ہے، محبوب سے مشغول رہے:

از برون درمیان بازارم
وز دروں خلوتیست با یارم

ابتدا میں تکلف سے اور انتہا میں بے تکلف یہ مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے:

از دروں شو آشنا و زبیروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

یا تدبر معانی وفہم مرادِ ربانی، قرآن مجید سے یا اسماء وصفاتِ الٰہی کے مطالعہ و مشاہدہ اور ان کے معانی کے غور وفکر، یا مصنوعات سے صانع اور توحید و قدرت پر استدلال، یا حشر نشر پر دلالت، یا سابقین کی نعم ونقم (نعمتوں اور عذابوں) سے عبرت، یا اللہ تعالیٰ عزّ وجل کی نعمت ہائے ظاہری و باطنی اور احسانات مادّی و رُوحانی کا تذکار، یا ذوق حضور میں قلب کا انکسار کلی، یا اپنی خواہشات پر اَحکامِ ربانی کا ایثار، یا اَمر و نہی، حلال وحرام کی سوچ وغیر ذالک۔

پھر یہ ذکر قلبی یا تو قلب پر غالب نہ ہوگا، بلکہ تکلف سے دِل کو راغب کرنا (متوجہ کرنا) پڑے گا، اور تکلف نہ کرنے پر دِل پھر اپنی غفلت کی سابقہ حالت کی طرف عود کر جائے گا اور حدیثِ نفس میں مشغول ہوجائے گا، یہ ذکر کا ادنیٰ درجہ ہے، یا دِل پر وہ ذکر اس قدر غالب ہوگا کہ تکلف سے اس کو دُوسرے کاموں کی طرف لے جانا ہوگا، یہ ذکر کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ (کیمیائے سعادت)

یا دل و زبان دونوں ذاکر ہوں، مثلاً: قرآن مجید کو زبان سے پڑھنا اور قراءۃ کے ساتھ ساتھ تدبرِ معانی وفہم مرادِ ربانی بھی ہو، یا کلمہ تہلیل کو، مثلاً: زبان سے پڑھے اور دِل میں بھی نفی ماسوا اور اثبات حق سبحانہ و تعالیٰ کا کرے، اس کے چند مراتب ہیں، جو اپنی جگہ مذکور ہیں۔

یا دِل، زبان اور تمام بدن خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو، جیسے نماز اور حج

میں (دِل، زبان اور جسم) ہر تین شاغل ہوتے ہیں۔

کیمیائے سعادت میں ہے کہ ذکرِ حقیقی وہ ہے کہ اَمر و نہی شرعی کے وقت خدا تعالیٰ کو یاد کرے، فرمان بجا لائے اور نافرمانی سے رُک جائے، اگر اس حال پر ذکر کو نہیں لایا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا ذکر حقیقی نہ تھا، بلکہ وسوسہ اور خیال تھا۔

حضرت مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جلد دوم نمبر:۴۱ کے مکتوب:۲۵ میں ہے:

''ہموارہ اوقات را بذکر الٰہی جل شانہ مصروف باید ساخت ہر عملے کہ بر وفقِ شریعت غرّا کردہ آید داخل ذکر است اگرچہ بیع وشرا بود، پس در جمیع حرکات وسکنات ومراعات اَحکامِ شرعیہ باید نمود، تا آنہا ہمہ ذکر گردد چہ ذکر عبارت از طرد غفلت است، وچوں مراعات اوامر و نواہی در جمیع افعال نمودہ آید از غفلت آمر وناہی آنہا نجاتے میسر شد، و دوام ذکر او تعالیٰ حاصل گشت، ایں دوام ذکر ورائے یادداشت حضرات خواجہا است قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ آں متصور بر باطن است وایں در ظاہر نیز متمشی است۔''

ترجمہ:...''اپنے اوقات کو ہمیشہ ذکرِ الٰہی جل شانہ میں مصروف رکھنا چاہئے، ہر وہ عمل جو روشن شریعت کے مطابق کیا جائے ذکر میں داخل ہے، اگرچہ وہ خرید و فروخت ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا تمام حرکات و سکنات میں اَحکامِ شرعیہ کی رعایت کرنی چاہئے تاکہ سب کام ذکر (کے حکم میں) ہوجائیں۔ کیونکہ ذکر

سے مراد غفلت کا دُور ہونا ہے، اور جب تمام افعال میں اَوامر و نواہی کو مدِ نظر رکھا جائے تو ان اَوامر و نواہی کا حکم دینے والے (حق تعالیٰ) کی (یاد کی) غفلت سے نجات حاصل ہوجاتی ہے اور اس تعالیٰ کے ذکر پر دوام حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ دوام ذکر حضرات خواجگان (نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم) کی یادداشت سے ایک الگ چیز ہے، کیونکہ وہ یادداشت صرف باطن تک متصور ہے، اور اس دوامِ ذکر کا اثر ظاہر میں بھی جاری ہے۔''

وفقنا اللہ تعالیٰ سبحانہ وایاکم بمتابعۃ صاحب الشریعۃ علیہ وعلی اٰلہ وعلی اتباعہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ أفضلھا وأکملھا وأدومھا

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد
وآلہ وازواجہ واصحابہ واتباعہ اجمعین
اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

"ذکر دلوں کی زندگی ہے، دشمنوں اور رہزنوں کے لئے ہتھیار ہے، امراضِ باطنی کے لئے دوا ہے، اور ترقی درجات کی سند ہے۔"

ترک المنکرات
یعنی
منکرات ترک کیجیے
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ رَغَّبَ وَرَھَّبَ وَخَوَّفَ وَحَذَّرَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الَّذِیۡ بَشَّرَ وَاَنۡذَرَ الۡفَاضِلِ من مضی وغبر وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الۡجَامِعِیۡنَ لِمَحَاسِنِ الۡاَخۡلَاقِ وَمَکَارِمِ السِّیَرِ مَا صَلَّی الۡمُسۡلِمُوۡنَ وَکَبَّرَ، اَمَّا بَعۡدُ!

بندہ عبداللہ عفی عنہ عرض پرداز ہے کہ اپنے قلیل علم سے جو کچھ اپنے وجود میں اور اپنے رفقاء وغیرہ میں اغلاط صغیرہ و کبیرہ دیکھی اور سنی گئی ہیں، ہدیہ قلم کر کے دیکھنے اور پڑھنے والوں کے پیشِ نظر ہیں، شاید ان اغلاط سے بندہ کو اور کسی رفیق کو یا تمام اہلِ اسلام میں سے غلط کاروں کو اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا آ جائے اور اغلاط سے رُک جائیں اور توبہ خالص بفضلہٖ تعالیٰ نصیب ہو جائے، وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ!

ان کو چند ابواب میں ذکر کیا جائے گا۔

بابِ اوّل:

بیان صغائر:

جیسا کہ کبائر سے اجتناب ضروری ہے، اسی طرح صغائر سے بچنا بھی

ضروری ہے، اس لئے کہ کتبِ اُصول میں مذکور ہے کہ صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے، پس اس فصل میں صغائر کا بیان کیا جاتا ہے۔

اجنبی عورت کے منہ یا ہاتھ کو یا کسی جزو بدن کو دیکھنا، بغیر ضرورتِ شرعی کے مکروہ ہے، خواہ شہوت سے دیکھے یا بغیر شہوت کے، اگرچہ فتنہ سے بے خوف ہو، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

''قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ.'' (النور:۳۰)

ترجمہ:... ''مؤمنین کو فرمادیں کہ اپنی آنکھوں کو (پرائی عورت سے) بند کریں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔''

اور ضرورتِ شرعی یہ ہے کہ طبیب کا مرض کی جگہ کو دیکھنا یا گواہ اور حاکم کا اس کو دیکھنا۔

اسی طرح مرد و عورت کا اپنی شرمگاہ کو بلاضرورت دیکھنا، مکان کی چھت پر چڑھ کر کسی کے گھر جھانکنا، کسی کی شکایت سن کر باوجود روک سکنے کے نہ روکنا، سُننِ مؤکدہ، دُعائے استفتاح یا تسبیحاتِ رُکوع و سجود کو چھوڑنا، کیونکہ بعض کے نزدیک تسبیحات کا پڑھنا ضروری ہے، اس لئے وہ تسبیحات کا چھوڑنا گناہ سمجھتے ہیں، اور جو سنت کہتے ہیں، ان کے نزدیک تسبیحات کا چھوڑنا مکروہ ہے، جمعہ کی اذان کے بعد بیع کرتے رہنا، قبلہ رُو ہوکر پیشاب پاخانہ کرنا، سایہ دار درخت یا لوگوں کی آمد و رفت کی جگہ پر پاخانہ کرنا، عورت کا بغیر محرم یا شوہر کے سفر کرنا، اسی طرح معتمد عورتوں کے ساتھ سفر کرنا بھی ممنوع ہے، عیب دار چیز کو بلاعیب بیان کئے بیچنا اور بیع کرنا، اسی طرح دُوسرے کی بیع پختہ ہونے کے بعد بیع کرنا، مسلمان غلام، مصحف یا کتبِ شرعی کو کافر کے ہاتھ بیچنا، بغیر ضرورت سوال کرنا، کسی کی چیز کو اس کی خوشی کے بغیر لینا، جیسے

چندہ وغیرہ جبراً یا شرما کر لیا جاتا ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سن کر دُرود نہ پڑھنا، حیض کے وقت طلاق دینا، اور تین میں سے دو شخصوں کا تیسرے کے سامنے سرگوشی کرنا اور تیسرے کو نہ ملانا، جانوروں پر لعنت کرنا، سبِّ اموات، قبروں کو روندنا اور ان پر بیٹھنا، کسی کی ہوا خارج ہونے پر ہنسنا، اولاد میں سے ایک کو عطیہ سے خاص کرنا، گناہِ صغیرہ کو بار بار کرنا اور اس پر فخر کرنا، اکثر علماء صغیرہ گناہ کے بار بار کرنے کو کبیرہ فرماتے ہیں، بخار، تپ وغیرہ کو لعنت کرنا، رُو بہ قبلہ ہوکر بیوی سے جماع کرنا، بچوں کو گانا بجانا سکھانا، کسی کو منہ پر مارنا، اپنے آپ کو یا اولاد کو یا مال کو بددُعا دینا، جانوروں کو آپس میں لڑانا، حرام چیز سے دوا کرنا، یہ بھی اکثر کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے، اور مشرکین کی آگ سے روشنی لینا، یہ سب چیزیں ناجائز وممنوع ہیں۔

بابِ دوم:

منکراتِ مساجد:

جاننا چاہئے کہ تمام بدعات کا بیان اس مختصر رسالہ میں نہیں ہوسکتا، اکثر الوقوع بدعات ومنکرات میں سے بطور نمونہ کچھ پیشِ خدمت ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جو چیز مکروہ ہو، اس پر انکار مستحب ہے، واجب نہیں، اور اس پر سکوت کرنا مکروہ ہے، اور جو چیز حرام ہو، اس پر نکیر وانکار واجب ہے، اور سکوت کرنا حرام ہے، کذا فی تنبیہ الغافلین، شیخ محی الدین بن ابراہیم نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ، اور وہ یہ ہیں:

ا:... مسجد کے ہمسایہ اکثر مسجد کے ساتھ مسجد کا سا معاملہ نہیں کرتے، اس مسجد میں پیاز، لہسن کھاتے ہیں، مہمانوں کو اس میں بٹھاتے ہیں، بحالتِ جنابت اس میں سے گزرتے ہیں، حائضہ عورتیں اس میں آجاتی ہیں، اپنے گھر کی چیزیں اس میں

رکھتے ہیں، بدبودار تیل اس میں جلاتے ہیں۔ اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بغیر ضرورت مسجد میں بستر لاکر بیٹھنا یا تکیہ لگانا ممنوع ہے، اس لئے کہ یہ مسجد کو گھر بنانے کے مشابہ ہے۔

۲:... مسجد میں کسی چیز کا بیچنا، خرید کرنا، کسی جگہ کا اپنے لئے مخصوص کرنا، مسجد میں جھوٹے قصے اور موضوع حدیث کا بیان کرنا، اُجرت پر تعویذ لکھنا اور خطبہ کے وقت لکھتے رہنا یا بات کرنا یا دُوسرے کو خطبہ کے وقت زبان سے روکنا۔

۳:... (بعض حضرات جو دیر سے جماعت میں شامل ہوتے ہیں، وہ) اِمام کو رُکوع میں پاتے ہیں، پھر جلدی تکبیر کہتے کہتے رُکوع کرلیتے ہیں، اگر یہ تکبیر، تکبیرِ تحریمہ ہے، تو نماز دُرست نہیں ہے، اوّل تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہوکر کہہ لے، پھر رُکوع کی تکبیر کہتے ہوئے رُکوع میں جائے۔

۴:... مسجد کی چیز کو عاریتاً دینا، گو کسی دُوسری مسجد کے لئے ہو، ناجائز ہے، چہ جائیکہ عیدوں اور ولیمہ کے لئے ہوں۔

۵:... قرآن مجید کو مسجد کی دیوار پر لکھنا مکروہ ہے، اور اس پر غبار پڑنا بھی مکروہ ہے، کتاب منہاج میں تصریح فرمائی گئی ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے کہ قرآنِ مجید اور کتبِ احادیث سے گرد و غبار کو دُور کرے اور اُن پر کوئی چیز نہ رکھے۔

۶:... مولود خوانی راگ میں کرنا اور مسجد میں آواز بلند کرنا، قیامت کی علامات میں سے ہے۔

۷:... دُنیاوی باتیں کرنے کے لئے مسجد میں بیٹھنا نیکیوں کو اس طرح جلاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو جلاتی ہے۔

بابِ سوم:

منکراتِ نماز:

منکراتِ صلوٰۃ بے حد ہوچکی ہیں، من جملہ ان کے نماز بے وقت پڑھنا، یا ترک کرنا یا کبھی کبھی پڑھنا اور نیت زبان سے کرنے کو ضروری سمجھنا کیونکہ نیت پڑھتے پڑھتے رُکوع میں لاحق نہیں ہوسکتے، اور رُکوع وسجود کو پورے طور پر نہ کرنا، قومہ، جلسہ کو ترک کرنا، قراءتِ قرآن کو راگ میں پڑھنا، یا مد پڑھنے میں افراط وتفریط کرنا، یعنی مد کو پڑھنا، ترک کردینا یا حد سے بڑھانا، ممنوع اوقات میں نماز پڑھنا، نوافل کے پڑھنے کا اہتمام کرنا اور فرائض کی پوری ادائیگی نہ کرنا، سنن مؤکدہ کو چھوڑنا اور دُعا استفتاح وتسبیحات رُکوع وسجود کو ترک کرنا، دُعائے قنوت اور جنازہ کی دُعاؤں کو یاد نہ کرنا، نہ پڑھنا، نماز میں کپڑوں یا بدن سے کھیلتے رہنا، قراءت اور ادعیہ نماز کی صحت کا خیال نہ کرنا، وغیر ذالک۔

بابِ چہارم:

منکراتِ زکوٰۃ وعشر:

منکراتِ عظیمہ میں سے ہے اہلِ اسلام کا ادائے زکوٰۃ میں سستی کرنا، باوجود نصابِ زکوٰۃ کے زکوٰۃ نہ دینا، علماء، جہلاء اور اُمراء اس میں برابر ہیں، حیلہ سے زکوٰۃ کا ساقط کرنا، برس گزرنے سے پہلے مال کو بیوی کی مِلک کردینا، پھر بیوی کا برس گزرنے سے پہلے شوہر کی مِلک کردینا کہ نہ برس پورا ہوگا نہ زکوٰۃ واجب ہوگی، اللہ

تعالیٰ اس جیسے حیلہ سے پورے واقف ہیں، اسی طور حکام، رئیس، دولت مند، مولویان، چندہ لینے والے بعض مدارس کے مہتمم زکوٰۃ لینے میں تعدی کرتے ہیں، مصرف پر خرچ نہیں کرتے، یا جو طریق جواز کا صحیح ہو، وہ نہیں کرتے، زکوٰۃ لینے والے ہر دروازے پر جاکر زکوٰۃ لیتے ہیں حالانکہ حقیقتاً صاحبِ نصاب ہوتے ہیں، اور دینے والے بھی تجربۃً جانتے ہیں کہ یہ دولت مند ہوتے ہیں، پھر بھی لینے دینے والے دونوں پروانہیں کرتے، زمین کی زکوٰۃ (عشر) دسواں، بیسواں نہ مزارع اپنے حصہ سے ادا کرتا ہے، نہ زمیندار، حالانکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر قلیل کثیر میں واجب ہے، مقلد ہوکر بھی عشر ادا نہیں کرتے۔

بابِ پنجم:

منکراتِ صوم:

دیہات کے اکثر یا بعض باشندے روزہ کو فرض نہیں سمجھتے، محض ثواب کی چیز سمجھتے ہیں، ضروری نہیں جانتے، حالانکہ ارکانِ خمسہ کی فرضیت کا منکر یا کسی رُکن کا منکر، مسلمان نہیں رہتا۔

بعض جگہ سحری بالکل سویرے کرکے پھر کھانا ناجائز جانتے ہیں، گو صبح نہ پھوٹی ہو، اور بعض اِفطار میں جلدی کرتے ہیں اور بعض اِفطار میں اتنی دیر کرتے ہیں کہ جب تک ستارے نہ دیکھیں اِفطار نہیں کرتے، غروب یقینی ہونے کے بعد اِفطار میں دیر کرنا مکروہ ہے، اور بعض بھولے سے کھاپی لینے کے بعد روزہ کو قصداً توڑ دیتے ہیں، یہ بھی صحیح نہیں، روزہ نہیں توڑنا چاہیئے، حائضہ عورت اور مریض جو روزہ نہ رکھ سکے، دن کو کھاپی سکتے ہیں، پھر کھانے پینے کو گناہ سمجھنا غلط بات ہے۔

بابِ ششم:

منکراتِ حج:

یہ بڑا فتنہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے، کہ حجاج کی نمازیں آمد و رفت میں ترک ہوتی ہیں یا مکروہ وقت میں یا جماعت کے بغیر پڑھتے ہیں، اور یہ بالاجماع حرام ہے، اور جس کو یقین ہو کہ حج میں میری نمازیں فوت ہوں گی یا جماعت کے بغیر ہوں گی یا بے وقت ہوں گی، اس کا حج کرنا حرام ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، ابن الحاج فرماتے ہیں کہ عاقل، بالغ کہ جس کو معلوم ہو کہ ایک نماز میری فوت ہوگی، حج اس سے ساقط ہے، کذا فی آثار القیامۃ، (ہوائی جہاز میں نماز کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، وہ اس سے خارج ہے)۔

بعض گداگری کرنے کے لئے یا گھر سے تنگ ہونے کے سبب یا سیر و سیاحت کے لئے یا کسی اور قصد و ارادہ سے حج کو جاتے ہیں، اُن کو وہی نصیب ہے، حج کا ثواب ان کو نصیب نہیں ہے، یا آمد و رفت کا ثواب نہیں ہے بلکہ منکرات سے ہے، وداع حجاج کے وقت عورتوں کا آواز سے رونا اور دُور تک ساتھ جانا، اور حجاج کے لئے اُونٹوں کا سیم و زر کے زیوروں سے آراستہ کرنا، اپنے شہر سے نکلتے وقت یا واپس آنے کے وقت ایسا کرنا، مکروہ اور خلافِ سنت ہے، اور اگر فخر یہ طور پر ہے تو حرام ہے، مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت، اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے میں اگر خوشبو ہاتھ یا منہ پر لگ جائے تو یہ محرِم کے لئے ناجائز ہے۔ بعض حطیم کے اندر سے طواف کرتے ہیں، یہ بھی صحیح نہیں، طواف نہ ہوگا۔ بعض مکہ مکرمہ سے سیدھا عرفات کو جاتے ہیں اور رات کو لالٹین وغیرہ کی روشنی میں جا پہنچتے ہیں، اور اس پر فخر

کرتے ہیں، حالانکہ منیٰ میں رات گزارنا سنت تھا ایسے لوگ اس سنت کو ترک کرتے ہیں، عرفات سے واپس ہونا سورج غروب ہونے کے بعد ہے، بعض زوال کے بعد واپس ہوجاتے ہیں، اور بعض عصر کے بعد اور بعض مغرب ہونے سے پہلے، یہ بھی دُرست نہیں، اس صورت میں دَم دینا واجب ہے، مزدلفہ میں دسویں کی رات رہنا واجب ہے، بعض لوگ عرفات سے سیدھے منیٰ چلے جاتے ہیں اور بعض اگر مزدلفہ میں رات کو رہتے ہیں تو صبح ہونے کے بعد جو وقوفِ مزدلفہ تھا، نہیں کرتے، صبح سے پہلے چلے جاتے ہیں، پس بعض علماء کے نزدیک مزدلفہ میں رات گزارنا رُکن ہے، ان کے نزدیک حج فاسد ہوا، اور جو رُکن نہیں کہتے بلکہ واجب کہتے ہیں، ان کے نزدیک بکرا ذبح کرنا ضروری ہے، اور جو علماء صبح ہونے کے بعد وقوف کو واجب فرماتے ہیں، ان کے نزدیک صبح سے پہلے چلے جانے والے پر دَم دینا واجب ہے، نیز منیٰ کی راتوں میں منیٰ میں نہ رہنا خلافِ سنت ہے، مگر چرواہے کے لئے۔ مردوں اور عورتوں کا ایک دُوسرے کے ساتھ مل کر طواف کرنا ممنوعات میں سے ہے، بلکہ واجب ہے کہ عورتیں علیحدہ کنارہ پر ہوکر طواف کریں۔ اسی طرح حجرِ اسود کے بوسہ یا ہاتھ لگانے میں مردوں اور عورتوں کا انبوہ (ہجوم) کرنا، ایک دُوسرے کو دھکیلنا ممنوعات میں سے ہے، بلکہ واجب ہے کہ عورتیں مردوں میں نہ گھسیں، صفا و مروہ کی سعی کا بھی یہی حکم ہے۔ مسجد مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ بلکہ تمام مساجد کا یہی حکم ہے کہ ان میں آواز بلند کرنا، چیخنا ممنوع ہے، مدینہ منوّرہ میں صلوٰۃ و سلام اتنا زور سے پڑھتے ہیں کہ میل تک آواز جاتی ہے، یہ ممنوع ہے، حرام ہے، بلکہ آہستہ آہستہ کہیں، اسی طرح مکہ مکرمہ میں معلّم زور سے دُعائیں کہلواتے ہیں، یہ بھی ممنوع ہے، وغیر ذالک من المنکرات التی لا تعد ولا تحصٰی!

بابِ ہفتم:

منکراتِ نکاح:

منکراتِ نکاح، منگنی، شادی اور ولیمہ کسی پر مخفی نہیں ہیں، عورتوں کا مجتمع ہونا، آراستگی پیراستگی سے ایک دُوسرے پر فخر کرنا اور طعنہ دینا اور حسرت کرنا، اس آرائش و زیبائش کے لئے اپنے شوہر کو ناحق ستانا، فرمائش رکھنا، نہ ملنے پر گالم گلوچ کرنا، ہر شادی پر نت نئے لباس اور زیور کا تقاضا کرنا، بے پردہ ہونا، مردوں کو جھانکنا، دُولہا کو گھر میں بلانا، بے پردہ ہوکر اس کے سامنے آنا، اس سے ہنسی کی باتیں کرنا، گھر میں گانا بجانا سننا، عشقیہ غزلیں کہنا، سننا، ناچ دیکھنا اور کرنا، ڈومنی کو نچانا، اس پر ہدیہ دینا، ریا، سمعہ (شہرت) اور مفاخرت پر خرچ کرنا، جوانوں کو ریشمی کپڑے استعمال کرنا، چاندی سونے کے برتنوں کو استعمال کرنا، برادری کو بلاکر نیوتہ وصول کرنا، اور برادری کا معین شدہ طعام ضرور دینا، کہ کہیں مطعون نہ ہوں، مایوں بٹھانا، مخصوص برادری کی چیز دُلہن کے لئے دینا، ساتویں روز دُلہن کو میکے ضرور لانا، وگرنہ عیب دار ہونا، دُولہا کے ہاتھ میں لوہے کی چیز دینا، ولیمہ فخریہ کرنا، اور نکاح کے عوض سسر کو کچھ دینا، وغیر ذالک من المنکرات لا یمکن ان تعدّوہ!

بابِ ہشتم:

منکراتِ ولادت وغیرہ:

بچہ پیدا ہونے کے بعد بچے کو زندہ رہنے کے لئے گدھے کی لید پلانا، بوقتِ ولادت زچہ (بچہ جننے والی) کو آسانئ ولادت کے لئے چوہے کی بیٹ کھلانا، حالانکہ نجاست کھانا اور کھلانا حرام ہے، ساتویں روز قلم دوات نومولود کے پاس رکھنا، اندر خانہ

کا خس و خاشاک (کوڑا کرکٹ) گیارہ دن تک باہر نہ نکالنا اور نکالنے کو نحوست سمجھنا، نفاس کے دنوں تک مخصوص عورتوں کا اندر نہ آنا، عقیقہ نہ کرنا، اگر کرنا تو فخریہ کرنا، برادری سے کچھ مبارک بادی (کی رقم) لینا، وغیر ذالک من الخرافات۔ ایسی چیزوں پر اَمرِ معروف و نہی عن المنکر لازم ہے، ختنہ کو بڑے دُھوم دَھام سے کرنا اور برادری سے کچھ لینا اور اتنا اہتمام کرنا کہ فرض کے کرنے پڑھنے سے ہزاروں حصہ بڑھ جانا، ختنہ سنت ہے، جیسے اور سنتیں، مثلاً: ناخن تراشنا وغیرہ بلا اہتمام کی جاتی ہیں، یہ بھی دُوسری سنتوں کی طرح ادا کرے، بس۔

بابِ نہم:

عیادت و جنازہ کی منکرات:

بیمار پُرسی کا بڑا ثواب ہے، مگر برادری کی رسم ادا کرنے، عار رفع کرنے یا بطور احسان دھرنے کے جانا موجبِ ثواب نہیں، بیمار کی خدمت کرنے والے کے سوا دُوسرا، بیمار کے پاس اِس قدر نہ بیٹھے کہ بیمار یا خدمت کرنے والے تنگ ہوجائیں، بیمار کو تسلی دے، شفا کا کہے، دُعا کے لئے عرض کرے اور بیمار کو مایوس نہ کرے اور موت سے نہ ڈرائے، مثلاً: یوں نہ کہے کہ شفا کی اُمید نہیں، اگر کہیں میّت ہوجائے تو پسماندگان کو صبر کی تلقین کرے، اور یوں نہ کہے کہ خدا تعالیٰ بے پروا ہے، جس سے یہ معلوم ہو کہ تم پر رحمت نہیں کی، یا خدا تعالیٰ کو ایسا کرنا زیبا نہ تھا، مگر بے پروا ہے، اس لئے ایسا کردیا، جنازہ کے ساتھ مولود خوانی یا دردانگیز اشعار پڑھنا، کیونکہ یہ صبر دینا نہیں، درد دینا ہے، اور ایسا کرنا شرع سے بھی منقول نہیں، لہٰذا بدعتِ محرمہ ہے، اور ریشم کا کفن نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ نیاز سے دربارِ شاہی کی حاضری ہو، نہ کہ ناز

سے، قبر پر قبہ نہ بنائے۔ بشیر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: قبور زینت اور فخر کی جگہ نہیں ہیں، نیز از شرع منقول نہ شدہ (ایسا کرنا شرع سے منقول نہیں)، قبر پر نہ لکھے، ایسی قبر میں دفن نہ کرے جو اب تک پورے طور پر بوسیدہ نہیں ہوئی، جنازہ والے نہ دُنیاوی باتیں کریں اور نہ ہنسیں، میّت کے کپڑے غاسل (غسل دینے والے) کا حق نہیں، ورثاء میں تقسیم ہونے چاہئیں، پھر اگر وارث بالغ، غاسل کو دے دیں تو اور بات ہے، صندوق میں بغیر ضرورت کے دفن کرنا مکروہ ہے، یہ صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں، میّت کے ساتھ گندم وغیرہ لے جانا اگر ترکہ میّت میں سے ہے، تو حرام ہے، کیونکہ قبل تقسیمِ وراثت بغیر کفن دفن کے کچھ نہیں کرسکتا، اور یہ کام ایصالِ ثواب بھی نہیں ہوسکتا، وگرنہ مستحقین کو دیتے اور اگر سمعہ وریا ہے یا رواج ہے تو ممنوع ہے، اس پر نکیر وانکار کرنا واجب ہے، قبر پر ذبح کرنا اگرچہ مقاصد فاسدہ سے سالم ہو، بدعت اور اعمالِ جاہلیت میں سے ہے۔ ابوداوٗد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''عقر اسلام میں نہیں ہے۔'' اس سے وہی ذبح مراد ہے جو قبر پر اہلِ جاہلیت کرتے تھے۔ اسی طرح قبر پر غلاف چڑھانا، قبر کا طواف کرنا، چراغ جلانا، قبروں سے مرادیں مانگنا، یا دُور سے انہیں پکارنا ممنوع وحرام ہے۔ اسی طرح جمعرات وقل خوانی وچہلم کرنا، یہ اگر ترکہ میّت سے ہے اور قبل تقسیم ہے اور ورثاء نابالغ یا یتیم بھی ہیں یا بطور رواج کے کھانا پکایا جارہا ہے، یا بطور ریا ودفع ملامت یا بطور فخر ومباہات وشہرت کے ہے تو اس کا دینا، کھانا، لینا ممنوع وناجائز ہے، اور بعد تقسیمِ ورثہ کے اگر بالغ اپنے مال وحصہ سے کریں اور فی سبیل اللہ تعالیٰ ہو اور مستحق کو دے دیں اور بطور ریا ورواج کے نہ ہو (نہ مذکورہ بالا رسمیں ہوں) تو جائز ہے، اللہ تعالیٰ میّت کو اس کا ثواب اپنے فضل وکرم سے پہنچادیں گے، اس کے علاوہ اور بدعاتِ کثیر ہیں، ترک اُن کا واجب ہے، قدرت والے کو ان کا روکنا ضروری ہے۔

بابِ دہم:

عاشورہ، میلاد، رجب اور پندرہ شعبان کے منکرات

عاشورہ کی رات یا دن کو حنا (مہندی) لگانے، سرمہ لگانے یا خیرات کو ضروری جاننا اور آتش بازی یا اقارب وغیرہ کے راضی کرنے کو مستحسن جاننا غلط بات ہے۔ ہاں! عاشورہ کے روز روزہ رکھنا ایک برس کے روزہ کے ثواب کا موجب ہے، اسی طرح اس دن اس اعتقاد سے کفن سینا کہ منکر نکیر کے سوال سے بچ جائیں گے، افتراء علی اللہ تعالیٰ ہے۔

رجب کی خیرات کو واجب جاننا شرع سے منقول نہیں ہے، ستائیس رجب، پندرہ شعبان اور مولد شریف ربیع الاوّل کی خیرات کو ضروری سمجھنا اسلاف سے منقول نہیں، خصوصاً مولد شریف کی خیرات میں غناء، مزامیر، چراغوں کا جلانا، بے ریش لڑکوں اور عورتوں کا مجمع ہونا، راگ باجا سننا، عورتوں کا بے حجاب ہونا، اور ریا و مفاخرت کی داد دینا اِس زمانے کے عجائبات سے ہے، طرفہ یہ کہ ایسی حالت کو ثواب سمجھنا اور آخرت کا توشہ جاننا، اعتقاد کرنا، برکت کا موجب سمجھنا، تارک پر ملامت کرنا، غضب در غضب کی چیز ہے، قدرت والے کو اس کا روکنا واجب ہے، اور اگر ان مفاسد سے خالی ہو تو خیرات عملِ صالح سے ہے، کون اس کو روک سکتا ہے؟ فافہم! جب چاہے، جس دن چاہے خیرات کرے، جائز ہے، مگر خیرات کے لئے دن کا معین کرنا اور اس سے آگے پیچھے نہ کرنا، یہ بھی غلط عقیدہ یا خلافِ سنتِ مشروعہ کی علامت ہے۔

اسی طرح عاشورہ کی خیرات کو ضروری سمجھنا بھی غلط ہے، حدیثِ ضعیف میں

خیرات کی ترغیب آئی ہے، وہ عاشورہ یعنی دسویں کو، اور رواج میں یہ ہے کہ دسویں کی رات بھی نہیں کرتے، گیارھویں کی رات کو کرتے ہیں، بہو بیٹی کو دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں، ایسا ضروری سمجھنا بدعت ہے، اسی طرح صفر کے مہینے کے آخری بدھ کو چُوری کوٹنا واجب سمجھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تاریخ کو تکلیف سے افاقہ ہوگیا تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا نے روٹی گھی وغیرہ میں چور کر، خیرات کی تھی، یہ اعتقاد بھی غلط ہے، اور ضروری جان کر ایسی خیرات کرنا بھی بدعت ہے۔

بابِ یازدہم:

منکراتِ متفرقہ:

بعض عورتیں مغرب کے بعد دیگچی وغیرہ کے نیچے سے آگ نکالنے اور گھر سے باہر نکالنے کو، شوہر کے گھر سے نکلنے کا اعتقاد کرتی ہیں، یہ اعتقاد فاسد ہے۔

نیز صابن وغیرہ کو سنیچر کے روز لانے سے یہ اعتقاد کرنا کہ گھر میں تفریق ہوجائے گی، مذموم، اور غلط اعتقاد ہے۔

نیز اپنے لئے ایسا لقب تجویز کرنا جس سے تزکیہ مشعر ہو، محمود نہیں، جیسے رفیع الشان، ابوالمفاخر، محی الدین وغیرہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوئی محی الدین کہتا تھا، تو وہ ناراض ہوتے تھے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت جس کا نام برّہ (نیک و صالح) تھا، وہ نام بدل دیا اور زینب نام رکھا۔

نیز مذموم ہے کہ کتاب تالیف کر کے کسی مشہور عالم کے نام لگا دے، تا کہ اس کی غرض فاسدہ رواج پکڑے۔

اسی طرح علماء کے دلائل چوری کر کے اپنی طرف نسبت کرے۔

اسی طرح قرآن مجید کی طباعت پر کافر و فاسق اجیر (مزدور) رکھنا، کیونکہ وہ لوگ بغیر وضو کے ہاتھ لگائیں گے۔

اسی طرح بے اصل افسانہ، خرافاتِ شعراء اور مضامینِ فحش و جماع و شہوت، طبع کرنا کرانا مکمل طور پر ممنوع ہے۔

اسی طرح پر ایسے اخبارات کا طبع کرانا جس میں صحیح، باطل ہر طور کی ہر چیز ہو، باطل ہے، حدیث میں ہے:

"كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ"

(مشکوٰۃ ص:۲۸۰)

ترجمہ:..."ان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو سنے (غلط ہو یا صحیح) بیان کرتا رہے۔"

اسی طرح دِینی کتب کی رجسٹری کرنا کہ کوئی طبع نہ کرے، یہ بھی اشاعتِ دین کو روکنا ہے، (اگر دفع مفاسد کے طور پر ہو تو بعض علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے)۔

اسی طرح تاجروں کا کفار و فجار سے دِینی کتب کا تبادلہ کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ وہ کتبِ دِینی کی بے ادبی کریں گے۔

من جملہ اس کے رسمِ پیران کو قرآن، حدیث اور فقہ پر ترجیح دینا سخت بُرا ہے۔

من جملہ اس کے یہ بھی ہے کہ کنویں کے پانی یا دریا وغیرہ میں ننگے ہو کر

کودنا،غسل کرنا، اس طور پر کہ دُوسرے بھی دیکھتے رہیں۔

اسی طرح روٹی کا چومنا، اس کی تعظیم کرنا۔ اسے چاہئے کہ گری ہوئی کو اُٹھا کر صاف کر کے کھالے یا کھلا دے۔

اسی طرح وضو وغسل میں حد سے زیادہ وسواس کرنا اور پانی میں اسراف کرنا، نیت نماز کے تلفظ کو ضروری سمجھنا، دُوسرے ملک یا قوم کے کپڑوں کو دھوکر پہننا، حالانکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے دھوئے ہوئے پہنا تھا (ذکرہٗ ابن القیمؒ) (ان کپڑوں کے نجس ہونے کا گمان ہوتو احتیاط دھوکر پہننے میں ہے)۔

پتھروں، درختوں، چشموں اور دریاؤں پر چراغ روشن کرنا منکراتِ شنیعہ میں سے ہے، اس کو نافع، ضار اور شافیٔ امراض وغیرہ خیال کر کے کرتے ہیں، اگر یہی اعتقاد ہے،تو شرک ہے۔

اسی طرح کسی بزرگ یا ولی کو کسی جگہ خواب میں دیکھ کر اس جگہ کی محافظت کرنا، ادب کرنا اور نیاز دینا شرک ہے۔بعض اوقات شیطانی حرکات سے کچھ آوازیں کچھ کرنے یا روکنے کی آتی ہیں، اس کو بزرگ کی طرف سے سمجھنا، یا بے ادبی یا خلاف کرنے پر کچھ نقصان ہوجاتے ہیں، اس کو بزرگ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ عینِ شرک ہے، ولی بزرگ کسی کا نقصان کرنے سے بَری ہیں، نفع ونقصان دینا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔

اسی طرح بعض توحیدِ وجودی والے ہر چیز کو خدا تعالیٰ شانہ یا اس کا مظہر سمجھ کر پوجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ''ہمہ اوست''، یعنی اللہ تعالیٰ شانہ رنگارنگ قوالب میں اَشکالِ مختلفہ اور ہیئتِ کثیرہ سے نمودار ہوا ہے، اس سے عوام تو سب چیز کو خدا سمجھنے لگے

اور خواص وحدتِ وجود کا جو مطلب لیتے ہیں وہ اور ہے، مثنوی معنوی میں اوّل حالت کو شرک و زندقہ فرمایا ہے۔

ازاں جملہ علماء کی صورت بنانا، تا کہ عالم سمجھا جاؤں حالانکہ عالم نہ ہو، بُرا ہے، اور علماء کو بھی فخر و مباہات کی نیت سے ایسا لباس پہننا منع ہے، اور بعض وقت صوفیہ، ذاکرین کو انوار، استغراق اور سکر وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں، اور یہ صوفیہ انوار میں فرق نہیں کر سکتے کہ یہ انوار ناری ہیں یا نوری؟ اور نہ ہی اس کے شیخ و مرشد کو پتا چلتا ہے، ایسے لوگ اپنے کو بزرگ، فانی فی اللہ، باقی باللہ سمجھ کر خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، اور کبھی لطافت حواسِ خمسہ ظاہری یا حواسِ خمسہ باطنی مثلِ حس مشترک، خیال متصرفہ وغیرہ کی روشنی ہوتی ہے، اور کبھی لطافتِ عناصرِ آب و ہوا، خاک و آگ کی، اخلاطِ بلغم، سودا، صفرا، خون اور کبھی دماغی تصرفات وغیرہ، آنکھوں کے سامنے یا اپنے اندر صوفی پاتا ہے، اس کو قلب، رُوح، سر، خفی اور اخفی کے انوار لطافت یا سیرِ انفسی و آفاقی خیال کر کے گمراہ ہوتا ہے، اور کبھی دماغی تصرفات سے یا شیطانی حرکات سے کانوں میں آوازیں آتی ہیں، اس کو اِلہام و اِلقاءِ رحمانی سمجھ کر گمراہ ہوتا ہے، شیخِ ماہر، صاحبِ سنت و توحید، کم ملتے ہیں، صاحبِ فراستِ صحیحہ، ہر مقام و انوار کی تمیز کرنے والے اور مقاماتِ عشرہ کو طے کرنے اور کرانے والے مثلِ اکسیر صحیح کے کم ہیں یا گم ہیں، ہوش سے رہیں اور ہر خواب، اِلہام، اِلقاء اور انوار وغیرہ کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھ کر ولی، بزرگ بنیں، محض خیال سے بزرگ ہونا نہیں ہے، **فافهم فانه دقيق وما علينا الا البلاغ!**

من جملہ ممنوعات کے واعظین، قصہ گو، کتبِ غیر معتبرہ اور جھوٹے رسالوں

کا ہے کہ واعظ احادیثِ موضوعہ بے سروپا، اورمن گھڑت قصے بیان کرتے ہیں، گمراہ لوگ جھوٹے رسالے تصنیف کرکے، شائع کرکے گمراہ ہوتے اور کرتے ہیں، ہر واعظ کا وعظ نہ سننا چاہئے، بلکہ تحقیق کرلینا چاہئے کہ عالم صحیح ہے، موحد اور صاحبِ سنت ہے، پھر وعظ سنا جائے۔ عام واعظین نے تو گمراہ کرنے کا ٹھیکا لے لیا ہے۔

اسی طرح پسوائی کے لئے گندم لے جاتے ہیں، ایک کی گندم کا آٹا دُوسرا لے جاتا ہے، دُوسرے کی گندم کا آٹا تیسرا بے اجازت و رضا لے بھاگتا ہے، اور اگر رضا بھی ہوتو بھی ناجائز ہے، اس جگہ نہ تو بیع ہے، نہ تبادلہ، آٹا پیسنے والے رضا، بغیر رضا دیتے لیتے ہیں، کسی کی نہیں سنتے، ان کا روکنا واجب ہے، اور ایسا آٹا لینا مشتبہ یا حرام ہے۔

اسی طرح کپاس خریدنے والے اپنی کپاس کارخانہ میں جمع کرتے جاتے ہیں، اور اس کا بھاؤ جب چاہیں گے طے کریں گے، جس وقت بھاؤ مہنگا ہوگا، طے ہوگی، اور کارخانہ والے کچھ رقم نصف یا دوتہائی کے حساب سے دے دیتے ہیں، بھاؤ طے کرنے کے وقت نہ وہ کپاس موجود ہے، نہ لینے کے وقت کا بھاؤ دیا جاتا ہے، نہ طے کرنے کے وقت کا بھاؤ دیتے ہیں، ایسی بیع و شراء شرعاً حرام ہے، تاجروں کو ہوش سے کام کرنا چاہئے۔

اسی طرح اشیاء کے وزن اورتول کے وقت کنترا (کٹوتی) لگایا جاتا ہے، کنترا لگانے کا معنی یہ ہے کہ کتنی کپاس صحیح ہے اور کتنی خراب؟ مثلاً: ایک من میں پانچ سیر خراب ہے تو پینتیس سیر شمار ہوں گے، یعنی من کے ۳۵ سیر ملیں گے، اس کی رقم ہوگی، پانچ سیر کی کوئی رقم نہیں، وہ ہضم ہوگئے، ایک یہ خرابی ہے۔

دوم یہ کہ کنترے والے کو کچھ رشوت دے دی جائے تو چالیس سیر کے

چالیس سیر دُرست ہیں، کچھ بھی اس میں نقائص نہیں (سبحان اللہ!) کپاس کے معاملے تو سر سے پاؤں تک نورٌ علیٰ نور ہیں۔

اسی طرح چونگی والوں کا حال ہے، کچھ دے دو تو سرکاری محصول سب معاف ہے، سو من کی چالیس من ہے، اور کچھ نہ دو تو ڈیڑھ سو من ہے، علیٰ ہٰذا القیاس۔

اسی طرح سنار سے زیور بنوانے میں تہائی، چوتھائی یا پنجم حصہ چاندی یا سونے کی جگہ کھوٹ وغیرہ ملاتے ہیں، ادھر سے سونا چاندی لے لیا، پھر بنوانے والے سے مزدوری بھی لیتے ہیں، کیا ہی مبارک بنائی ہے اور بنا دینا ہے! اسی طرح ناپ تول وغیرہ میں اتنی بے ایمانی ہے کہ بیان سے باہر ہے، سیر بھر تول کر آنکھوں کے سامنے دیتے ہیں اور تین پاؤ ہوتا ہے، اللہ اکبر!

اسی طرح جادو و سحر کے لئے تعویذ لکھتے ہیں، طلاق وغیرہ دِلائی جاتی ہے یا مرد نامرد ہوجاتا ہے، اور قرآن مجید کے الفاظ معکوس کر کے لکھتے ہیں، مثلاً: ''الحمد'' کا ''دمحلا'' ہوجاتا ہے، اور قرآن مجید کے اوّل آخر مؤکلات پڑھے جاتے ہیں، مثلاً: ''یا دردائیل یٰسین والقرآن الحکیم''، اور درمیان میں مؤکلات ملا کر پڑھا جاتا ہے، مثلاً: ''قل ھو اللہ احد یا جبریل اللہ الصمد، یا میکائیل لم یلد، یا اسرافیل ولم یولد، یا عزرائیل ولم یکن لہ کفوا احد یا ھلکائیل.'' وغیر ذالک من العجائبات!

اس میں اوّل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اوّل یا آخر یا بعدہٗ ملانا اور پڑھنا حرام اور کفر ہے، اور قرآن کے لفظ معکوس کر کے پڑھنا بھی کفر ہے، اور دوم ندائے غیر اللہ غائبانہ بھی شرک ہے، اور سوم قرآن مجید خدائی قانون ہے، عمل کرنے کے لئے نازل ہوا ہے، نہ کہ سحر و جادو اور طلاق و زنا کے لئے، قرآن مجید اور حدیث شریف میں چند فرشتوں کے

نام ہیں، باقی کا علم نہیں، سینکڑوں مؤکلات کے نام تعویذوں کی کتاب میں درج ہیں، حقیقت میں یہ فرشتوں کے نام نہیں، جنوں کے نام ہیں، کذا قالہ المحققون.

اسی طرح ناچ وغیرہ میں حضورِ پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا، مولود شریف پڑھتے رہنا، اور ناچتے رہنا، اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کی ہتک، اور اسلام کے دائرہ سے باہر ہونا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو صحیح راستہ پر چلائیں اور صحیح اعتقاد، بات اور کام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرات! یہ بعض چیزیں مشتِ نمونہ از خروار کے طور پر پیشِ خدمت ہیں، جس میں آپ غلطی دیکھیں تو بندہ کو بھی اطلاع بخشیں، اور اگر کچھ صحیح دیکھیں تو دُعائے خیر سے یاد فرمائیں، اور اس پر عمل کرنے کی ہمت کریں، شاید کسی کے عمل کرنے سے مجھے معافی مل جائے۔

وما توفیقی الا باللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ وسلم

من الصلاۃ والسلام افضلہما واکملہما وادومہما

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک

عبداللہ عفی عنہ

حبیب آباد، شجاع آباد، ملتان

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ

”جب چاہے، جس دن چاہے خیرات کرے، جائز ہے، مگر خیرات کے لئے دن کا معین کرنا اور اس سے آگے پیچھے نہ کرنا یہ بھی غلط عقیدہ یا خلاف سنت مشروعہ کی علامت ہے۔“

ترک السیئات

مع درک الحسنات

یعنی

گناہ چھوڑنا اور نیکیوں کا اپنانا

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ یَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ!

بندہ عرض پرداز ہے کہ آج کل عوام میں یہ بات عام ہے کہ جب ان میں سے کسی کو کوئی حق کا مسئلہ سنایا جائے، اگر وہ اس کے رسم، رواج اور طبیعت کے خلاف ہو، تو فوراً بلا سوچے سمجھے حق کہنے والے پر ہزار طعنہ زنی اور اعتراض کرتا ہے، اور اپنی حمیت، انسانیت اور مروّت کو خاک میں ڈالتے ہوئے آخرت کو برباد کر دیتا ہے، رَبّ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج میں ڈالتا ہے، اپنے خاتمہ اور قبر کو سیاہ کرتا ہے، معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنا بنائے، آمین!

اس بدمزاجی کی اصلاح کے لئے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں، ان معروضات کو چند فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

فصلِ اوّل:

توحید کے بارے میں:

علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی بریلویت کی مستند کتاب العقائد میں لکھتے ہیں:

''(اللہ تعالیٰ) وہ سب کا مالک ہے، جو چاہے کرے، اس کے حکم میں کوئی دم نہیں مار سکتا۔'' (کتاب العقائد ص:۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اس کی پکڑ نہایت سخت ہے، جس سے بے اُس کے چھوڑے، چھوٹ نہیں سکتا۔'' (کتاب العقائد ص:۴)

تیسری جگہ فرماتے ہیں:

''طاعتِ سجدہ اس کا حق ہے، اس کو پوجو، وہی رَبّ ہے۔'' (کتاب العقائد ص:۵)

شرک کیا چیز ہے؟

علامہ مذکور کتاب العقائد صفحہ:۴۲ اور بہارِ شریعت صفحہ:۵۲ میں فرماتے ہیں:

''شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خدا یا مستحقِ عبادت سمجھے، اور کفر یہ ہے کہ ضروریاتِ دین یعنی وہ اُمور جن کا دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا بہ یقین معلوم ہے، ان میں سے کسی کا انکار کرے۔''

علمِ غیب کے بارے میں عقیدہ:

علامہ احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب تمہیدِ ایمان صفحہ: ۲۴ میں لکھتے ہیں:

''اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علمِ مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔''

آنحضرتؐ بھی تمام معلوماتِ الٰہیہ کونہیں جانتے:

علامہ احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب الدولۃ المکیہ صفحہ: ۲۵ میں لکھتے ہیں:

"فَاِنَّا لَا نَدَّعِیْ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحَاطَ جَمِیْعَ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنَّهٗ مَحَالٌ لِلْمَخْلُوْقِ."

ترجمہ:... "ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (علم شریف) تمام معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہے، کیونکہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔"

اسی کتاب کے صفحہ: ۲۸ میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"وَلَا نُثْبِتُ بِعَطَاءِ اللّٰهِ اَیْضًا اِلَّا الْبَعْضَ."

ترجمہ:... "ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔"

ملفوظاتِ طیبہ حضرت سیّد خواجہ مہر علی شاہ صاحب صفحہ: ۸۱ میں فرماتے ہیں:

"لٰکِنَّ الرَّسُوْلَ لَا یَطَّلِعُوْنَ عَلٰی جَمِیْعِ الْغُیُوْبِ لِیَبْقَی الْاِخْتِصَاصُ الْاِلٰهِی بِحَالِهٖ، فافهم."

ترجمہ:... "لیکن رسول تمام غیوب پر مطلع نہیں ہیں، تاکہ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اپنے حال پر باقی رہے۔"

مسئلۂ بشریت:

کتاب بہارِ شریعت جو بریلویت کی مستند کتاب ہے، اور علامہ احمد رضا خان صاحب کی مصدقہ ہے، اس کی کتاب العقائد میں ہے:

''عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو، اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔'' (بہارِ شریعت ج:۱ ص:۱۰)

علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی اپنی کتاب العقائد میں فرماتے ہیں:

''انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔'' (ص:۶)

مفتی احمد یار خان گجراتی اپنی مشہور کتاب جاء الحق ص:۱۶۲ میں لکھتے ہیں:

''مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا کَالْبَشَرِ، یَاقُوْتٌ حَجَرٌ لَا کَالْحَجَرِ.''

ترجمہ:... ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، مگر عام بشر جیسے بشر نہیں، یاقوت پتھر ہے، مگر عام پتھر جیسا نہیں، (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل و اکمل البشر ہیں)۔''

فصلِ دوم:

حضور ﷺ پر دُرود شریف:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف اگرچہ رِیا وسمعہ سے پڑھا جائے مقبول ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچایا جائے گا، اگرچہ پڑھنے والے کو اس کا ثواب نہ ملے، کیونکہ وہ موقوف ہے تصحیح نیت پر، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو بہانہ بھی کافی ہے۔ وَکَانَ فَضْلُ اللہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا!

دُرود شریف وہ طاعت ہے جو کبھی رَدّ نہیں ہوتی:

دُرود شریف وہ طاعت ہے جو کبھی رَدّ نہیں ہوتی، دُرود شریف بھیجنے سے ہم حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی احسان نہیں کرتے، بلکہ اپنی محبت کے جذبے کا اظہار اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر مجلس میں ایک بار دُرود شریف پڑھنا واجب ہے، اس کے بعد ہر بار نام مبارک سن کر دُرود شریف پڑھنا واجب نہیں، مستحسن ہے کہ ہر بار میں "صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" پڑھا کرے۔

فصلِ سوم:

سنت و بدعت میں:

بدعت، اِحداث فی الدین کا نام ہے، اور جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ عبادت کے کیا ہو، اس کا نام سنت ہے، اور جو کام نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا

ہے، نہ کرتے دیکھ کر سکوت فرمایا ہے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے کیا، نہ جائز رکھا، نہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے جائز رکھا ہے، اور نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کی اجازت دی ہے، اس کا کرنا، ثواب سمجھنا، بشرطیکہ دِین کا موقوف علیہ نہ ہو، وہ بدعت ہے، پس تعلیم و تعلّم نحو وصَرف وغیرہ، کتب کی تصنیف، مدارس کا جاری کرنا، بنانا، اسی طرح وہ علاجات جو اخلاقِ رذیلہ کے دفع اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل کے لئے کئے جائیں، وہ بدعت نہیں ہیں، کیونکہ یہ اِحداث للدین ہے، اِحداث فی الدین نہیں، اور حدیث میں آیا ہے:

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَھُوَ رَدٌّ"

(مشکوٰۃ ص:۲۷)

ترجمہ:... "جس شخص نے دِین میں نئی چیز ایجاد کی اور دین میں وہ نہ تھی، وہ رَدّ شدہ ہے۔"

پس نئے اسلحے کا استعمال بھی بدعت نہ ہوگا، اور وہ کام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت کے کئے ہیں، اس کا خلاف بھی بدعت ومنکر نہ ہوگا، ہر شہر کا عرف و عادت اکثر دُوسرے شہر کے عرف و عادت کے خلاف ہوتا ہے۔

بدعتِ حسنہ: وہ کام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد ظاہر ہوا ہو، اور رافعِ سنت بھی نہ ہو، اور عوام نے بھی اس کا کرنا ضروری نہ سمجھا ہو۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک بدعتِ حسنہ کو بدعتِ سیئہ کی طرح نہ چھوڑے، حقیقتِ معرفت سے اس کے دماغ میں خوشبو نہیں آسکتی۔ کذا قالہ المجدد الف ثانی شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فصلِ چہارم:

چند بدعتیں:

سجدۂ تعظیمی:

علامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اس کے رَدّ میں ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "زبدة الزكية فى تحريم سجود التحية" ہے، اس میں علامہ موصوف نے سجدۂ تعظیمی کی خوب تردید فرمائی ہے، اس کتاب کے صفحہ:۶ میں لکھتے ہیں:

"سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین اور کفر مبین، اور سجدۂ تحیہ حرام (و) گناہ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دِین، ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول، اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول۔"

پیر کو سجدہ کرنے، کرانے اور جائز سمجھنے والا کافر:

زبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ میں علامہ موصوف صفحہ:۵۶ پر لکھتے ہیں:

"یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ کہ جہاں اپنے سرکش پیروں کو کرتے ہیں اور اُسے پائیگاہ کہتے ہیں، بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے، اور گناہِ کبیرہ تو بالاجماع ہے، پس اگر اسے اپنے پیر کے لئے جائز جانے تو وہ کافر ہے، اور اگر اس کے پیر نے اسے سجدہ کا حکم کیا اور اسے پسند کرکے راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا، اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔"

پیر یا کسی کو جھک کر سلام کرنا اور ملنا حرام ہے:

اسی زبدۃ الزکیہ صفحہ:۵۵ میں علامہ موصوف لکھتے ہیں:

''اسی حرام فروتنی سے بزرگوں کو ملتے اور انہیں سلام کرتے وقت یا جواب دیتے وقت انہیں سجدہ یا ان کے لئے رُکوع کرنا، یا قریب رُکوع تک جھکنا۔''

یہی مسئلہ بہارشریعت میں جلد:۱۶ صفحہ:۹۸ پر بھی درج ہے۔

مزارات کو بوسہ دینا، چمٹنا اور طواف کرنا خلافِ ادب ہے:

اسی کتاب زبدۃ الزکیہ صفحہ:۶۳ میں علامہ مذکور نے علامہ مُلّاَ علی قاریؒ کی عبارت نقل کر کے یہ فیصلہ فرمایا ہے:

''علامہ (مُلّاَ علی) قاری کی عبارت کا یہ حاصل ہے کہ روضۂ اقدس و انور و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت نہ دیوار کو ہاتھ لگائے، نہ چومے، نہ اس سے چمٹے، نہ طواف کرے، نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعتِ قبیحہ ہیں۔''

(مسلک منقسط شرح ملا علی قاری ص:۲۸۳)

علامہ احمد رضا خان صاحب اپنی کتاب زبدہ میں یہ فیصلہ لکھتے ہیں:

''اقول: بوسہ میں اختلاف ہے، اور چھونا، چمٹنا اس کے مثل، اور اَحوَط منع، اور علت خلافِ ادب ہونا، فافہم۔''

پختہ قبر بنانا ناجائز:

علامہ احمد رضا خان صاحب زبدۃ الزکیہ ص:۶۵ میں امام زیلعیؒ کی تبیین الحقائق جلد اول صفحہ:۲۴۶ سے نقل فرماتے ہیں:

''قبر کے اُوپر چنائی قائم کرنا، یا قبر پر بیٹھنا، یا اس کی طرف نماز میں منہ کرنا سب منع ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نے) قبروں کومحل سجدہ قرار دینے سے منع فرمایا ہے۔''

بلند قبر بنانا منع ہے:

علامہ احمد رضا خان بریلوی کتاب شفاء الوالہ صفحہ:۱۰ میں فرماتے ہیں:

''بلندئ قبر میں حدِ شرع ایک بالشت ہے۔''

حضرت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی اپنے ملفوظاتِ طیبہ صفحہ:۱۴۴ میں فرماتے ہیں:

''بر قبر ایشاں ہم چوں گنبد وغیرہ نہ کردہ شود۔''

فصلِ پنجم:

پیروں، بُراق یا دُلدُل کی تصویر:

علامہ موصوف اپنی کتاب شفاء الوالہ صفحہ:۳۰ میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ پناہ دے ابلیسِ لعین کے مکائد سے، سخت تر کید یہ ہے کہ آدمی سے حسنات کے دھوکے میں سیئات کراتا ہے، اور شہد کے بہانہ سے زہر پلاتا ہے، العیاذ باللہ ربّ العالمین! اس مسکین (تینوں قسم کی تصویرات بنانے والے، ان کی زیارت ولمس وتقبیل کرانے والے) نے گمان کیا کہ (میں) حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقِ محبت بجا لاتا ہوں، اور حضور کو راضی کر رہا ہوں .....الخ۔''

جس سے سمجھ آ گیا کہ علامہ موصوف نے کس قدر اس کو روکا ہے اور منع فرمایا ہے۔

پیر کے نام کی چوٹی رکھنا:

علامہ موصوف بریلوی اپنے فتاویٰ افریقہ صفحہ:۶۸ میں لکھتے ہیں:

''اگر وہ مقصود جو بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کی چوٹی رکھتی ہیں، اور اس کی کچھ میعاد مقرّر کرتی ہیں، اس میعاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے، وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گزار کر مزار پر لے جا کر اُتارتی ہیں، تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے۔''

مردہ کے گھر کی دعوت کھانا:

رسالہ جلی الصوت صفحہ:۲ میں علامہ موصوف نے فرمایا ہے،

''علامہ صاحب سے یہ فتویٰ لیا گیا ہے کہ اکثر بلاد میں رسم ہے کہ میّت کی وفات کے روز سے اس کے اعزّہ، اقارب اور احباب کی عورتیں اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں، اس اہتمام کے ساتھ جیسے شادیوں میں کیا جاتا ہے، پھر کچھ دُوسرے تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیسویں تک بیٹھی رہتی ہیں، اس قدر اقامت میں عورات (عورتوں) کے کھانے پینے، چھالیہ پان کا اہتمام اہلِ میّت کرتے ہیں، جس کے باعث ایک صَرفِ زَرِ کثیر کے زیرِ بار ہوتے ہیں، اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں، یوں نہ ملے تو سودی

نکلواتے ہیں، اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟''

علامہ صاحب اسی رسالے کے صفحہ:۲ میں جواب لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے کتنے قبیح، شدید گناہوں اور سخت شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔''

اس کے بعد آپ نے مستقل رسالہ لکھ کر ہر ایک کی تردید کی ہے، اسی رسالے کو دیکھیں۔

میّت کے گھر پہلے اور تیسرے ہفتہ کو جو طعام پکائے جاتے ہیں، سب ناجائز ہیں:

اسی کتاب جلی الصوت صفحہ:۳ میں علامہ صاحب لکھتے ہیں:

''یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کئے جاتے ہیں، سب مکروہ وممنوع ہیں، علامہ شامی ردّالمحتار میں فرماتے ہیں: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں، اس سے احتراز کیا جائے۔''

اسی کتاب میں لکھتے ہیں: اس دعوت کا کھانا بھی منع ہے۔

جلی الصوت صفحہ:۴ میں لکھتے ہیں:

''غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا کوئی بچہ نابالغ یا بعض ورثا موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے اس کا اِذن لیا جاتا ہے، جب تو امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے، اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو

آفت سخت تر ہے۔''

شادیوں میں رسم نیوتا وغیرہ:

اعلیٰ حضرت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی اپنے ملفوظات صفحہ:۱۴۴،۱۴۵ میں فرماتے ہیں:

''فخر ماہمیں بس کہ کار بر جادۂ مستقیم شریعتِ محمدی سرانجام پذیرد، ولہٰذا رسوماتِ مروّجہ مردمان ہم چو دہل وغیرہ و تنبول و نیندرہ ستادن ہرگز ہرگز کارے نیست و ہرگز احدے مارا بستادن نیندرہ تکلیف نہ دہد، مادر اوّل روز منع کردہ ایم، غرض ما ایں است کہ چند مخلصان ومحبان دریں کارِ خیر جمع آیند، نہ اینکہ دریں کار بہ خبط امراء مساکین را تکلیف مالا یطاق دادہ شود، بہتر است ایں رسم را موقوف کردہ شود، ماوصیت میکنیم جملہ حاضراں را کہ عقد ارادہ بما بستہ اند ہرگز در اتباع رسوم جہالت تضیع اوقات واموال نکنند۔''

فصلِ ششم:

تحصیلِ حسنات سے متعلق ارشاداتِ بزرگان!

حضرت شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ: بزرگوں کی حکایات سننے میں کیا فائدہ ہے؟ جب ہم اس پرعمل نہیں کرتے؟

فرمایا: اس کے دو فائدے ہیں، اگر مرد طالب وسالک ہوگا، تو اس کی ہمت قوی ہوجائے گی، طلب میں زیادہ کوشش کرے گا، اور اگر طالب نہ ہو، تو شاید تکبر سے

تواضع کی طرف آجائے۔

اسی طرح حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: اگر بزرگانِ دِین چھپ جائیں تو کیا کریں؟ فرمایا: ان کے ملفوظات میں سے آٹھ ورق (کا مطالعہ کیا جائے تو) سلامتی رہے گی۔

حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس گناہ میں ڈر خوف ہو، پھر اس کے بعد توبہ و عذر ہو، وہ اس طاعت سے بہتر ہے جس میں عجب و خود پسندی ہو، کیونکہ وہ بندگی خدا تعالیٰ سے دُور کردیتی ہے:

مبارک آن معصیتے کہ مرا بہ عذر آرد!

زنہار زطاعتے کہ مرا بہ عجب آرد

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں نہیں جانتا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا، پھر غیر سے اُنس و محبت کرے۔ فرمایا: گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھ، جس کی نافرمانی کررہا ہے، اس کو دیکھ!

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: تین کاموں سے بچو:

۱:... بادشاہوں کے بچھونوں پر مت بیٹھو۔

۲:... کسی کو راز کی بات مت کہو۔

۳:... اور مزامیر (گانے بجانے) کی طرف کان نہ لگاؤ، اگرچہ جوانمردی رکھتے ہو، کیونکہ آفت سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کو لوگوں سے باتیں کرنا زیادہ پسند ہو، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد سے اس کا علم تھوڑا ہے، اس کا دِل

نابینا ہے، اور اس کی عمر ضائع ہے۔ اور فرمایا: سب سے بہتر عمل اِخلاص ہے۔

فصلِ ہفتم:

ذکر کرنے میں:

ذکر میں طریقِ خاص سے ضرب کا حکم نہ مقصود ہے، نہ مقصود اس پر موقوف ہے، لہٰذا جس کو کسی خاص طریق سے ذکر کرنے سے دُشواری ہو، وہ جس طرح بے تکلف ہوسکے، کرے، کافی ہے۔

بوقتِ ذکر تصوّر:

ذکر کے وقت اَوْلیٰ تو یہ ہے کہ مذکور یعنی حق تعالیٰ کا تصوّر ہو، لیکن اگر یہ خیال نہ جمے تو پھر ذکر میں یہ خیال کرے کہ یہ ذکر قلب سے ادا ہو رہا ہے۔

تصوّر الی السماء کا حکم:

ذکر، شغل اور تلاوت میں اگر حق تعالیٰ کی طرف تصوّر کرنے میں بلا تکلف آسمان کی طرف تصوّر بندھ جائے تو اس کے دفع کرنے کا قصد نہ کریں، یہ تصوّر فطری ہے، دفع نہیں ہوسکتا، اور کوئی بھی اس سے خالی نہیں، لیکن بالقصد ایسا نہ کرے۔

ذکر میں عدمِ لذّت اَنفع ہے:

ذکر میں لطف و لذّت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے، اور نہ ہونا، دُوسری نعمت ہے، جس کا نام مجاہدہ ہے، یہ اوّل سے اَنفع (نفع بخش) ہے، گو لذّت دار نہ ہو۔

ذکر میں وضو کا حکم:

ذکر باوضو کرنے سے زیادہ برکت ضرور ہوتی ہے، لیکن وضو رکھنا ضروری

نہیں، اگر کسی کا وضو نہ ٹھہرتا ہو اور بار بار وضو کرنے سے تکلیف ہوتی ہو، تو تیمّم کرلے، لیکن اس تیمّم سے نماز و مسِ مصحف جائز نہیں، اور اذان کے وقت ذکر سے رُک جانا اَولیٰ ہے۔

نماز میں ذکر کا حکم:

نماز میں تلاوتِ قرآن اور اَذکار و اَدعیہ نماز کے علاوہ نہ ذکرِ لسانی کرنا چاہئے، نہ ذکرِ قلبی، بلکہ توجہ الی الصلوٰۃ ہونی چاہئے۔ اگر خود بخود ذکرِ قلبی جاری ہوجائے تو پھر حتی الوسع نماز کی طرف توجہ کرے۔

ذکرِ قلبی:

ذکرِ قلبی تحرک کا نام نہیں، بلکہ ملکہ یادداشت کا نام ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اوّل ضروری ہے کہ کسی صحیح مرشد، مجاز از شیخ صاحبِ سنت و تارکِ بدعت کی خدمت میں جاکر تعلیم و تربیت حاصل کرے، اگر مرشد دُنیا سے رحلت فرماگیا ہے تو دُوسرے مرشد سے رُجوع کرے، اگر اس کے خاندان یا خلفاء میں سے ہو تو بہتر ہے، مقصد خدا تعالیٰ ہے، اس کی محبت کے حصول اور اصلاحِ نفس کے لئے تمام عمر صَرف کرے، اگر ایک مِرشد دُنیا سے رخصت ہوگیا ہے تو دُوسرے سے مقصد حاصل کرے۔

اخلاقِ رذیلہ کے ازالہ اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل کے لئے تن، من، دھن اور وطن قربان کرے، اگر یہ قسمت میں نہیں ہے تو ہر نماز کے بعد کلمہ شریف ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کا ایک سو بار ذکر کرے، اوّل آخر دُرود شریف تین، تین بار پڑھے۔

اگر کسی نماز میں فرصت نہ ملے تو عشاء کے وقت پانچوں وقت کے پانچ سو بار پڑھ لے، اور چلتے پھرتے بھی اس کی عادت بنائے، اور پانچ، سات بار کے بعد

کلمہ ''محمد رسول اللہ'' ملا کر دُعا کرے کہ: اے اللہ! مجھے اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔
اور ہر نماز کے بعد ''سُبْحَانَ اللہِ''، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' تینتیس، تینتیس بار، اور ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' چونتیس بار، اور اگر سوتے وقت بھی اس کو پڑھتا رہے تو بے نماز، نمازی بن جائے گا۔

اگر ہو سکے تو ایک سو بار صبح اور ایک سو بار شام کو دُرود شریف پڑھتا رہے، اور اگر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک ہزار بار عشاء کے بعد پڑھتا رہے، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ زیارت فیض بشارت حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منوّر ہوگا، مجرّب ہے۔

آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

محاسبۃ الاعمال فی
الغدو والآصال
یعنی
صبح شام کے اعمال کا محاسبہ
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ!

بندہ عرض پرداز ہے کہ انسان کی سعادت اِصلاح سے ہے، اور اِصلاح تعمیر الظاہر والباطن کا نام ہے، اور ظاہر و باطن کی آراستگی بغیر کارکردنی (بغیر کام کئے) مشکل ہے:

کارکن کار بگذر از گفتار
کہ دریں راہ کار دارد کار

ترجمہ:... ''کام کر کام، باتیں چھوڑ، کیونکہ اس راہ میں کام ہی فائدہ دیتا ہے۔''

قدم باید اندر طریقت نہ دم
ثباتِ ندارد دم بے قدم

ترجمہ:... ''طریقت میں عمل چاہئے نہ کہ باتیں، بغیر عمل کے گفتار مضبوطی نہیں رکھتی۔''

رُوحانی امراض کا علم اور پھر ان کی دوا بجز مرشدِ کامل عارف کے بصد مشکل ہے، اور صحیح مرشد کا ملنا کبریتِ احمر ہے (سرخ گندھک جو کمیاب و معدوم ہوتا ہے)، پھر ہر کس کو تلاش کی ہمت نہیں، لہٰذا ٹوٹے پھوٹے الفاظ پر مشتمل چند سطور ''کیمیائے

سعادت'' وغیرہ سے پیشِ خدمت ہیں، گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے اور مقبول بنائے، وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّبِالْاِجَابَةِ جَدِیْرٌ، لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ!

جاننا چاہئے کہ صدق کے سوا یہ راستہ طے نہیں ہوتا، اگر کسی کو صدق میں کمال حاصل ہوجائے تو اس کا نام صدیق ہوتا ہے، اور صدق یعنی راستی چند چیزوں سے حاصل ہوتی ہے:

۱:... زبان کی سچائی: کہ اس کی زبان سے جھوٹ نہ نکلے، نہ گزشتہ اخبار کی حکایت میں، نہ زمانۂ حال میں، اور نہ وعدہ میں جو کہ مستقبل ہے۔ زبان کی کجی سے دِل میں کجی آجاتی ہے، اور دروغ گوئی (جھوٹ بولنا) بجز حرب و جنگ، دُشمنوں کے درمیان صلح کرانے اور بیوی کو راضی کرنے کے، کہیں جائز نہیں اور وہ بھی سخت ضرورت کے وقت۔ نہ آدمیوں سے جھوٹ بولا جائے، نہ اللہ تعالیٰ سے۔ جیسے مناجات میں جو لفظ زبان سے نکلے، وہ اپنے مصداق میں پورا ہو، مثلاً: ''اَلْحَمْدُ لِلہِ'' کے پڑھنے کے وقت بندہ ہمہ تن شکر ہوجائے، ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ'' میں مکمل طور پر خدا تعالیٰ کا عابد ہو، اپنی شہوات کا عابد و تابع نہ ہو، اسی طور زبان سے نکلے ہوئے ہر، ہر لفظ میں اپنی صداقت کو سوچے۔

۲:... نیت کی سچائی: کہ جس چیز میں خدا تعالیٰ کا تقرب کرے، اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو، اس کو اخلاص کہتے ہیں، مثلاً: اگر جمعہ پڑھنے جائے تو صرف وہی قصد ہو، دُوسرا کوئی کام نہ ہو، مرشد کی زیارت ہو تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، کسی تعویذ کی غرض نہ ہو۔

۳:... وفا بالعزم: انسان کسی چیز کا عزم کرتا ہے، پھر اس پر پورا نہیں اُترتا،

صدقہ کی نیت کرتا ہے، دینے کے وقت میں دے نہیں سکتا، حج وغیرہ کی پختہ نیت میں قوی نہیں رہتا۔ اسے چاہئے کہ اس نیت کو پورا کرے، اس کا نام وفا بالعزم ہے۔

۴:...صدق فی الاعمال: وہ صدق ہے کہ اپنے آپ کو کاروبار، چال چلن، بیٹھنے اُٹھنے وغیرہ میں سچا دکھلائے، اگر سر نیچا کیا ہوا ہے یا وقار سے چل رہا ہے تو اسی ہیئت سے باطن بھی منوّر ہو، سر نیچا کرنے سے نیاز اور وقار سے چلنے میں باطن بھی وقار سے آراستہ ہو، ورنہ جھوٹ ہوگا، اس کو صدق فی الاعمال کہتے ہیں۔

۵:...مقامات: مثلاً: زُہد، محبت، توکل، خوف، رجا اور رضا وغیرہ میں صادق ہو، اس کو صدق فی المقامات کہتے ہیں۔ اِن سب کے ہوتے ہوئے انسان صدیق ہوتا ہے۔

دُوسرا یہ کہ یہ راستہ محاسبہ اور مراقبہ سے طے ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا" (ترمذی ج:۲ ص:۷۲) یعنی: حساب دینے سے پہلے اپنے اعمال کا حساب کرو۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث میں جابجا مذکور ہے کہ تم کو قیامت میں حساب دینا ہوگا، اسی بنا پر بزرگان برگزیدگان ہمیشہ اپنے حساب میں رہتے ہیں، جیسے شریک وسہیم سے یومیہ حساب لیا جاتا ہے، اور ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ اور عمر بھر کا حساب لیتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ اپنے نفس سے حساب لیتے ہیں، اور وہ حساب چند شرائط پر موقوف ہے: ۱:...مشارطت، ۲:...مراقبت، ۳:...محاسبت، ۴:...معاقبت، ۵:...مجاہدت، ۶:...معاتبت۔

۱:...مشارطت:

مشارطت یہ ہے کہ جیسے اپنے شریک وسہیم سے شرائط طے کرتا ہے، ویسے ہی اپنے نفس سے شرائط طے کرے، ہر صبح اپنے نفس سے وعدہ لے کہ خبردار باش اور

سیدھا رہ، اللہ تعالیٰ تیرے عمل کو دیکھ رہا ہے، اور تیرے ہر قصد و ارادہ کو جان رہا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

"اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی." (العلق:۱۴)

ترجمہ:... "کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے؟"

۲:...مراقبت:

مراقبت یہ ہے کہ شرط طے کرلینے کے بعد اپنے نفس کی ویسی ہی نگہداشت کرے، جیسے اپنے شریکِ تجارت وغیرہ کے معاملات کی نگہداشت کرتا ہے، اگر نفس کی نگہداشت سے غافل رہے گا تو نفس پھر اپنی طبیعت و خباثت پر آجائے گا۔

پھر مراقبہ تین قسم پر ہے:

الف:... مراقبۂ صدیقاں: کہ وہ خدا تعالیٰ کی عظمت و ہیبت اور محبت میں ایسے غرق ہیں کہ کسی کی طرف التفات نہیں رکھتے، بات کرنے پر بھی بمشکل بات سنتے ہیں، آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود بھی کسی پر نظر نہیں۔

ب:... مراقبۂ پارسایاں: کہ وہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

ج:... مراقبۂ عابداں: کہ وہ اپنے نفس کی تاڑ میں رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہوجائے اور تعمیلِ فرمان پوری طرح ہوجائے۔

۳:...محاسبت:

اچھا یہ ہے کہ نمازِ عشاء کے بعد یا جوں ہی وقت ملے، اپنے نفس سے نیکی اور بدی کا حساب لے، مثلاً: آج کتنی نیکیاں ہوئیں اور کتنی بُرائیاں؟ اگر ایک دن میں مثلاً: پانچ غلطیاں ہوگئیں تو ایک مہینے کی ڈیڑھ سو اور ایک برس کی اٹھارہ سو

غلطیاں ہوں گی، اگر اسی طرح مسلسل غلطیاں ہوتی رہیں اور ان کے ازالے کی کوشش نہ کی تو آخرت میں عمر بھر کا حساب کیسے دے گا؟ "حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا" (ترمذی ج:۲ ص:۷۲) کا علماء وصلحاء نے یہی مطلب لیا ہے۔

۴:... عاقبت:

حساب سے فارغ ہونے کے بعد نفس کی تقصیر پر اس کو ملامت کر اور سمجھا، اور اس کوتاہی پر نفس کو کچھ عذاب (سزا) دے، تاکہ پھر دلیر نہ ہوجائے، سلف صالحین نے اسی طور کیا ہے، کہ انہوں نے اپنے نفس کو خوب سمجھایا اور پیٹا ہے۔

۵:... مجاہدت:

بزرگانِ دین عقوبت (سزا) دینے کے بعد نفس کو عبادت: نوافل، روزہ یا صدقہ دینے سے سمجھاتے ہیں، غلطی ہوجانے پر اپنے اُوپر نوافل کا جرمانہ رکھتے ہیں، اگر نفس اس سے بھی نہ سمجھے تو پھر روزہ کا جرمانہ رکھتے ہیں، اور اگر پھر بھی سرکشی کرے تو مالی جرمانہ رکھ کر اسے سدھارتے ہیں، اور بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں رہے اور حکایاتِ صالحین جن میں عبادت کے مجاہدات کا تذکرہ ہو، پڑھتا رہے، اس کو مجاہدت کہتے ہیں۔

۶:... معاتبت:

ہر وقت اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے، اور ہر گناہ پر دوزخ کی دھمکی اور ہر عبادت پر بہشت کی ترغیب دیتا رہے، اور توبہ بھی کرتا رہے، اِن شاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ اصلاح ہوجائے گی۔

زیارت فیض بشارت کے لئے نسخۂ اکسیر:

یاد رکھنا چاہئے کہ دُرود شریف کو اگر اس ترکیب سے پڑھے تو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی بڑھ جائے گی، اور اکثر زیارت فیض بشارت سے بھی مشرف ہوجاتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوجائے گی۔

دُرودِ ابراہیمی کا معنی یاد کرے اس لئے کہ اس میں حضورِ پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تین دُعائیں اور تین درخواستیں ہیں، "صَلِّ" میں رحمت کرنے کی درخواست، "بَارِکْ" میں برکت کرنے کی عرض اور "سَلِّمْ" میں سلام بھیجنے کی التماس ہے۔

چاہئے کہ دُرود شریف پڑھتے وقت اپنے آپ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے پاس بیٹھا تصوّر کرے، اور اللہ تعالیٰ کو یہ تین درخواستیں دے اور ہر دُعا پوری نیازمندی سے ہو، اور "عَلٰی مُحَمَّدٍ" پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحی وجسمی فداہٗ) کا تصوّر کرے، اسی طرح "وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ" پر حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے اَتباع یا تابع داروں کا تصوّر کرے، دُرود شریف پڑھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صبح شام ایک، ایک سو مرتبہ پڑھا کرے، چند دن میں محبت کا جوش زیادہ ہونے لگے گا، اور ایک ہزار بار تک اس ترکیب سے پڑھتا رہے تو اُمید ہے کہ زیارت بھی نصیب ہوجائے گی۔

اسی طرح سورۂ "اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ" ایک ہزار بار ۴۱ روز پڑھے تو زیارت نصیب ہوجائے گی، اِن شاء اللہ۔

اسی طرح دُرود تاج ۳۱۳ بار اگر اکیس روز تک روزانہ پڑھے، اور اس میں یہ لفظ "دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمْ" جو بعد میں کسی اور نے درج کئے ہیں،

اور اصل دُرود میں نہیں ہیں، اِن الفاظ کو نہ پڑھے، تو اِن شاء اللہ تعالیٰ زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوگا۔

اِن سب کا مکمل تجربہ ہے، ہزاروں کو فائدے ہوئے ہیں، اور زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

مراقبۂ موت:

مراقبۂ موت، قبر، حشر اور اللہ کے سامنے پیشی کے استحضار سے گناہوں سے نفرت اور بندگی کی رغبت نصیب ہوگی، ذکر کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی محبت، اور دُرود شریف کی کثرت اور اس ترکیب سے پڑھنے سے حضورِ پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت، سنت پر عمل اور زیارت فیض بشارت نصیب ہوگی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

مختصر مراقبات ومحاسبہ:

اس کی صورت یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بیٹھ کر پہلے اپنے مرنے کو سوچے کہ خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں؟ پھر قبر کے حالات سوچے، وہ چار ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم:

۱:... منکر نکیر کے سوال میں پاس (کامیاب) ہوں گا یا فیل (ناکام)؟

۲:... میرے لئے بہشت کی کھڑکی کھلے گی یا دوزخ کی؟

۳:... قبر روشن ہوگی یا اندھیری؟

۴:... فراخ ہوگی یا تنگ؟

ان خیالات کو دو، تین منٹ تک حسرت کی نگاہ سے اس طور پر سوچے کہ گویا وہ معاملہ میرے پر آرہا ہے۔

پھر دو، تین منٹ حشر کے چار حالات سوچے:

۱:...انسانوں کی شکل میں اُٹھوں گا یا کسی اور شکل میں؟
۲:...اعمال نامے میرے داہنے ہاتھ میں آئیں گے یا بائیں ہاتھ میں؟
۳:...عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی یا دُھوپ میں تڑپتا رہوں گا؟
۴:... حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مجھے نصیب ہوگی یا نہیں؟

پھر پیشی کو سوچے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ مجھے دربارِ شاہی کی کچہری میں زندگی بھر کے حساب و کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا، بس سوچے کہ اب میں حاضر ہوں اور حیرت و انتظار میں بے قرار ہوں کہ مجھے معافی ملتی ہے؟ یا گرفتاری کا حکم ہوتا ہے؟ یہ فکر دو، تین منٹ سوچے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اپنے وجود سے وعدہ لے کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ کل بہتر ہوکر رہوں گا، اس کے بعد "سُبْحَانَ اللّٰہِ" ۳۳ بار، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" ۳۳ بار، اور "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" ۳۴ بار پڑھ کر سوجائے۔

اس سے قبل دن بھر کی ہر غلطی کو شمار کرتا رہے، جب عشاء کا وقت آئے اور مراقبۂ موت و محاسبہ کے لئے بیٹھے تو اوّل پورے دن کی غلطیوں کو شمار کرکے دو، تین منٹ اپنے آپ کو ملامت کرے، پھر مرنے اور قبر کی سوچ بطریقِ مذکور دو، تین منٹ اور حشر کی سوچ دو، تین منٹ اور رَبّ تعالیٰ کے حضور پیشی کی حیرت و دہشت کا تصوّر دو، تین منٹ اس طرح کرے جیسے مذکور ہوا، اگر یہ مراقبہ اس طرح پندرہ منٹ روزانہ کرتا رہے گا تو اِن شاء اللہ تعالیٰ گناہوں سے نفرت اور بندگی کی رغبت وغیرہ چیزیں دس بارہ دن میں شروع ہوجائیں گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ، دوام شرط ہے۔

دوامِ ذِکر کی آسان صورت:

دوامِ ذکر کی آسان صورت یہ ہے کہ "لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰہُ" کو زبان پر جاری رکھے، ہاتھ اگرچہ کام کی طرف ہوں، لیکن زبان کو رَبّ تعالیٰ کے ذِکر میں اتنا مشغول

کرے کہ زبان بے قابو ہوجائے یعنی بے خیالی میں بھی زبان پر ذکر جاری رہے۔ اگر ذکر کے وقت باوضو ہوتو بہتر ہے، اگر وضو نہ ہوتب بھی ذکر کرتا رہے، ظاہر ہے کہ نیند کے بعد ہر کوئی اُٹھتے ہی کلمہ پڑھتا ہے، اس وقت وضو کہاں ہوتا ہے؟ اگر ذکر پر اس طور مداومت کرے گا تو چند ہی دن میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش میں آجائے گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ، تجربہ کرکے دیکھیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ!

اگر کسی کو فائدہ ہوجائے تو غریب نوازی اور بندہ پروری کے طور پر میرے لئے فی سبیل اللہ حسنِ خاتمہ اور عذابِ قبر سے نجات کی دُعا کرے، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اور ہمیں دونوں جہان میں خورسند (خوش) اور بہرہ مند (کامیاب) فرمائے، آمین!

۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

www.ahlehaq.org

”قرآن مجید کی آیات اور احادیث میں جا بجا مذکور ہے کہ تم کو قیامت میں حساب دینا ہوگا، اسی بنا پر بزرگان برگزیدگان ہمیشہ اپنے حساب میں رہتے ہیں، جیسے شریک وسہیم سے یومیہ حساب لیا جاتا ہے، اور ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ اور عمر بھر کا حساب لیتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ اپنے نفس سے حساب لیتے ہیں۔“

تصفیۃ الاعمال
یعنی
اعمال کی صفائی
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ یَسِّر وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ

لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی خُصُوۡصًا عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الۡمُصۡطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الۡمُجۡتَبٰی!

اما بعد! بندہ ناکارہ الملتجی الی اللہ عبداللہ عُفی عنہ، اللہ تعالیٰ سے عارض ہے کہ کتب متقدمین مثل اکمال الشیم شرح اتمام النعم وغیرہ سے چند انفاسِ طیبات تصوّف کے اسرار و رُموز سے ملتقط کر کے مشتاقینِ کمالات، طالبینِ فیوضات اور صاعدینِ درجاتِ بے غایات کے پیشِ خدمت ہیں۔ شاید پڑھ کر اغلاط سے تسامح فرما کر اس گنہگار کے حسنِ خاتمہ وعفو کے لئے دُعا فرما دیں:

شاہاں را چہ عجب گر بنوازند گدارا!

اس مختصر رسالے میں چند فصول ہیں، جو پیشِ خدمت ہیں۔

فصلِ اوّل:

علم کا بیان:

فائدہ بخش علم وہ ہے جس کے ساتھ خوفِ خدا بھی ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ عالم میں اِتباعِ شریعت ہو، اگر اِتباعِ شریعت نہیں تو سمجھ لو کہ خوفِ خدا بھی نہیں۔ اور جس علم کے ساتھ دُنیاداروں کی خوشامد اور دُنیا کمانے کی توجہ ہو، تکبر اور بڑی بڑی خواہشات ہوں اور آخرت سے غفلت ہو، ایسا علم، علم نہیں، اور ایسا عالم، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارثوں میں شمار نہیں، ایسا علم دُنیا و آخرت میں ضرر رساں ہے۔ علمائے حقانی و غیرحقانی میں یہی فرق ہے۔ فائدہ بخش یعنی خوفِ خدا و اِتباعِ شریعت والے علم کی شعاعوں و انوار سے دِل پُر ہوجاتا ہے اور دِین و دُنیا کے تمام شک و وہم زائل ہوجاتے ہیں، شہوت و کدورت کی تاریکی دُور ہوتی رہتی ہے، اور ہر اَمر میں یقین و حقیقت کے دروازے کھلتے رہتے ہیں، جس علم کی یہ شان نہیں، وہ علم حقیقی نہیں، بلکہ محض زبانی علم ہے۔

فصلِ دوم:

عمل میں اِخلاص:

بندہ کے اعمال صرف بے جان صورتیں ہیں، اور اِخلاص کا وجود اُن اعمال کے لئے اَرواح ہیں، اگر عمل میں اِخلاص نہیں، تو وہ عمل صورت بے رُوح ہے، آخرت میں کس کام آئے؟ اِخلاص وہ ہے کہ ہر عمل دِکھاوے، شہرت اور نفسانی لذت سے خالی ہو، اسی طرح رُوحانی لذتوں کے ارادے سے بھی خالی ہو، مثلاً کشف، کرامت، انوار، سکر، صحو اور لذت وغیرہ کی نیت سے خالی ہو، کیونکہ یہ بھی مخلوق ہیں،

جیسے دِکھاوے وغیرہ کی نیت، مخلوق کی نیت ہے، اِخلاص میں تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت ہو، اگر یوں نیت کرے کہ عمل کی جزا میں بہشت ملے اور دوزخ سے بچ جاؤں، یا یہ نیت کرے کہ مجاہدہ و ریاضت سے اصلاحِ قلب ونفس ہو، یا یہ کہ قربِ الٰہی ہو، سب کا مصداق وہی اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت ہے۔

فائدہ:... بندہ کو چاہئے کہ عبادت اور نیک عمل پر جزا وعوض کا خواہاں نہ ہو، مثلاً: لذت، سکر، صحو، کشف، کرامت، انوار وغیرہ یا فراخیٔ رزق وعزت وغیرہ، بلکہ رضا مولیٰ تعالیٰ کا خواہاں ہو، کیونکہ جزا وثواب کے قابل وہ عمل ہے جو اِخلاص سے ہو، جب انوار وکشف وغیرہ کی طلب ہوگی تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا نہ رہی، تو اِخلاص اورصدق نہ رہا، اور جب اِخلاص وصدق نہ رہے، تو جزا وثواب کیسے ہو؟

خلاف طریقت بود کے اولیاء
تمنا کند از خدا جز خدا

بس یہی اس کے لئے کافی ہے کہ اس عمل پر مؤاخذۂ خداوندی نہ ہو، ثواب کی اُمید تو علیحدہ رہی۔ نیز سوچنا چاہئے کہ بندہ جس کام کا فاعلِ حقیقی ہو، اُسی کی جزا طلب کرسکتا ہے، جب یہ بندہ نماز، روزہ، حج وغیرہ کا فاعلِ حقیقی نہیں ہے، تو جزا کی طلب اس کے لئے کیسے زیبا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ فاعلِ حقیقی ہے، اُس نے ہی اس سے یہ نیک کام کرائے، نہ کہ اس بندہ نے ازخود کام کیا، بلکہ بندہ کو اس بات پر حیا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ سے اس کے عدمِ اِخلاص پر مؤاخذہ نہیں فرمایا، نیز بدلہ و عوض وہاں ہوتا ہے جہاں عمل دُوسرے کے لئے کیا جائے، جب بندہ نیک کام اپنے لئے کررہا ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کے لئے، کیونکہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں، تو پھر بدلہ کیسا؟

گناہ کی نسبت طاعت کے وقت حلم و عفوِ خداوندی کی زیادہ احتیاج ہے:

بندہ گناہ اور نافرمانی کے وقت جس قدر حلم اور عفوِ خداوندی کا محتاج ہے، بندگی اور طاعت کے وقت ان کے حلم اور عفو کا اس سے زیادہ حاجت مند ہے، اس لئے کہ مؤمن کی شان گناہ صادر ہوجانے کے بعد ندامت، حسرت، اپنے نفس پر نفرین اور بارگاہِ الٰہی میں تضرع و زاری اور توبہ ہے، ایسی حالت میں اس کی نظر اپنے نفس اور عمل پر نہیں رہتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عفو پر ہوتی ہے، یہی صفت عینِ مقصود اور بندہ کا کمال ہے، اور طاعت کے وقت بسا اوقات اس کی نظر اپنے عمل اور نیکی پر ہوتی ہے، اور اپنے آپ کو مطیع، عابد اور مستحقِ ثواب جانتا ہے، گویا بندے کا اللہ کے فضل اور رحمت پر اعتماد نہ رہا، بلکہ وہ اپنے نفس اور عمل پر معتمد ہوا، پس عجب نہیں کہ اس پر غضبِ الٰہی اور مؤاخذہ ہو، اسی لئے بندہ طاعت کے وقت حلمِ الٰہی اور عفو کا زیادہ محتاج ہے، اس لئے فرمایا گیا: "اِسْتِغْفَارُنَا یَحْتَاجُ اِلٰی اِسْتِغْفَارٍ کَثِیْرٍ":

میری طاعت پہ اب تو معصیت بھی عار کرتی ہے
میری توبہ پہ توبہ، توبہ اِستغفار کرتی ہے

لہٰذا بندہ اپنے نیک عمل میں اِخلاص حاصل کرنے کی از حد سعی کرے، اور اس پر خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا"

ترجمہ:... "کہہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مہربانی سے، سو اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں۔"

تجھے اپنی طاعت و عبادت کی توفیق بخشی:

بر و شکر کن کہ در کارِ خیرت بداشت
نہ چون دیگر انت معطل گزاشت

فصلِ سوم:

توبہ کا بیان:

توبہ کی ہر انسان کو ہر وقت ضرورت ہے، کیونکہ توبہ رُجوع الی اللہ کا نام ہے، یہ رُجوع خواہ گناہوں سے طاعت کی طرف ہو یا ادنیٰ طاعت سے اعلیٰ طاعت کی جانب ہو، خواہ ماسوا اللہ سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہو، خواہ رفعِ درجات کے لئے ہو:

"حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ"

پس جو دِل کہ جس میں اغیار موجودات کی صورتیں، حبِ جاہ و مال و اولاد وغیرہ کی تاریکی موجود ہو اور جو دِل غفلت کی ناپاکی سے پاک نہیں، بلکہ شہوات کی قید میں مقید ہے، اس میں نور کا گزر کیسے ہوگا؟ اور درگاہِ الٰہی تعالیٰ میں مقبولیت کس طرح نصیب ہوگی؟ وہ خدا تعالیٰ کے اسرار اور باریکیوں کی کیسے طمع کرسکتا ہے؟ ہاں! اگر ان لغویات سے تائب ہوجائے اور طاعات کے انوار سے منوّر ہوجائے، تو اُس وقت اس میں اسرار کے سمجھنے کی قابلیت ہوسکتی ہے، لہٰذا اوّل میل کچیل دُور کرے، پھر زیب و زینت اور آخر میں مقبولیت کی طمع اور اُمید باندھے۔

فائدہ:... گناہوں کے انبار کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے، اور رحمت کے سیلاب دیکھ کر طاعت سے استغنا، اور نافرمانی پر دلیری، محرومی کی علامت ہے، اور طاعات و عبادات کے فوت ہوجانے پر غم نہ ہونا، اور معاصی و

سیئات کے واقع ہونے پر پشیمانی کا نہ ہونا موتِ قلب (دِل مردہ ہونے) کی نشانی ہے، اور اگر طاعت پر فرحت اور گناہ پر غم و افسوس ہو، تو یہ علامت ہے کہ دِل نورِ ایمان سے زندہ ہے۔

پس توبہ کی، یعنی رُجوع الی اللہ کی ہر نیک و بد کو ضرورت ہے، نیک کو درجات بڑھانے کے لئے، اور بُرے کو بدی سے ہٹ کر اطاعت کے لئے:

اے برادر! بے نہایت در گہے است
ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

فصلِ چہارم:

عدمِ اِخلاص یعنی ریا:

ریا کی بُرائی کون نہیں جانتا؟ مگر بعض ریا ایسی ہیں کہ اُن کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا، بسا اوقات غامض اور باریک ریا عمل میں داخل ہوجاتی ہے، بعض مرتبہ آدمی چھپ کر عمل کرتا ہے، مگر خواہش کرتا ہے کہ لوگ میرے اعمال اور باطنی احوال کی خصوصیت جان لیں، مثلاً: لوگوں کو میرے نیک اعمال کی خبر ہوجائے اور مطلع ہوجائیں کہ اس کے باطنی حالات ایسے ہیں، اس نے اتنے سفر سلوک کے لئے کئے ہیں، اتنا مجاہدہ کیا ہے، ایسے مبشرات و اِلہامات ہوئے ہیں، یہ اور وہ کمالات و مقامات حاصل کئے ہیں، تو یہ بندہ، بندگی میں سچا نہیں، یہ خواہش ہی اس کے سچا نہ ہونے کی دلیل ہے، نیز یہ بھی ہے کہ اگر لوگوں کو کسی طرح پتا لگ گیا، تو یہ عابد شخص مجالس میں صدارت کا خواہش مند ہوگا، لوگوں کے تعظیم نہ کرنے پر تعجب کرے گا، اپنے آپ کا کوئی مرتبہ سمجھے گا اور لوگوں کو نادان و ناقدر شناس کہے گا، وغیرہ ذالک، تو یہ علامت

ہے کہ اس کے اندر دقیق ریا ہے اور اسی لئے عمل کرتا رہا ہے۔ عبودیت و بندگی میں سچا ہونا یہ ہے کہ غیر اللہ سے نظر اُٹھ جائے اور سوائے اپنے رَبّ تعالیٰ کے کسی کی طرف التفات نہ ہو:

اگر جبرائیلت نہ بیند روا است

ہاں! اگر یہ شخص عبادت میں مشغول ہے اور کسی نے دیکھ لیا اور عابد کو فرحت آنے لگی کہ دیکھنے والا عبادت کرتے دیکھ کر خود بھی عبادت کرے گا، تو یہ فرحت ریا نہیں، نیز یہ خیال آنا کہ مجھے نیک سمجھے گا، یہ بھی ریا نہیں، اس لئے کہ نیک کام اس کو دِکھانے کے لئے اور اپنے نیک بننے کے لئے شروع نہ کیا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شروع کیا تھا، یہ وسوسۂ ریا ہے، ریا نہیں، جو مضر نہیں، بشرطیکہ آگے چل کر کسی پر حجت نہ رکھنے لگے۔

فائدہ:... عابد کو چاہئے کہ ابتدائے کام، درمیان اور نیک کام کے ہو جانے کے بعد تصحیحِ نیت کرتا جائے، اگر خلل آنے لگے تو نیت خالص للہ کرے، خوب سمجھ لیں!

حق تعالیٰ جل شانہ جیسے عمل مشترک بین العبد والرّبّ یعنی ریا آمیز عمل کو پسند نہیں فرماتا، اسی طرح قلبِ مشترک کو جس میں حُبِ غیر بھی ہو اور حُب اللہ بھی ہو، محبوب نہیں رکھتا، یار خانہ خالی خواہد یعنی از غیر۔

فصلِ پنجم:

عبادات میں سے نماز کے بعض اسرار:

اللہ تعالیٰ کے بندے، گو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں، لیکن مخلوق سے ملنے جلنے اور طبعی ضرورتوں کے باعث ایک نوع کی کدورت ان کے قلب کو

لاحق ہوجاتی ہے، تو اس میل کچیل کے دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم فرمایا کہ اس مشغولی سے بندہ کو خالص حضوری نصیب ہو اور میل کچیل دُور ہو۔

رنگ برنگ عبادتیں مقرّر کرنے کا نکتہ:

انسان ضعیف البنیان ہے، ایک ہی کام کو دیر تک کرنے سے اُکتا جاتا ہے، اور حق تعالیٰ کی بندگی میں ہر وقت لگا رہنا بھی بندہ کا فرض ہے، لہٰذا حق تعالیٰ نے رنگ برنگ کی عبادتیں مقرّر کیں، جیسے: نماز، روزہ، تلاوت، حج، زکوٰۃ، ذِکر، قربانی وغیرہ، اور مختلف کاموں سے دِل بہلا رہتا ہے، پس رنگ برنگ عبادات کی ادائیگی سے دِل بھی نہ اُکتائے گا اور عبادت کی شان، ذوق اور فیوضات بھی علیحدہ علیحدہ رہیں گے۔

نیز اُکتانے کے مقابلہ میں حرص و شوق ہے، مثلاً: اگر حرص و شوقِ عبادت، نماز، روزہ کا بڑھا تو ان کے حقوق، ارکان و سنت وغیرہ کی ادائیگی میں نقص آئے گا، اور عجلت سے کام کرے گا، لہٰذا خاص خاص اوقات میں عبادتیں مقرّر کیں، تاکہ نماز کامل درجے کی ادا کرے اور افراط و تفریط سے بچ جائے، واللہ تعالیٰ اعلم!

عبادات کے واجب کرنے کا نکتہ:

جاننا چاہئے کہ بندوں کے ذمہ حق تعالیٰ کی بندگی عقلاً ضروری ہے، خواہ اللہ تعالیٰ عبادت کو ہم پر واجب فرماتے یا نہ فرماتے، غلام کا کام غلامی ہے، خواہ آقا حکم دے یا نہ دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بندوں میں وظائفِ عبودیت کے ادا کرنے میں غفلت دیکھی اور بندہ بجز پاک ہونے کے نہ شاہی دربار میں حاضری دے سکتا تھا، نہ بہشت میں جاسکتا تھا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

"مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ

یُرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ." (المائدۃ:۶)

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہیں تنگ کرنے کا نہیں،
بلکہ تمہیں پاک کرنے کا ہے۔"

لہٰذا غایتِ رحمت سے بندوں پر عبادت کو واجب فرمادیا، تاکہ خواستہ و نخواستہ عبادت کرتے کرتے پاک ہوکر بہشت میں بھی جائیں، اور شاہی دربار میں بھی حاضری ہو، جیسا کہ ارشاد ہے:

"فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ." (القمر:۵۵)

ترجمہ:... "بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے
جس کا سب پر قبضہ ہے۔"

جیسے باپ، بچے کو عینِ رحمت سے مطلق العنان نہیں چھوڑتا، کام میں لگاتا ہے، اور ناشائستہ حرکت پر تأدیب کرتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

فصلِ ششم:

وقت کی عزت و عظمت:

جاننا چاہئے کہ گزرا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا، اگر تو نے اس کی قدر نہ کی، غفلت میں اور گناہ میں گزار دیا تو اس کی حسرت کا پتا (انجام) تمہیں آخرت میں معلوم ہوگا، کفِ افسوس ملنے سے کچھ بھی نہ ہوگا، ہر سانس میں تیرے لئے خدا تعالیٰ کا اَمر، مقدر کیا ہوا انعام یا ابتلا ظاہر ہوتا ہے، اور ہر حالت کا حق، نعمت کا شکر اور مصیبت پر صبر کرنا تیرے ذمہ ضروری ہے، پس بندہ کو لازم ہے کہ ہر سانس میں صابر و شاکر رہے، اور اپنا ایک منٹ بھی ضائع نہ کرے، ہر کام میں نیت کی تصحیح کرے، سنت کے

مطابق عمل بنانے کی سعی کرے، اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرے، ریا، نمود، شہرت سے بچے اور کام کرتے وقت بھی ممکن ہو تو ذکر کیا کرے، خواہ دِل سے ہو یا زبان سے یا سانس سے یا مراقبہ وغیرہ سے۔

فارغ وقت ملنے یا ماسوا اللہ سے دِل صاف ہونے کا انتظار نہ کرے۔ اکثر دُنیا میں پھنسے ہوئے لوگ اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کام ہوجائے تو پھر فراغت سے یادِ الٰہی تعالیٰ میں مشغول ہوں گے، مگر نہ دُوسرے تیسرے کام میں مشغولیت اور نہ تمناؤں کا اختتام ہوتا ہے، نہ یادِ الٰہی ہوتی ہے، انہیں یہ ہدایت ہے کہ فراغت کے وقت کا انتظار نہ کریں، اسی حالتِ پریشانی میں یادِ الٰہی کی ہمت کریں، وہ یادِ الٰہی خود بخود سب بکھیڑے دِل سے دُور کردے گی۔

نیز سالکِ مشغولِ الٰہی کو کسی دُنیوی اشغال کے باعث کدورت لاحق ہوجائے تو اس کا منتظر نہ رہے کہ کدورت سے خلاصی ہو تو ذکر میں مشغول ہوں، اس لئے کہ یہ اَمر تجھ کو اس وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مراقبہ اور نگہداشت سے جدا کردے گا، اور یہ وقت غفلت میں صَرف ہوگا، اور دُوسرے وقت کا پتا ہی نہیں کہ آئے گا یا نہیں؟ واللہ اعلم!

یاد رکھنا چاہئے کہ بندہ کے ذمہ دو قسم کے حقوق یعنی عبادات ہیں:

ایک وہ حقوق جو اوقاتِ معینہ میں واجب ہیں، مثلاً: نماز، روزہ وغیرہ۔

اگر یہ عبادات وحقوق قضا ہوجائیں تو دُوسرے وقت میں اُن کی قضا ممکن ہے، آپ ادا کرسکتے ہیں۔

دُوسرے حقوق اوقات کی عبادات میں کہ ہر منٹ وگھنٹہ میں بندہ پر چار حالات میں سے کوئی نہ کوئی حالت وارِد ہوتی ہے، مثلاً:

۱:...نعمت، ۲:...مصیبت، ۳:...طاعت، ۴:...معصیت۔

نعمت کا حق، شکر ہے، مصیبت کا حق، صبر کرنا ہے، طاعت وعبادت کا حق اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کا مشاہدہ کرنا ہے کہ اس نے ہی توفیق عطا فرمائی ہے، اور معصیت میں توبہ و اِستغفار میں مشغول ہونا ہے، اور ہر وقت اور ہر حالت میں اسی کا حق ادا کرنا بندہ پر لازم ہے، اگر اُس وقت میں اس کا حقِ واجب ادا نہیں کرسکا تو دُوسرے وقت میں، اور دوسری حالت میں، اُس دُوسرے وقت کا حق ادا کر سکے گا، نہ کہ اس وقت کا جس کا حق ادا نہیں کرسکا، پس اگر یہ حقوق قضا ہوجائیں تو ان کی قضا ممکن نہیں، پس واجب ہے کہ کسی وقتِ قلیل وکثیر کو یادِ الٰہی سے خالی نہ رکھے۔

فصلِ ہفتم:

ذِکر کا بیان:

اکثر ذاکر و شاغل کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ذِکر میں ہمارا دِل نہیں لگتا، غلط خیالات کا ہجوم ہوتا ہے:

برزبان تسبیح و در دِل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

کے مصداق ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ذِکر میں غفلت ہونے سے اور وساوس آنے سے ذِکر کو نہ چھوڑنا چاہئے، اس لئے کہ اس وقت ذِکر تو ہے، گو وساوس بھی ہیں، اور اگر ذِکر چھوڑ دیا تو وساوس باقی رہیں گے، لیکن ذِکر نہ رہا، یہ ذکر چھوڑ دینا سخت ہے ذِکر مع الغفلت سے، اگر زبانِ ذاکر کو دوزخ سے نجات ملی تو کیا بقیہ اعضا کو نہ ملے گی؟ کیا یہ کم درجہ ہے کہ تمام بدن میں سے ایک عضو کو یادِ الٰہی میں مشغولیت ہو؟ اور نیز کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غفلت آمیز ذِکر سے ایسا ذِکرِ بیداری نصیب فرمادے

کہ جس میں قلب وساوسِ نفسانیہ کی طرف نہ جائے، نیز اس کی برکت سے اور ترقی عطا فرمائے کہ ذِکرحضور رحمت سے دے دیوے، زبانی ذِکر میں محض زبان مثلاً ذاکر تھی، اور دِل میں وساوس کا غلبہ تھا، اور ذِکرِ بیداری میں دِل ذِکر کی طرف متوجہ تھا، بیدار تھا اور وسوسہ سے خالی تھا، اور ذِکرِحضوری میں ذِکر، قلب کی صفت بن گئی تھی، جیسے دیکھنا سننا، آنکھ کان کی صفت ہے، گویا ذِکرقلب کی صفتِ لازمہ ہوگئی، لیکن پھر بھی قلب کو اِدراک واحساس ہے کہ میں ذاکر و حاضر ہوں اور کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ اور ترقی عطا فرمائے کہ ذِکرِحضور کا یہ اِدراک بھی نہ رہے کہ میں ذاکر ہوں، بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے ماسوا قلب سے ہر چیز غائب ہوجائے، بس اللہ ہی رہ جائے، اور ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' میں ''اِلٰہ'' کی نفی میں غیر مُنتفی ہوجائے، وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ!

حضرت حکیم الأمت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ: یہ شعر برزبان تسبیح والا غیرمحقق متصوف کا ہے اور مدرج ہے، ورنہ ذاکر کو اس سے زیادہ اور کیا بزرگی اور فضیلت چاہئے کہ اللہ نے تجھ کو زبان سے، دِل سے اور اعضا سے اپنا ذاکر بنایا ہے، تو اُس کا ذکر وعبادت بجا لارہا ہے، ورنہ تجھ جیسے اور آدمی بھی تو ہیں، جو اس سے محروم ہیں، لہٰذا: منت از وشمار کہ بخدمت بداشتت، اور تجھ کو اپنی طرف منسوب کیا، اور تو لوگوں میں ولی اللہ، اللہ کا دوست کہلایا جاتا ہے، دُنیا کا حاکم اگر کسی کو کوئی لقب دے دیتا ہے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، یہ لقب تو آپ کو شہنشاہِ مالک الملک سے ملا ہے۔ نیز مالک الملک اپنے ملأ الاعلیٰ عرشی فرشتوں میں تیرا مذاکرہ کرتا ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو شخص مجھ کو اپنے جی میں یاد کرتا ہے، اس کو میں بھی اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، اور جو شخص مجھ کو محفل میں یاد کرتا ہے، میں اس کو ایسی محفل میں یاد کرتا ہوں

کہ وہ محفل اس کی محفل سے بہتر ہے، یعنی ملائکہ کی محفل میں۔''

(مشکوٰۃ ص:۱۹۶)

علاوہ بریں یہ کہ اگر ذاکر کو کچھ لذت، انوار، سکر، صحو اور استغراق وغیرہ بھی عطا فرمادے تو سبحان اللہ! اپنا ذِکر و عبادت بھی دی اور اس کے فوائد دُنیا میں بھی بخشے، اور اگر کوئی فائدہ نظر نہیں آیا تو ذِکر عطا کرنے کا کیا کم فائدہ ہے؟ اور آخرت کا پورا فائدہ تو برزخ، قیامت اور بہشت میں یقیناً ثابت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

فصلِ ہشتم:

فکر کا بیان:

قلب کا سیر کرنا مخلوقات کے میدانوں میں فکر ہے، یعنی مخلوقات میں حق تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں اور عجیب و غریب تصرفات کہ: کوئی مرتا ہے، کوئی جیتا ہے، کوئی فقیر ہے، کوئی غنی وغیرہ، ان عجائبات سے عبرت حاصل کرکے حق تعالیٰ کے کمال، جلال اور جمال کا مطالعہ کرنا فکر کہلاتا ہے، اس سے یقینِ کامل نصیب ہوگا، اور یقینِ کامل کی برکت سے عملِ صالح، جان، مال، آبرو اور وطن کی قربانی کی توفیق اس کی رحمت سے عطا ہوجاتی ہے۔ پھر فکر کی کئی اقسام ہیں:

اوّل:... اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا ممنوع ہے، اس سے دائرۂ ایمان سے نکل جانے کا خوف ہے۔

دوم:... اس کی صفات میں فکر کرنا کہ وہ حکیم ہے، علیم ہے، خالق ہے، رازق ہے۔

سوم:... اس کے افعال میں فکر کرنا کہ کسی کو غنی کیا، کسی کو فقیر، کسی کو نیک

اور کوئی بد ہے۔

چہارم:... اس کی طاعت میں فکر کرنا کہ اس کی جزا و ثواب کس قدر ہے؟ اور معصیت میں کہ اس کی نافرمانی میں کیا عقاب و عذاب ہے؟

پنجم:... اس کی نعمتوں میں فکر کرنا کہ مجھ پر اور مخلوق پر کیا کیا اور کس قدر نعمتیں ہیں؟

ششم:... دُنیا کی فنا اور آخرت کی بقا میں فکر کرنا۔

ہفتم:... قرآن مجید کے دقائق، اسرار و نکات میں فکر کرنا، وغیر ذالک۔

فائدۂ فکر:

فکر، قلب کا چراغ ہے، اور قلب بغیر فکر کے مثل اندھیری کوٹھڑی کے ہے، اسی طرح بغیر فکر کے کسی چیز کی حقیقت منکشف نہیں ہوتی، اور حق کا حق ہونا، باطل کا باطل ہونا، دُنیا کا فانی ہونا، آخرت کا باقی ہونا، حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور قہار و منعم ہونے کا مشاہدہ۔ اور نیز اپنے نفس کے مخفی عیوب اور نفس کے حیلوں کا علم ہونا، فکر ہی کے ثمرات و نتائج ہیں۔

فکر میں عباد اللہ کی اقسام:

حق تعالیٰ کے خاص بندے دو قسم کے ہیں: ۱:... سالک۔ ۲:... مجذوب۔

سالک وہ ہے جو آثار و اَحوال سے استدلال کرکے مؤثر تک پہنچے، یعنی مخلوقات و مصنوعات میں فکر کرنے سے اس کو اسماءِ الٰہیہ و اوصافِ الٰہیہ تک راہ ملتی ہے، پھر اسماء و صفات میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ قلب کو ذاتِ پاک تک راہ مل جاتی ہے، اس کو سالک کہتے ہیں۔

اور مجذوب وہ ہے جو مؤثر سے استدلال کرکے آثار پر پہنچے، اوّل اس کے

قلب کو ذاتِ پاک کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے، پھر اس کے بعد وہ صفات و اسماء کے اندر سیر کرتا ہے، اور پھر اُس سے مخلوقات و مصنوعات کی سیر میں آتا ہے۔

پس سالک کو نیچے سے اُوپر کو لے جاتے ہیں، اور مجذوب کو اُوپر سے نیچے کو اُتارا جاتا ہے، مگر یہ حال اُن کا ہے جن کے حال کی تکمیل کرائی جاتی ہے، ورنہ بعض جذب کی حالت میں اور بعض سالک درمیان میں رہ جاتے ہیں۔

سب اقسامِ فکر دو قسم ہیں:

اوّل:... ایک فکر تصدیق و ایمان سے پیدا ہوتی ہے، یعنی محض اللہ تعالیٰ و رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا جاننے سے پیدا ہوتی ہے، مشاہدہ و معائنہ سے پیدا نہیں ہوتی، یہ فکر سالکین کی ہے۔

دوم:... فکر کا منشا مشاہدہ و معائنہ ذاتِ پاک ہے، صرف ایمان و تصدیق اس کا سبب نہیں، سالک کی نظر اوّل مخلوق پر ہوئی، اس کے بعد خالق و صانع کا مشاہدہ ہوا، اور مجذوب کی اوّل نظر خالق و صانع، رحمٰن و رحیم پر ہوتی ہے کہ موجود ہیں، لہٰذا مخلوق، مصنوع اور مرحوم بھی ہے، اسی لئے سالک ہوش و حواس والا ہوتا ہے، اور مجذوب سے اکثر حرکات خلافِ عقل ہوتی ہیں، لیکن سمجھ لینا چاہئے کہ سب علوم قلبی، ذوقی، وجدانی اور وہبی ہیں، اس میں علومِ ظاہری اور کسب کا دخل کم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

فصلِ نہم:

سالکین کے مراتب:

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے دو قسم کے ہیں: ۱:...ابرار۔ ۲:...مقربین۔

ابرار: کو ظاہری عبادت کرنے کے لئے مقرّر فرمایا ہے، عبادت ان کا شب و

روز کا کام ہے، ان کا انتہائی مقصد دوزخ سے نجات اور بہشت میں داخل ہونا ہے۔

مقربین: کا لحظۂ نظر ہر وقت یہ ہے کہ قلب میں سوائے ذاتِ واحد تعالیٰ کے کچھ نہ رہے، جنت و دوزخ کی طرف اُن کا التفات نہیں، اُن کی غرض کے موافق اُن کی امداد کی جاتی ہے، ماسوا اللہ کو اُن کے قلوب سے مٹایا جاتا ہے، دونوں فریق مخصوص بندے ہیں، کسی پر اعتراض اور کسی کی تحقیر جائز نہیں، فافہم!

یاد رکھنا چاہئے کہ: عوام کرامت اور عجیب باتوں کے بہت معتقد ہوتے ہیں، جس سے کوئی نئی بات دیکھی، اس کو ولی جانتے ہیں، حالانکہ اصل کرامت شریعت پر استقامت ہے، یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس شخص کے اندر کرامت دیکھی جائے، اس کو اَمراضِ باطنہ و خصائلِ رذیلہ سے بھی پوری خلاصی ہوگئی ہو، بلکہ کبھی غیر مسلم سے بھی خوارق اور کرامت بطور اِستدراج کے ظاہر ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کرامت، ولایت کی علامت نہیں، اصل چیز دِین پر استقامت اور نفس کا تزکیہ وتصفیہ ہے۔

فائدہ:... پردہ پوشی دو قسم پر ہے۔ عوام: تو یہ چاہتے ہیں کہ گناہ مخلوق پر ظاہر نہ ہوں، تاکہ بدنام نہ ہوں اور عزّت باقی رہے، اور مخلوق سے منافع آتے رہیں۔ مگر خواص: کی پردہ پوشی اس لئے ہوتی ہے کہ اپنے بادشاہ جل و علا کی نظرِ لطف سے نہ گر جائیں، اس لئے اللہ تعالیٰ سے گناہ کے واقع ہونے سے پردہ پوشی مانگتے ہیں، مخلوق سے ان کی نظر اُٹھ گئی ہے، نہ مخلوق سے نفع کی اُمید، نہ ضرر کی فکر، نہ اُن کو کسی کے بُرا بھلا کہنے کی پروا۔

فائدہ:... اہل اللہ کے تین گروہ ہیں:

۱:... مجذوب، ۲:... سالک، ۳:... مجذوب و سالک۔

مجذوب: ایسا گروہ ہے کہ ان کے دِلوں کے انوار ان کے اذکار سے پہلے

ہوتے ہیں، یعنی وہ اوّل ذِکر و شغل نہیں کرتے، بلکہ پہلے ہی ان کا قلب منوّر کردیا جاتا ہے، ان کو وصول الی اللہ اور مقامِ مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے، اس کے بعد اُن کی سیر اسماء، صفات اور مصنوعات کی طرف ہوتی ہے، اور ذاکر ہوتے ہیں اور ان کو ذِکر میں کچھ تکلف نہیں ہوتا، سانس کی طرح بلامشقت جاری ہوتا ہے۔

اور سالکین کو اَذکار، محنت، ریاضت اور مجاہدہ مشائخ بہ تکلف کراتے ہیں، اس کے بعد قلب میں نورِ یقین آتا ہے، اور وصول الی اللہ ہوتا ہے، لہٰذا ان کے اذکار ان کے انوار سے مقدم ہوتے ہیں۔

اور بعض وہ گروہ ہیں کہ ان کے اذکار و انوار ساتھ ساتھ چلتے ہیں، جب بھی ذِکر کرتے ہیں، انوار آنا شروع ہوجاتے ہیں، جو کہ ان کو حق تعالیٰ کی طرف جذب کرتے ہیں، ان حضرات کا سلوک و جذب ساتھ ساتھ رہتا ہے، ان لوگوں کے اندر ذِکر بھی ہے اور نور بھی ہے، سالک کے قلب کی نظر پہلے مخلوقات و مصنوعات پر، پھر فضلِ الٰہی سے اسماءِ الٰہی کی سیر میں، پھر اوصافِ الٰہی تعالیٰ، پھر ذات تک پہنچتی ہے، اور اہلِ جذب کی نظر پہلے ذاتِ کاملہ پر ہوتی ہے، ذوقی طور سے ذاتِ پاک کا معائنہ کرتے ہیں، پھر صفات کا تعلق ذات کے ساتھ ہونے کی بنا پر وہ دِل کی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں، پھر اسماءِ پاک کے تعلق کی طرف آتے ہیں، یعنی مخلوقات و مصنوعات سے اسماء کا تعلق دِکھایا جاتا ہے، کہ ان کا صدور اسماء سے ہے، اور سالکین کی بالعکس ہے، پس ذاتِ مقدسہ، مجذوبین کی سیر کی ابتدا اور سالکین کی سیر کی انتہا ہے۔

اسی طرح سالکین ہر فریب و مکر سے واقف ہوتے ہیں اور مجذوبین کو فریب

ومکر سے ناواقفیت ہوتی ہے۔

سالک، مجذوب سے افضل ہوتا ہے، اس سے مخلوق کو نفع پہنچتا ہے، بخلاف مجذوب کے کہ اگر جذب میں رہے، تو وہ شیخ ہونے کے قابل نہیں ہوتا، مگر یہ کہ اس کا نزول کامل ہوجائے تو مشیخت کے قابل ہوتا ہے۔ کذا فی اکمال الشِیَم

واللہ تعالیٰ اعلم!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خیر خلقہ سیدنا محمد

وآلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

طاعۃ الالٰہ فِی مایتعلقُ بالاعضاء
یعنی
اعضاء سے متعلق طاعات
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

رَبِّ یَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡر

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی نِعَمَائِہِ الشَّامِلَۃِ وَاٰلَائِہِ الۡکَامِلَۃِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ ھُوَ خَیۡرُ الۡکَائِنَاتِ السَّابِقَۃِ وَاللَّاحِقَۃِ وَعَلٰی اَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ ھُمۡ اَفۡضَلُ مِنَ الۡاُمَمِ الۡمَاضِیَۃِ وَالۡاٰتِیَۃِ وَعَلٰی اَتۡبَاعِہِ الَّذِیۡنَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡقُرُوۡنِ السَّالِفَۃِ، اَمَّا بَعۡدُ!

جاننا چاہئے کہ ربوبیت وعبودیت دونوں متضاد چیزیں ہیں، جو ربوبیت کا مستحق ہے، اس میں عبدیت نہیں ہوسکتی، جو عبد اور غلام ہے، اس میں ربوبیت کہاں؟ انسانی کمال، عبدیت ہے، جس قدر عبدیت زیادہ ہوگی، اسی قدر کمال بڑھ کر ہوگا، چونکہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت میں تمام اوّلین وآخرین سے بڑھ کر تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ’’عبدہٗ وعبداللہ‘‘ کے لقب وتاج سے کیا، اور اُمتِ مرحومہ کو التحیات میں اسی کے پڑھنے کا حکم فرمایا، پس جس بندے میں عبدیت زائد ہوگی، اس کو حضور لامع النور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رابطۂ محبت زیادہ ہوگا، وہ انوار وبرکاتِ محمدی سے مستفیض زیادہ ہوگا، اور جو عبدیت میں جتنا ناقص ہوگا، وہ کمال میں اتنا ہی ناقص ہوگا، قرآن مجید نے ہمیں عبدیت کے طرق وآداب سکھلائے، تاکہ ہم صحیح عبد بن جائیں اور ہمیں طہارتِ کاملہ نصیب ہو،

جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: "مَا یُرِیْدُ اللہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ" (المائدہ:۶) (اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے تنگ کرنے کا نہیں، بلکہ (اس کا) ارادہ تمہارے پاک کرنے کا ہے)۔ اسی لئے اعضاء سے متعلق مختصر اقسامِ عبدیت جو کہ کتبِ متقدمین سے مأخوذ ہیں، پیشِ خدمت ہیں: گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

اللہ تعالیٰ ببضاعۃ مزجاۃ قبول فرما کر مشکور فرمائے، اللّٰھم اٰمین!

عبدیت کے متعلق مختصر نوٹ:

عبدیت:... دو چیزوں سے مرکب ہے، "غایۃ الحب بغایۃ الذل والخضوع"، یعنی نہایت محبت، جو انتہائی ذِلت اور نیاز کے ساتھ ہو، اسی کا نام "عبد" ہونا ہے۔ اگر محبت ہے مگر نیاز و انکساری نہیں تو بھی عابد نہ ہوگا، اگر نیاز ہے، مگر محبت نہیں تو بھی عابد نہیں ہوسکتا۔ منکرینِ محبتِ عباد، حقیقتِ عبودیت کے منکر ہیں، اور منکرینِ محبوبیتِ رَبّ تعالیٰ، اس کی اُلوہیت کے منکر ہیں، اگرچہ اقرار کرتے ہوں کہ وہ رَبّ العالمین اور خالق ہے، اسی کو توحیدِ ربوبیت کہتے ہیں، جس کے مشرکینؒ بھی معترف تھے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

"وَلَئِنْ سَأَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللہُ"

(الزخرف:۸۷)

ترجمہ:... "اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے بنایا ہے؟ تو کہیں گے: اللہ نے۔"

اور ارشادِ الٰہی ہے:

"قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھَآ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. سَیَقُوْلُوْنَ لِلہِ" (المؤمنون:۸۴،۸۵)

ترجمہ:... "تو کہہ: کس کی ہے زمین؟ اور جو کوئی اس

میں ہے؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ کہیں گے: سب کچھ اللہ کا ہے۔"

اور یہ توحید اُن کو شرک سے خارج نہیں کرسکتی، اسی لئے توحیدِ ربوبیت سے توحیدِ الٰہیہ پر ان کے خلاف حجت اور دلیل پکڑی جاتی ہے، کہ جب خالق اور مالک وہی ہے تو اِلٰہِ برحق اور معبود بھی وہی ہے، بس!

یاد رکھنا چاہئے کہ مدارِ محبت دو چیزیں ہیں: ا:...جمال۔ ۲:...کمال۔

جمال کی دو اقسام ہیں: ا:...ظاہری۔ ۲:...باطنی۔

جمالِ ظاہری: جیسا کہ حدیث میں ہے:

"اِنَّ اللهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ" (مشکوٰۃ ص:۴۳۳)

ترجمہ:... "بے شک اللہ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے۔"

نیز جب وہ خالقِ جمال ہے تو خود کیا ہی جمیل ہوگا؟ جس کے بے انتہا جمال کے پرتو و تجلی کے سامنے چاند، سورج، ستارے، ذرّہٴ بے مقدار ہیں تو وہ خود کیسا جمیل ہوگا؟ اس کا جمال ذاتی اور دائمی ہے، اور مخلوق کا جمال عطائی اور بے بقائی ہے، جو موت سے ختم ہوجاتا ہے۔

کمال تین قسم پر ہوتا ہے: ا:...ذاتی۔ ۲:...صفاتی۔ ۳:...افعالی۔

لفظِ "اللہ" تمام اسمائے حسنیٰ کے معانی کو اِجمالاً مشتمل ہے، اور اسمائے حسنیٰ اس کی تفصیل ہیں، نیز لفظِ اللہ اس پر دلالت کرنے والا ہے کہ وہ مألوہ معبود ہے، خلقت اس سے محبت، نیاز اور حوائج و مشکلات میں اس کی طرف رُجوع کرنے والی ہے، پس وہ کمالِ ربوبیت اور رحمت کو مستلزم ہے، جو کہ کمالِ ملک کو متضمن ہے، اور کمالِ ربوبیت، کمالِ رحمت اور کمالِ ملک جمیع صفاتِ کمال کو مستلزم ہیں، اس لئے جو حی، سمیع، بصیر، قادر، متکلم اور مرید نہ ہو، اس کے لئے ان تین صفات کا ثابت ہونا

محال ہے۔ پس صفاتِ جلال و جمال اسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں، اور صفاتِ فعل، مثلاً: نفع وضرر پر قادر ہونا، متفرّد ہونا، اور تمام تدابیر حکمت سے کرنا، اسمِ رَبّ کے ساتھ مخصوص ہیں، اور صفاتِ احسان، مثلاً: منّت، رأفت اور لطف وغیرہ، اسمِ رحمٰن کے ساتھ مخصوص ہیں، پس وہی صاحبِ جمال بھی ہے اور صاحبِ کمال بھی، لہٰذا انتہائی محبت، انتہائی ذِلت اور خضوع کا مستحق وہی ہے، اسی کا نام ''عبدیت'' ہے۔

عبودیت دو قسم پر ہوتی ہے:

۱:...عامہ ۲:...خاصہ۔

عامہ:... جیسا کہ آسمان و زمین والے اور مؤمن و کافر اس کے حکمِ تکوینی کے مطیع ہیں، تمام کائنات میں اسی کا حکم، مثلاً: موت، حیات، عزّت، ذلت وغیرہ، جاری ہے، اس کو عبودیتِ قہر و ملک کہتے ہیں۔ کقولہٖ تعالیٰ:

''اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا'' (مریم:۹۳)

ترجمہ:...''کوئی نہیں آسمان اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہوکر۔''

خاصہ:... جیسا کہ مؤمن و مسلم، محبت و نیاز سے اس کے اَوامر و نواہی کے متبع ہیں، کقولہٖ تعالیٰ:

''فَبَشِّرْ عِبَادِ. الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ'' (الزمر:۱۷، ۱۸)

ترجمہ:...''سو تو خوشی سنادے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں سے نیک ہے۔''

اس کو عبودیتِ طاعت و محبت کہتے ہیں۔

مراتبِ عبودیت دو قسم پر ہیں:

عبودیت علماً ہوگی یا عملاً۔ عبودیت علماً دو قسم کی ہوتی ہے:

ا:... یہ کہ عابد، اللہ کی ذات، صفات، افعال اور اسمائے باری تعالیٰ کا علم رکھتا ہو، اور یقین کرتا ہو کہ جو چیز اس کی شان کے لائق نہیں ہے، وہ اس سے پاک ہے۔

۲:... یہ کہ اس کے دِین و اَحکامِ شرعی کو جانتا ہو، اور جزا و سزا سے واقف ہو۔

عبودیتِ عملی کے بھی دو مرتبے ہیں، ایک اصحابِ یمین کے لئے ہے، اصحابِ یمین وہ لوگ ہیں جو واجبات کو ادا کرنے اور محرّمات سے بچنے والے ہوتے ہیں، اُن سے بعض مستحبّات کا ترک اور بعض مکروہات کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔

دوم: مقربین ہیں، وہ لوگ مکروہات سے مجتنب اور مستحبّات پر بھی حتی الوسع عامل بھی ہوتے ہیں، اور صحیح نیت اور سنت وغیرہ کی پابندی سے ان کے مباحات بھی طاعات بن جاتی ہیں۔

مدارِ عبودیت پندرہ چیزیں:

جاننا چاہئے کہ اَحکامِ عبودیت پانچ قسم ہیں: ا:...واجب، ۲:...مستحب، ۳:...حرام، ۴:...مکروہ، ۵:...مباح۔

اَحکام و قوانینِ عبودیت پر عمل کرنے والی تین چیزیں ہیں: ا:...دِل، ۲:...زبان، ۳:...اعضاء۔

بعض اَحکام دِل، زبان اور اعضاء پر واجب، بعض مستحب، بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہیں، مجموعہ اَحکام پندرہ ہوگئے، جس کی مختصر تفصیل و تشریح پیشِ خدمت ہے:

قلب کے اَحکامِ واجبہ دو قسم ہیں:

بعض ایسے اَحکام جو متفقہ واجب ہیں، اور بعض مختلف فیہ ہیں۔

متفقہ واجب:... جس پر سب کا اتفاق ہو کہ یہ بے شک ضروری ہے، یہ ہیں: مثلاً: اِخلاص، صدق، توکل، محبت، صبر، انابت، خوف، رجا، تصدیقِ جازم، نیت فی العبادۃ۔ پھر اِخلاص اور صدق میں بھی فرق ہے:

اِخلاص: یہ ہے کہ مطلوب منقسم نہ ہو، یعنی ایک ہی چیز مقصد ہو، اگر دو یا دو سے زائد چیزیں ایک ہی کام میں مقصد ہوئیں تو مقصد ایک نہ رہا، جیسے جمعہ بھی پڑھوں گا اور فلاں فلاں کام بھی کرنا ہے، تو جمعہ پڑھنا ہی خاص مقصد نہ رہا، اور جمعہ پر جانے میں اِخلاص نہ رہا۔

صدق: یہ ہے کہ طلب منقسم نہ ہو، یعنی اس کی کوشش کرنا، محنت کرنا، تکلیف جھیلنا وغیرہ ایک ہی کام کے لئے ہو، مثلاً: اگر مکہ مکرمہ جارہا ہے حج کے لئے بھی اور تجارت کے لئے بھی۔ مطلوب تو اگرچہ واحد ہے یعنی مکہ مکرمہ جانا، لیکن طلب ایک نہیں دو ہیں، تو صدق نہ رہا۔

اور اگر طلب میں توحید ہے اور مطلوب واحد نہیں تو طلب میں توحید، یعنی صدق ہے اور مطلوب میں توحید یعنی اِخلاص نہیں، فافہم!

اخلاص اور نیت فی العبادۃ میں فرق یہ ہے کہ اخلاص میں سالک، معبود و مطلوب کو غیر سے منفرد کرتا ہے، اور نیت فی العبادۃ یہ ہے کہ عبادت کو عادت سے جدا کرے، اور مراتبِ عبادت میں تمیز کرے، مثلاً: فرض کو نفل سے نیت میں جدا کرے، تو نیت فی العبادۃ، اِخلاص پر زائد چیز ہے، (اس میں کمال کرنا درجہ استحبابی ہے، اور ادنیٰ درجہ وجوبی ہے)، اس کا اعلیٰ مرتبہ حصۂ سابقین (مقربین) ہے، اور ادنیٰ درجہ اصحابِ یمین کو نصیب ہے۔

مختلف فیہ:... جس کے واجب ہونے میں اختلاف ہے، قلب جو کہ بادشاہ اور تمام اعضاء اس کی رعیت ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایسے قائم ہوجائیں کہ تمام کے تمام امتثالِ حکم میں پوری طرح سرگرم ہوجائیں، بعض کے نزدیک یہ واجب ہے، اور بعض کے نزدیک واجب نہیں۔

محرّمات قلبیّہ:

محرّمات قلبیّہ، مثلاً: کبر، ریا، عجب، حسد، غفلت، نفاق وغیرہ ہیں۔ محرّمات دو قسم ہیں، ا:... یا کفر ہیں، مثلاً: شک، نفاق فی الاعتقاد، شرک اور اس کے توابع وغیرہ۔ ۲:... یا معصیت ہیں۔

پھر معصیت بھی دو قسم ہے: ا:... کبیرہ ۲:... صغیرہ۔

کبائر:... مثلاً: ریا، فخر، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید ہونا، اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا، ناحق پر فرحت ہونا، مسلمانوں کے رنج سے خوش ہونا اور مسلمانوں میں اشاعتِ فواحش کو پسند کرنا وغیرہ، یہ وہ گناہ ہیں جو زنا، شراب پینے، غیبت اور جھوٹ وغیرہ سے بڑھ کر ہیں، ان سے اجتناب سے قلب وجسم کی صلاحیت محفوظ رہتی ہے، کبائر کے ارتکاب سے عبودیت قلب سے جہل اور غفلت ایسی آفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

صغیرہ:... مثلاً: شہوتِ محرّمات، شہوتِ بدعت اور شہوتِ کبائر ہیں، پس شہوتِ کفر وشرک، کفر ہے، شہوتِ بدعت، فسق ہے، اور شہوتِ صغائر، معصیت ہے۔ پس درجاتِ خواہش سے کبیرہ، صغیرہ ہوجاتا ہے، پھر اگر اس شہوت وآرزو کو باوجود قدرت کے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دیا تو ثواب اور درجات لے گا، اور اگر بسبب عجز اور ضعف کے چھوڑا تو عقوبت کا مستحق ہوا، اس تمام عرض سے استحبابِ قلب اور مباح کا درجہ بھی معلوم ہوسکتا ہے۔

عبودیاتِ زبان کی پانچ اقسام:

ا:...واجب، ۲:...مستحب، ۳:...حرام، ۴:...مکروہ، ۵:...مباح۔

ا:...واجبِ زبان: مثلاً زبان سے ایمان کی شہادت دینا، قرآن مجید کی اتنی تلاوت جس سے نماز صحیح ہوجائے، سلام کا جواب دینا، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر، جاہل کو تعلیم دینا، گواہی کا ادا کرنا اور سچ بات کہنا وغیرہ۔

۲:...زبان کے مستحب یہ ہیں: مثلاً: قرآن مجید کی بقدرِ واجب سے کچھ زائد تلاوت کرنا، دوامِ ذِکراللہ اور علمِ نافع کا مذاکرہ وغیرہ۔

۳:... زبان کے محرّمات یہ ہیں: مثلاً: زنا کی تہمت لگانا، مسلمان پر دشنام طرازی، جھوٹ، جھوٹی شہادت دینا، اللہ تعالیٰ پر بلاعلم بات کہنا، بدعت کی ترغیب اور گناہوں کی اشاعت وغیرہ۔

۴:...مکروہاتِ زبان یہ ہیں: مثلاً: فضول اور لایعنی کلام کرنا، بلاضرورت لمبا کلام اور گانا وغیرہ۔

۵:...مباح کلام بعض کے نزدیک نہیں ہے، اور بعض کے نزدیک مباح کلام وہ ہے جو مساوی الطرفین ہو، واللہ تعالیٰ اعلم!

عبودیاتِ جوارح کی پانچ اقسام:

ظاہری حواس پانچ ہیں، اس حساب سے عبودیاتِ جوارح پچّیس ہوئیں، من جملہ اس کے سمع ہے، وہ بھی پانچ قسم کی ہے:

ا:...سمع واجب: نماز میں قرآن مجید سننا بشرطیکہ جہراً قراءت ہو، اسی طرح خطبہ سننا، اسلام، ایمان کے فرائض اور واجبات کا سننا وغیر ذالک۔

۲:...محرّماتِ سمع یہ ہیں، مثلاً: کفر و بدعت کا سننا، بشرطیکہ جواب کا ارادہ نہ ہو، کسی کا کلام چھپ کر سننا جبکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہو، بشرطیکہ اس کے سننے میں کوئی

اسلامی مصلحت نہ ہو، اسی طرح بیگانی یعنی غیرمحرَم خاتون کی آواز بغیر مصلحت مثلاً: ادائے شہادت وغیرہ سننا، اور آلاتِ لہو ولعب کا سننا، ہاں! جب آواز بلا اختیار آرہی ہوتو اس پر کان بند کرنا واجب نہیں۔

۳:... مستحب سننا: علم کے مسائل، ذکر اللہ اور ایسی چیز کا سننا جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اور وہ فرض بھی نہیں۔

۴:...اس چیز کا سننا مکروہ ہے جو ناپسند ہے اور اس پر عذاب نہیں۔

۵:...اور مباح کا بیان ظاہر ہے۔

عبودیاتِ چشم کی اقسام:

۱:... واجباتِ نظر یہ ہیں، مثلاً: واجب قراءت اور علم کے سیکھنے کے وقت قرآن مجید اور کتب کو دیکھنا، حلال وحرام کی تمیز کے لئے دیکھنا، ادائے شہادت کے وقت شہادت کی چیز کو دیکھنا، اور طبیب کا ضرورت کے وقت مریض کو دیکھنا وغیرہ۔

۲:...محرّماتِ نظر: مثلاً: شہوت سے اجنبی عورت کو دیکھنا، اور چوری وغیرہ کے لئے مال کا دیکھنا وغیر ذالک۔

۳:...نظرِ مستحب: یہ کہ علم سیکھنے اور تفقہ حاصل کرنے کے لئے دِینی کتب کو دیکھنا، ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھنا، آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرنا تاکہ توحید ومعرفت اور حکمت زائد ہو۔

۴:...مکروہاتِ نظر: فضول نظر جس میں کوئی مصلحت نہ ہو، پس جیسے زبان کے فضولیات کثیر ہیں، سننے کے فضولیات بھی بے انتہا ہیں، سب فضولیات سے بچنا چاہئے۔

۵:...مباح نظر: وہ نظر ہے جس میں دُنیا اور عاقبت میں مضرّت نہ ہو۔

قوّتِ ذائقہ کی پانچ عبودیات:

۱:... واجب: جیسے اضطرار اور موت کے خوف کے وقت، کھانا پینا وغیرہ، اسی

طرح دوا کا کھانا اس وقت واجب ہے جب بقول اطباء کے شفا کا یقین ہو، وگرنہ دوا کا کھانا مستحب یا مباح ہے، علیٰ اختلاف الاقوال۔

۲:...حرام: مثلاً: شراب پینا، سموم قاتلہ کا کھانا، اور روزہ میں دن کو کھانا پینا وغیرہ۔

۳:...مکروہ: مثلاً: مشتبہ چیز کا کھانا، ضرورت سے بڑھ کر کھانا اور ریا ونمود کا طعام کھانا وغیرہ۔

۴:...مستحب: یہ ہے کہ ایسی چیز کھائے جو اطاعت پر معین ہو، مہمان کے ساتھ کھانا، صاحبِ دعوت کا طعام کھانا اور ولیمہ کا طعام کھانا وغیرہ۔

۵:...مباح کھانا وہ ہے جس میں اشتباہ اور بے مروّتی نہ ہو۔

سونگھنے کے متعلق عبودیات:

۱:... واجب سونگھنا: وہ ہے کہ جس سے حلال وحرام چیز میں امتیاز ہو، یا اس لئے کہ یہ چیز جس کو لے رہے ہیں، اچھی ہے یا بُری یا سم قاتل تو نہیں؟ وغیر ذالک۔

۲:...حرام سونگھنا: یہ ہے کہ اِحرام میں خوشبو سونگھے، چوری اور غصب شدہ چیز سونگھے یا اجنبی عورتوں کے مشمومات اور عطر سونگھے۔

۳:...مستحب سونگھنا: یہ ہے کہ جس سے اطاعت پر اعانت ہو۔

۴:...مکروہ سونگھنا: یہ کہ ظالم کی خوشبوئیں اور شبہات والی چیزیں سونگھے۔

۵:...مباح سونگھنا: وہ ہے کہ جس میں دِینی و دُنیوی نقص نہ ہو۔

لمس کے متعلق عبودیاتِ خمسہ:

لمس یعنی ٹٹولنا اور ہاتھ لگانے کے متعلق احکامِ عبودیت پانچ ہیں:

۱:...لمسِ واجب: جیسے زوجہ یا لونڈی سے جماع کے وقت، جبکہ غلبۂ شہوت کے وقت جماع کرنا واجب ہوجائے، اسی طرح اعانتِ مضطر، رمیٔ جمار اور مباشرہ وضو

وتیمّم وغیرہ ہیں۔

۲:...لمسِ حرام: جیسے بیگانی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگانا، ناحق قتل کرنا، غصب کرنا، ناحق زدوکوب کرنا، حرام بازی، جوا کھیلنا، جھوٹا دعویٰ لکھنا، جھوٹی گواہی لکھنا اور غلط فتویٰ لکھنا۔

۳:...لمسِ مستحب: یہ ہے کہ اپنے آپ کو یا اپنے اہلِ خانہ کو عفیف و پاک دامن رکھنے کے لئے ہاتھ لگائے۔

۴:...لمسِ مکروہ: یہ ہے کہ اِحرام میں یا اعتکاف میں لذّت وشہوت سے اپنی بیوی کو ہاتھ لگائے، اسی طرح کپڑے کے اُوپر سے ہاتھ لگانا جب جماع ہوجانے سے بےفکر نہ ہو، اسی طرح نہلانے والے کے علاوہ کوئی اور سترِ میّت کو ہاتھ لگائے، وعلیٰ ہذا کسی کی ران کو بلاستر ہاتھ لگائے، جس کے نزدیک ران، عورت وستر ہے۔

۵:...لمسِ مباح: وہ ہے کہ جس میں کوئی دینی و دُنیوی مفسدہ نہ ہو۔

چلنے کے متعلق عبودیاتِ خمسہ:

اسی طرح چلنا اور جانا، اس کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

۱:...واجب: جیسے جمعہ و جماعات کی طرف چلنا اور طوافِ کعبہ جو کہ واجب ہے، صفا ومروہ کے درمیان دوڑنا، اللہ و رسول کے حکم کی طرف جب بلایا جائے جانا، علم جس قدر پڑھنا واجب ہے، اس کی تحصیل کے لئے چلنا، اسی طرح جہاد اور حج واجب میں سوار ہوکر جانا۔

۲:...حرام: یہ کہ کوئی گناہ کی طرف جائے اور گناہ کی طرف جانا، چلنا اور سوار ہوکر جانا سب اِبلیسی لشکر میں سے شمار ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ"

(بنی اسرائیل:۶۴)

ترجمہ:... ''اور لے آ ان پر اپنے سوار اور پیادے۔

۳:۔مستحب: جیسے جہاد اور حجِ مستحب میں پیدل یا سوار ہوکر جانا، اسی طرح طلبِ علم اور خدمتِ ماں باپ وغیرہ کے لئے سوار ہوکر جانا۔

۴:...مکروہ: گناہ میں پیدل یا سوار ہوکر جانا حرام ہے، اور لہو ولعب میں پیدل یا سوار ہوکر جانا مکروہ ہے۔

۵:...مباح: جس چلنے میں نہ گناہ ہو، نہ ثواب، ایسا چلنا مباح ہے۔

پس ان تمام اشیاء قلب، زبان، کان، آنکھ، ناک، منہ، ہاتھ، پاؤں، شرمگاہ اور سوار ہونے میں پانچ پانچ چیزیں ہیں، تو مجموعہ پچاس ہوا۔

ہر عاقل، بالغ اور اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والے پر واجب ہے کہ اپنی زندگی ان قوانین کی تعمیل میں بسر کرے، اور اس کے خلاف سے بچے۔

مہتری در قبول فرمان است
ترکِ فرمان دلیلِ حرمان است

ترجمہ:... ''سرداری، فرمان قبول کرنے میں ہے، ترکِ فرمان محرومی کی دلیل ہے۔''

ہر کہ سیمائے راستاں دارد
سرِ خدمت بر آستاں دارد

ترجمہ:... ''جو سچوں کی پیشانی رکھتا ہے، خدمت کا سر چوکھٹ پر رکھتا ہے۔''

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، آمین

ترجمہ

مناجات

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

(برائے افادۂ طالبینِ حق)

اے خدا کر جرم و عصیاں سے ہمارے درگزر
ہم ہیں عاصی، اور تو دریائے رحمت سربسر

تو بلا شک نیک ہے، لیکن ہیں بدکردار ہم
جرم بے انداز سے خود ہیں ذلیل و خوار ہم

مبتلائے بندِ عصیاں ہم رہے ہیں سالہا
ہیں پشیماں اپنے کرداروں پہ ہم اب اے خدا

واسطہ ہم کو رہا ہے فسق اور عصیان سے
تھا تعلق ہم کو اکثر نفس اور شیطان سے

روز و شب بحرِ معاصی میں رہے غرقاب ہم
اور ترے امر و نواہی سے رہے سرتاب ہم

بے گناہ ہم پر نہ گزری ایک ساعت بھی کبھی
باحضورِ دِل نہ کی ہم نے تری طاعت کبھی

اے خدا پھر دَر پہ تیرے لوٹ کر آئے ہیں ہم
آبرو عصیاں سے اپنی کھو کے شرمائے ہیں ہم

ہیں مگر اُمیدوار مغفرت پھر بھی کہ تو
آپ ہی فرما چکا ہے وعدۂ لا تَقْنَطُوْا

ہاں تری رحمت کا دریا بحرِ بے پایاں ہے
جو تری رحمت سے ہو مایوس، وہ شیطاں ہے

نفس اور شیطان نے تیری راہ سے روکا ہمیں
اب چھپالے دامنِ رحمت میں اے، مولا ہمیں

ہم کو عصیاں سے بچا کر لا گروہِ پاک میں
اس سے پہلے جبکہ تو ہم کو سلائے خاک میں

تیری رحمت کی بشر کو وقتِ مرگ اُمید ہو
نورِ ایماں دِل میں، لب پہ کلمۂ توحید ہو

تزکیۃ الاعمال
یعنی
اعمال کا تزکیہ
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِنَا خَیْرِ الْوَرٰی مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الْمُجْتَبٰی وَاَصْحَابِہِ الْمُرْتَضٰی وَعَلٰی اُمَّتِہِ الَّذِیْنَ اھْتَدَوْا بِالْھُدٰی، اَمَّا بَعْدُ!

چند نصائح احادیث و کتبِ اسلافِ کرام سے تلاش کر کے پیشِ خدمت ہیں، اگر پڑھ لیں، سن لیں، زہے شرف، اور اگر قبول اُفتد و پسند آید زہے سعادت کہ بندہ کے لئے حسنِ خاتمہ کی دُعا کردیں، شاہاں راچہ عجب گر بنوازند!

اس رسالے میں چند فصول ہیں:

پہلی فصل:

آدابِ اساتذہ:

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھا دیا، میں اُس کا غلام ہوں، چاہے وہ مجھے فروخت کردے یا غلام بنائے۔
(کذا فی الاعتدال فی مراتب الرجال)

علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تعلیم المتعلّم'' میں لکھا ہے کہ طالبِ علم، علم سے منتفع ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ علم، علماء اور اساتذہ کا احترام نہ کرے۔

اور فرمایا: جس شخص نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ احترام سے کیا ہے، اور جو گرا ہے، بے حرمتی سے گرا ہے۔

اور فرمایا کہ: یہی وجہ ہے کہ آدمی گناہ سے کافر نہیں ہوتا، دِین کے کسی جزو کی بے حرمتی سے کافر ہوجاتا ہے، ولنعم ما قیل:

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ ربّ

کتاب ''اَدب الدین والدنیا'' میں ہے کہ:

طالبِ علم کے لئے اُستاذ کی خوشامد اور اس کے سامنے تذلل (ذلیل بننا) ضروری ہے، اگر ان دونوں چیزوں کو اختیار کرے گا، کامیاب ہوگا، اور دونوں کو چھوڑ دے گا تو محروم رہے گا۔

دوسری فصل:

آدابِ مرشد:

اِن مذکورہ آداب کے ہوتے ہوئے:

۱:... یہ اعتقاد رکھے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا، اگر دُوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیض سے محروم رہے گا۔

۲:... ہر طرح مرشد کا مطیع ہو، بشرطیکہ شرع کے خلاف نہ ہو۔

۳:... جان و مال سے اس کی خدمت کرے، کیونکہ بغیر محبتِ پیر کے کچھ نہیں، اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

۴:... مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے، یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے، نفل نماز اور کوئی دُوسرا وظیفہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔

۵:... اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے، کیونکہ یہ اس کی کوئی کم کرامت ہے کہ بے نماز، نمازی ہوجائے، غافل، ذاکر ہوجائے، گناہوں کی نفرت اور بندگی کی رغبت ہونے لگے، اللہ تعالیٰ کا خوف اور حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھنے لگے، اور سنت پر عمل اور بدعت ترک ہونے لگے، وغیر ذالک۔

۶:... خواب و مراقبہ میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے، اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی عرض کردے۔

۷:... بے ضرورت مرشد سے علیحدہ نہ ہو، مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے، بآوازِ بلند بات نہ کرے، ضرورت عرض کرنی پڑے تو مختصر کلام کرے، اور جواب کا منتظر رہے، اگر جواب نہ ملے تو تنگ نہ کرے۔

۸:... جو باطنی فیض خواب میں یا کسی شیخ سے ملے، اُسے مرشد کا طفیل سمجھے۔

(کذا فی ارشادِ رحمانی و مکتوب خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ)

تیسری فصل:

دِین کی امداد سے متعلق:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"عَیْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ، عَیْنٌ بَکَتْ مِنْ خَشْیَةِ اللهِ وَعَیْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ."

(مشکوٰۃ ص:۳۳۲ بحوالہ ترمذی)

ترجمہ:... ''دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی، ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کسی وقت روئی ہو، دُوسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جاگے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ:

''مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللهِ کُتِبَ لَهٗ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔'' (مشکوٰۃ ص:۲۳۲ بحوالہ ترمذی ونسائی)

ترجمہ:... ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے وہ سات سو درجہ ثواب پاتا ہے۔''

نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ:

''جس کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار پڑا، اُس تک جہنم کی آگ کا دُھواں نہیں پہنچ سکتا۔''

(الترغیب والترہیب ج:۲ ص:۱۷۵)

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص (اپنا مال) اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے بھیجے اور خود گھر رہے، اس کو ایک درہم کے بدلے میں سات سو درہم کا اجر ہوگا، اور جو خود بھی شریک ہو اس کو فی درہم سات ہزار کا اجر ہوگا۔'' (مشکوٰۃ ص:۳۳۵)

یاد رکھنا چاہئے کہ جہاد فی سبیل اللہ صرف قتل و قتال کا نام نہیں، گو وہ اس کا اعلیٰ فرد ہے، بلکہ ہر وہ سعی جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو، خواہ جہاد ہو یا علم کا پڑھنا پڑھانا وغیرہ، وہ سب جہاد ہے۔

چوتھی فصل:

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع:

الف:...اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ" (النساء:۸۰)

ترجمہ:..."جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی، اُس نے اللہ (تعالیٰ) کی اطاعت کی۔"

مذکورہ جملہ شرطیہ ہے، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی۔

ب:...ارشادِ الٰہی ہے:

"وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا۔" (الاحزاب:۳۶)

ترجمہ:..."جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدّد احادیث میں ارشاد ہے کہ:

"تم میں سے کوئی شخص بھی اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک، کہ اس کی دِلی خواہش اُس چیز کے تابع نہ ہوجائے جو میں لے کر آیا ہوں۔" (مشکوٰۃ ص:۳۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"میں تم میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پاؤں کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اُس کے پاس میرا وہ حکم پہنچے، جس

میں، میں نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہو، اور وہ
یہ کہہ دے کہ ہم اس کو نہیں مانتے، ہم تو اس پر عمل کریں گے جو
قرآن مجید میں ہوگا۔" (مشکوٰۃ ص:۲۹ بحوالہ مسند احمد)

حضرت عبداللہ دیلمی رضی اللہ عنہ جو بڑے تابعی ہیں، اور بعض نے ان کو صحابی بھی کہا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"مجھے اکابر سے یہ بات پہنچی ہے کہ دین کے جانے
کی ابتدا ترکِ سنت سے ہوگی، ایک ایک سنت اس طرح چھوڑ
دی جائے گی جیسا کہ رسّی کا ایک ایک بل اُتارا جاتا ہے۔"

(دارمی ج:۱ ص:۴۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدا میں جبکہ ہر طرف سے ارتداد کا زور تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور دین پر مرمٹنے والے نے بھی استدعا کی کہ تھوڑی سی نرمی فرماویں، تو حضرت صدیقِ اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا اور فرمایا:

"اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ؟"

(مشکوٰۃ ص:۵۵۶)

کیا زمانۂ جاہلیت میں متشدّد اور زمانۂ اسلام میں نامرد و بزدل ہوگئے ہو؟ خدا کی قسم! جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بکری کا بچہ زکوٰۃ میں دیتا تھا، اور اب نہ دے گا تو اُس سے بھی قتال کروں گا۔ اور بعض حدیثوں میں زکوٰۃ کے جانور کی ایک رسّی بھی وارِد ہوئی ہے، یہ تھی دِین میں پختگی اور دِین کا تحفظ! ورنہ ایسے سخت وقت میں جبکہ ارتداد کا اتنا زور تھا، ایک فرض سے تسامح معمولی بات تھی، مگر ان حضراتِ کرام کے ہاں اتباع سے ذرا سا ہٹنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے

مرادف تھا، وغیر ذالک من الاحادیث والآیات۔

پانچویں فصل:

نماز کی تاکید:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''مسافر کی نماز دو رکعتیں ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرے گا، وہ کافر ہے۔'' (شفا)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص نماز نہ پڑھے، وہ کافر ہے۔''

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ:

''جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ:

''جو نماز نہ پڑھے گا وہ کافر ہے۔''

اِن حضرات کے علاوہ دُوسرے صحابہ کرامؓ وتابعینؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت ہے کہ:

''جس نے قصداً ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر اور واجب القتل ہے۔''

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

''کافر نہیں، واجب القتل ہے۔''

اِمام ابوحنیفہ اور اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نہ کافر ہے اور نہ واجب القتل ہے، بلکہ اُس کو ہمیشہ قید میں رکھا جائے، تاوقتیکہ اصلاح کا ظن غالب ہوجائے۔

جبکہ علمائے کرام نے تکفیر میں بہت احتیاط برتی ہے کہ انہوں نے دُوسرے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ سے ان سب حضرات کے اقوال کو انکار کے ساتھ مقید فرمایا ہے، اور یہ فرمایا کہ: ''جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کردے، وہ کافر ہے'' اور یہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ صحابہؓ میں اس بارے میں اختلاف ہوگیا تھا، ورنہ خدانخواستہ اگر بے نمازی کا کفران کا اجماعی مسئلہ بن جاتا، یعنی جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، وہ کافر ہے، تو آج غور کرو کہ دُنیا میں کتنا حصہ کفر کے گڑھے میں پڑا ہوا نظر آتا۔

چھٹی فصل:

فرض کے مقابل نوافل کا اعتبار نہیں:

امامِ ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب ۲۹ (دفترِ اوّل) میں، جو انہوں نے شیخ نظام تھانیسری کی طرف تحریر فرمایا، یہ ہے کہ:

فرضوں کے مقابلے میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے، فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے، اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں، خواہ وہ نفل از قسم نماز روزہ و ذکر وفکر وغیرہ ہوں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنا یہی حکم رکھتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی، فراغت کے بعد اپنے رفقاء میں سے ایک کو نہ دیکھ کر اس کے بارے میں پوچھا، تو کسی نے عرض کیا کہ چونکہ وہ رات کو اکثر جاگتا رہتا ہے،

شاید اس وقت سوگیا ہوگا، آپ نے فرمایا:

''اگر تمام رات سوتا رہتا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔''

پس مستحب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہو، ذکر، فکر، مراقبہ اور توجہ سے کئی درجہ بہتر ہے، پھر مکروہِ تحریمی کا کیا ذکر ہے، ہاں! اگر فرض، واجب، سنت اور مستحب کی رعایت کے ساتھ ہو اور اجتناب (عن الکراہت) ہو تو بڑی کامیابی ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ کے طور پر ایک دانگ (چھ رتی کا وزن) کا صدقہ، نفلی صدقہ کے سونے کے پہاڑ سے کئی درجہ بہتر ہے، ویسے اس زکوٰۃ کے دانگ کے صدقہ میں کسی ادب کی رعایت کرنا، مثلاً: اس کو کسی قریبی محتاج کو دینا بھی اس سے کئی درجہ بہتر ہے۔

حنفیہ کے نزدیک نمازِ عشاء آدھی رات کے بعد ادا کرنا مکروہ ہے، لہٰذا اگر کوئی نمازِ عشاء کو آدھی رات کے بعد پڑھنے کو تہجد پڑھنے کا وسیلہ بناتا ہے، تو بہت بُرا ہے۔

اِمامِ اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے آداب میں سے ایک ادب کے ترک ہوجانے کی وجہ سے چالیس سال کی نمازوں کا اعادہ فرمایا ہے، انتہیٰ ملخصاً۔

اسی طرح حضرت مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مکتوب میں شیخ نظام الدین کی طرف یہ بھی لکھا ہے کہ:

''آپ کے بعض خلفاء کو اُن کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے، اس فعل کی بُرائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے، ان کو منع کریں، اور بڑی تاکید کریں ایسے فعلوں سے مقتدا کو تو از حد بچنا ضروری ہے۔''

نیز لکھا کہ:

اس گروہ کے علوم احوال کے علوم ہے، اور احوال اعمال کا نتیجہ ہیں، اور دُرستیٔ احوال دُرستیٔ اعمال پر موقوف ہے، جب تک اعمال دُرست نہ ہوں گے احوال بھی دُرست نہ ہوں گے، لہٰذا ہر ایک کو تمام فرائض اور معاملات نکاح، طلاق وغیرہ کا سیکھنا ضروری ہے، انتہیٰ ملخصاً۔

ساتویں فصل:

مستحبات کا ترک، سنت سے محرومی کا سبب:

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ اپنی تفسیر فتح العزیز میں آیت: ''ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ'' (البقرہ:۶۱) کے تحت لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''جو شخص شریعت کے آداب کو خفیف اور ہلکا سمجھتا ہے، اس کو سنت سے محرومی کا عذاب دیا جاتا ہے، اور جو شخص سنت کو ہلکا اور خفیف سمجھتا ہے، اس کو فرائض کی محرومی سے سزا دی جاتی ہے، اور جو فرائض کو ہلکا سمجھتا ہے وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔''

شریعت کے معمولی آداب کو بھی استخفاف اور فضول سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ اس سلسلے کی ہر کڑی اپنے سے اُوپر کی دولت سے محرومی کا سبب بنتی ہے۔

آٹھویں فصل:

بدعت کا ارتکاب، سنت سے محرومی کا سبب:

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''جو قوم کسی بدعت کو اختیار کرتی ہے، اللہ جل شانہ ایک سنت اُن سے اُٹھالیتے ہیں، جو قیامت تک اُن کی طرف نہیں لوٹتی۔'' (مشکوٰۃ ص:۳۱)

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''جب اللہ جل جلالہٗ کسی شخص کے ہلاک فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں، تو سب سے پہلے اس سے حیا وشرم کو زائل کردیتے ہیں، جب وہ بے شرم بن جاتا ہے، تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ غصیارہ (ذرا سی بات پر ناراض ہونے والا) اور لوگوں کی نگاہ میں مبغوض بن جائے گا، اور جب اس حالت کو پہنچے گا تو اس سے امانت زائل ہوجائے گی (اور وہ خائن بن جائے گا)، اور علی الاعلان خیانت کرنے لگے گا، اور جب اس حالت کو پہنچ جائے گا تو اس کے دِل سے رحمت نکال لی جائے گی، اور وہ مخلوق پر شفقت نہ کرے گا، اور لوگوں کے ہاں مبغوض وملعون بن جائے گا، اور جب اس درجے کو پہنچے گا تو تو دیکھے گا کہ اسلام کی رسّی اس کے گلے سے نکل جائے گی۔'' (جامع الصغیر ج:۱ ص:۳۴۸)

علامہ شعرانی طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ: اِمام ابوتراب بخشیؒ جو مشائخِ صوفیہ میں ہیں، یہ فرماتے ہیں کہ:

''جب کسی شخص کا دِل اللہ جل شانہ سے اعراض کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اس کا رفیق اور ساتھی بن جاتا ہے، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہوجاتا ہے، تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر ہوجاتا ہے۔''

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں بُرد

ترجمہ:... ''جب خدا چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کرے، تو وہ نیک لوگوں کو طعنہ دینے میں مبتلا ہوجاتا ہے۔''

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر صوفیہ اور مشہور ائمہ تصوّف میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

''اللہ والوں کو جھگڑالو لوگوں سے ابتلا رہا ہے۔''

شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ کوئی عبادت نہیں ہے کہ ان کی محبت اللہ جل شانہ کی محبت کی علامت ہے۔''

(نزہۃ البساتین)

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پند پیر دانا را

ترجمہ:... ''نصیحت قبول کر اے پیارے! کہ سعادت مند جوان، پیرِ دانا کی نصیحت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔''

دست در دامن مرداں زن و اندیشہ مکن
ہر کہ بانوح نشیند چہ غم از طوفانش

ترجمہ:... ''کامل مردوں کا دامن پکڑ اور فکر مت کر، جو نوحؑ کے ساتھ بیٹھے اسے طوفان کا کیا غم؟''

نویں فصل:

اللہ تعالیٰ سے اعراض و رُوگردانی کا نتیجہ:

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''جب میری اُمت یہ پندرہ کام کرنے لگے گی تو اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں گی:

۱:... غنیمت کا مال ذاتی دولت بن جائے۔

۲:... امانت ایسی ہوجائے جیسا غنیمت کا مال۔

۳:... زکوٰۃ کا ادا کرنا تاوان سمجھا جائے کہ جیسے تاوان ادا کرنا مصیبت ہوتا ہے، ایسے ہی زکوٰۃ ادا کرنا بھی تاوان اور مصیبت بن جائے۔

۴:... علم دُنیاوی اغراض کے لئے پڑھا جائے۔

۵، ۶:... بیویوں کی فرماں برداری کی جائے اور ماں کی نافرمانی کی جائے۔

۷:... دوستوں اور یاروں سے نیکی کی جائے اور باپ کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کیا جائے۔

۸:... مسجدوں میں شور وشغب ہونے لگے۔

۹:... قبیلے کا سرداران کا فاسق ہوگا۔

۱۰:... رذیل لوگ قوم کے ذمہ دار سمجھے جائیں۔

۱۱:... آدمی کا اکرام اس وجہ سے کیا جائے کہ اس کے

شر سے محفوظ رہیں، یعنی وہ اکرام کے قابل نہ تھا، مگر اس وجہ سے اس کا اعزاز کیا جائے کہ وہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ کردے۔

۱۲:...(علی الاعلان) شراب پی جائے۔

۱۳:...گانے والیاں (ڈومنیاں، کنجریاں وغیرہ) مہیا کی جائیں۔

۱۴:... باجے بنائے جائیں (کہ عام طور استعمال کئے جائیں)۔

۱۵:...اُمت کے پہلے لوگوں کو (صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کو) بُرا کہا جائے۔

تو اس وقت اُمت پر سرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہوجانے (اس قسم کے عذابوں) کا انتظار کریں۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۷۰)

یہ چیزیں قیامت کی علامات بھی ہیں۔

دسویں فصل:

غلط کام اور ان پر عذاب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''جس قوم میں خیانت کا غلبہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اُس قوم کے دِلوں میں دُشمنوں کا خوف ڈال دیں گے، اور جس قوم میں زِنا کی کثرت ہوگی، اُس قوم میں اموات کی کثرت ہوگی، اور جو جماعت ناپ تول میں کمی کرے گی، اُس کی روزی میں کمی ہوگی،

اور جو جماعت حق کے خلاف فیصلہ کرے گی، اس میں قتل کی کثرت ہوگی، اور جو لوگ بدعہدی میں مبتلا ہوں گے، اُن پر اللہ جل شانہ کسی دُشمن کو مسلط فرمادیں گے۔"

(مشکوٰۃ ص:۴۵۹ بحوالہ موٴطا مالک)

دُوسری حدیث میں ہے کہ:

"جو جماعت زکوٰۃ ادا نہیں کرتی، اور روک لیتی ہے اس پر بارش روک لی جاتی ہے۔" (الترغیب والترہیب ج:۱ ص:۳۰۹)

ایک حدیث میں ہے کہ:

"جن لوگوں میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے، اُن کے دِلوں پر رُعب کا غلبہ ہوتا ہے، وہ (ہر شخص سے مرعوب رہتا ہے)۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"اس اُمت کی ہلاکت بدعہدی سے ہوگی۔ اور سب سے زیادہ عذاب لانے والا گناہ ظلم اور جھوٹی قسم ہے، کیونکہ یہ مال کو ضائع کرتے ہیں، اور عورتوں کو بھی بانجھ کرتے ہیں (اولاد پیدا نہیں ہوتی)، اور آبادیوں کو خالی کردیتے ہیں (یعنی اموات کی کثرت ہوتی ہے)۔" (دُرِ منثور)

ایک حدیث میں ہے کہ:

"ہر گناہ کا عذاب حق تعالیٰ شانہ جب تک چاہتے ہیں، موٴخر کردیتے ہیں، مگر والدین کی نافرمانی کا وبال بہت جلد ہوتا ہے، مرنے سے پہلے پہل زندگی میں اس کا وبال بھگتنا پڑتا

ہے۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''تم عفیف رہو، تو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی، تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو، تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے گی۔'' (دُرِمنثور)

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور کتنے اہتمام سے فرمایا ہے؟ فرماتے ہیں کہ:

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! کہ تم لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے رہو (لوگوں کو تبلیغ کرتے رہو)، اور بُری باتوں سے روکتے رہو، ورنہ حق تعالیٰ شانہ تم پر عذاب نازل فرمائیں گے، تم لوگ اُس وقت دُعا بھی کروگے تو قبول نہ ہوگی۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۳۶ بحوالہ ترمذی)

بہت سی صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ:

''جس گھر میں کتا اور تصویر ہو، (رحمت کے) فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔'' (مشکوٰۃ ص:۳۸۵ بحوالہ بخاری ومسلم)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملکِ شام کے ایک غزوہ میں شریک تھا، ایک جگہ ٹھہرنا ہوا، وہاں کا رئیس حضرت عمرؓ کی تلاش میں تھا، (زیارت کے شوق میں) آیا، حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو اُن کو سجدہ کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ سجدہ کیسا؟ اس نے عرض کیا کہ: ہمارا اپنے بادشاہوں کے

ساتھ یہی معمول ہے! حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: سجدہ اُسی معبود کو کر، جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اُس نے درخواست کی کہ: میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے، غریب خانے پر تشریف لے چلیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تیرے مکان میں تصویریں تو نہیں ہیں؟ اُس نے عرض کیا: تصویریں تو ہیں! آپؓ نے فرمایا کہ: ہم اس میں نہیں جاتے، تو ایک قسم کا کھانا بھیج دے! اُس نے بھیج دیا اور حضرت عمرؓ نے تناول فرمالیا۔'' (مستدرک حاکم ج:۳ ص:۸۲۰)

اب مہذّب لوگوں کے مکانوں میں نظر ڈالو کس قدر تصویروں سے آرائش و نمود ہے؟

حدیث میں آیا ہے کہ:

''جو شخص ریا اور شہرت کے واسطے عمل کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کو مشہور کریں گے، (یعنی اس بدنیتی کی شہرت کریں گے، یعنی اس کو ذلیل اور حقیر کریں گے)۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۵۴ بحوالہ بیہقی شعب الایمان)

ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ شرکِ اصغر ہے! صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریاکاری! (دِکھلاوا)، قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ ایسے لوگوں کو ارشاد فرماویں گے کہ: جن لوگوں کے دِکھانے کے لئے اعمال کئے تھے، اُنہیں سے جاکر بدلہ اور ثواب لے لو۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۵۶)

احادیث میں بکثرت یہ مضمون وارِد ہے کہ جن اعمالِ حسنہ کی غرض شہرت و وجاہت ہوتی ہے یا کوئی مال و متاع مقصود ہوتا ہے، ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی، وہ سب بیکار جاتے ہیں، بلکہ بجائے خیر کے شر کو پیدا کرتے ہیں۔ بعض لوگ مقدمہ کی کامیابی، بعض نکاح، بعض ہمزاد تابع کرنے اور بعض دُنیا وغیرہ بڑھنے کے لئے وظائف پڑھتے ہیں، اُن کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے، شاید دُنیا میں ان کا فائدہ مل جائے تو ہوسکتا ہے، فافہم!

گیارھویں فصل:

اللہ تعالیٰ کے راستوں میں:

حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صحابی گزرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے بدن کی حالت (قوت ونشاط) کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ: قوت ونشاط کی یہ حالت اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں ہوتی تو کیا ہی اچھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اگر یہ شخص اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی اعانت کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، اور اگر بوڑھے ماں باپ کی مدد کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ کا راستہ ہے، اپنے نفس کی ضروریات پورا کرنے اور حرام سے بچنے کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ کا راستہ ہے، البتہ اگر شہرت اور تفاخر کے لئے نکلا ہے تو وہ شیطان کا راستہ ہے۔'' (الترغیب والترہیب ج:۲ ص:۳۳۵)

اس جیسی احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ صرف جہاد، نوافل یا دُوسری عبادات میں منحصر نہیں، بلکہ ضروری اعمال وعبادات کرنے کے بعد جو کام بھی

نیک نیتی سے کیا جائے، یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو، ادائے حقوق اس کی غرض ہو، تو وہ سب اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ دُنیاوی کاموں میں مشغول ہونا اس کے منافی ہے، غلطی پر ہیں، اگر ان کاموں کو اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کی ادائیگی یا رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔

بارھویں فصل:

اعمال کی ترغیب وترہیب:

حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہ قیامت میں اس کی عیب پوشی کریں گے، اور جو شخص مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہ اُس کی پردہ دری کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں (چھپ کر) کوئی عیب کرتا ہے، تب بھی اس کو رُسوا کرتے ہیں۔''

(الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۲۳۹ بحوالہ ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جن کی زبان پر اسلام ہے، اور اُن کے دِلوں تک اسلام نہیں پہنچا، تم مسلمانوں کو نہ ستاؤ، اور اُن کے عیوب کے درپے نہ ہوؤ، جو شخص مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پردہ دری کرتا ہے، اور جس کے عیب کو اللہ جل شانہ کھولنا چاہیں، اس

کو گھر کے اندر چھپ کر کئے گئے کام پر بھی رُسوا کر دیتے ہیں۔"
(مشکوٰۃ ص:۴۲۹ بحوالہ ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا اور دیکھ کر فرمایا:

"تو کتنا بابرکت اور باعظمت گھر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کا احترام تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔"
(الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۲۴۰)

ایک حدیث میں ہے کہ:

"اپنے بھائی کی کسی تکلیف پر مسرّت اور خوشی نہ کر، (اگر ایسا کرے گا) تو حق تعالیٰ شانہ اس پر رحم فرما کر تجھے اُس مصیبت میں مبتلا فرمائیں گے۔"
(الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۳۱۰)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو خوش اخلاق ہوں، اپنے بازوؤں کو نرم کرنے والے ہوں (یعنی ذرا سی بات پر اکڑنے اور آستین سونتنے والے نہ ہوں)، اُلفت کرنے والے ہوں، اور دُوسروں کے درمیان تعلقات پیدا کرنے والے ہوں، اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور میرے نزدیک مبغوض وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کرنے والے ہوں، دُوستوں میں تفریق اور اختلاف پیدا کرنے والے ہوں، اور جو لوگ بَری ہوں اُن کے لئے عیب جوئی کرنے والے ہوں۔"
(الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۴۱۰)

حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''اگر کوئی شخص تجھے کسی ایسے عیب سے رُسوا کرے جو تجھ میں ہے، تو تو اُس کے جواب میں بھی ایسے عیب سے اس کو رُسوا نہ کر جو اُس میں ہے، تجھے اس کا اجر ملے گا، اور اُس کے کہنے کا وبال اُس پر رہے گا۔'' (الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۳۱۳)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''آپس میں قطع تعلق نہ کرو، ایک دُوسرے سے پشت نہ پھیرو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دُوسرے پر حسد نہ کرو، آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی دُوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترکِ کلام کرے۔''

(الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۳۰۴)

حدیث میں ہے کہ:

''جو شخص کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دُشمن کہہ کر پکارے، اور وہ ایسا نہ ہو، تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ جاتا ہے۔''

(بخاری ج:۲ ص:۹۰۱)

حدیث میں آیا ہے کہ:

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔'' (بخاری ج:۲ ص:۸۹۳)

دُوسری حدیث میں ہے کہ:

''مسلمان کو گالی دینے والا اپنی ہلاکت کا سامان بنا رہا ہے۔'' (الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۳۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''یبصر احدکم القذی فی عین اخیه، وینسی الجذع فی عینیه.'' (الجامع الصغیر ج:۴ ص:۴۳۶)

ترجمہ:... ''تم میں سے بعض آدمی دُوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتے ہیں، اور اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔''

حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''مسلمان کی آبرو میں بغیر حق کے زبان درازی بدترین سود ہے۔'' (الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۳۲۶)

بغیر حق کا مطلب یہ ہے کہ جہاں شریعت نے اجازت دی ہے، وہاں جائز ہے، اور جہاں جائز نہیں، وہ بغیر حق کے ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

''سود کا کمتر درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا، اور بدترین سود مسلمان کی آبروریزی کرنا ہے۔''

(الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۳۲۶)

ایک حدیث میں ہے کہ:

''بدترین سود کسی مسلمان کو دُوسرے پر گالیوں کے ساتھ بڑھانا ہے، (یعنی ایک کے وقار کو گالیاں دے کر گرایا جائے اور دُوسرے کے وقار کو بڑھایا جائے)۔''

(الترغیب والترہیب ج:۳ ص:۳۲۶)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ: مجھے کچھ وصیت فرمادیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، یہ تمام چیزوں کے لئے زینت ہے۔ (اور حقیقت میں جو شخص ہر اَمر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ کسی عیب یا مصیبت میں گرفتار ہو ہی نہیں سکتا)، انہوں نے عرض کیا: کوئی اور بات

بھی فرمادیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تلاوتِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت رکھا کرو، کہ یہ آسمانوں میں تمہارے ذکر و تذکرے کا سبب ہے، اور زمین میں تمہارے لئے انوار کی کثرت کا سبب ہے۔ اُنہوں نے اور اضافہ چاہا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اکثر چپ رہا کرو کہ یہ شیطان کے دفعیہ کا سبب ہے (کہ وہ زبان کی بدولت بہت سے ہلاکت کے مواقع میں پھنسادیتا ہے) اور چپ رہنا دینی کاموں کے اہتمام میں معین ہے (کہ جس کو فضول گوئی کا مرض ہوتا ہے، بہت سے دینی کاموں سے محروم رہتا ہے)۔ انہوں نے اور اضافہ چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیادہ ہنسنے سے احتراز کرو کہ اس سے دِل مرجاتا ہے، اور چہرہ کی رونق زائل ہوجاتی ہے۔ انہوں نے اور زیادتی چاہی تو حضورِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حق بات کہو، چاہے کڑوی ہی معلوم ہو۔ انہوں نے اور اضافہ چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرو۔ پھر اضافے کی درخواست پر ارشاد فرمایا: اپنے عیوب پر نظر کرنا تمہیں دُوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے روک دے۔''

(مشکوٰۃ ص:۴۱۴، ۴۱۵)

حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو (رحمت کے) فرشتے اس کے منہ کے تعفن اور بدبو سے ایک میل کے فاصلے پر چلے جاتے ہیں۔''

(مشکوٰۃ ص:۴۱۳)

گویا اس کی عفونت اتنی دُور تک پھیل جاتی ہے۔

ایک شخص نے حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

''کیا مؤمن نامرد و بزدل ہوسکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! ہوسکتا ہے۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ: مؤمن بخیل ہوسکتا ہے؟ حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوسکتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ: مؤمن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ: نہیں! (مؤمن جھوٹا نہیں ہوسکتا)۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۱۴)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''آخیر زمانے میں عابد (یعنی صوفی) جاہل ہوں گے، اور عالم فاسق۔'' (کنز العمال ج:۱۴ ص:۲۲۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

''علم اس لئے نہ سیکھو کہ علماء کا اس سے مقابلہ کرو، بیوقوفوں سے اُس کے ذریعہ جھگڑا کرو، اور لوگوں کو اُس کی وجہ سے اپنی طرف متوجہ کرو، جو شخص ایسا کرے گا، وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مشکوٰۃ ص:۳۴)

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''علم و حکمت سے جب دُنیا کمائی جاتی ہے تو اُن کی رونق جاتی رہتی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب تم کسی عالم کو دُنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو تو اپنے دین کے بارے میں اُس کو متہم سمجھو، اس لئے کہ ہر چیز

کا محبت رکھنے والا اُسی میں گھل مل جاتا ہے، جس سے اُس کو
محبت ہے۔''
یاد رکھنا چاہیئے کہ علمائے حق اور علمائے سوء میں فرق کا مدار صرف قرآن و حدیث کے موافق علم وعمل پر ہے۔
حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا امان اللہ صاحب کے نام جو (خط) تحریر فرمایا، اس میں ہے کہ:
''قرآن و حدیث کے جو معنی علمائے حق نے سمجھا ہے، وہی حق ہے، اگر بالفرض اس کے خلاف کوئی معنی کشف یا الہام سے ظاہر ہوں، اس کا ہرگز اعتبار نہیں، ایسے معنی سے خدا تعالیٰ سے پناہ مانگے، اور کشف کو اُن کے معانی کے موافق بنانے کی کوشش کرے۔''
اور یہ بھی فرمایا کہ:
''صوفیہ کا کلام اگر شریعت کے اَحکام کے موافق نہیں ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ دلیل اور تقلید کے قابل نہیں ہے، قابلِ تقلید صرف علمائے سنت کے اقوال ہیں، جو اقوال علماء کے موافق ہیں، معتبر ہیں، اور جو مخالف ہیں وہ نامقبول ہیں۔'' انتہیٰ ملخصاً۔
الحاصل! اعمالِ صالحہ میں اگر کمالِ اِخلاص اور غایت احتیاط کی رعایت نہ رہے تو مختلف معاصی کے شوائب ان کو باطل و فاسد کردیتے ہیں۔
مثلاً: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ تمام طاعات کو ''رِیا''۔
اور صدقات کو ''مَنَّ و اَذیٰ''یعنی احسان جتانا یا تکلیف پہنچانا۔
اور حج کو ''رَفث'' یعنی شہوت کی بات، اور ''فسوق'' یعنی گناہ، اور ''جدال'' یعنی جھگڑا، اسی طرح دُوسرے معاصی سے بچو، وگرنہ طاعت ناقص ہوجائے گی، یا فاسد:

ای فسق و فجور کار ہر روزۂ ما
وے پُر زحرام کاسہ و کوزۂ ما
می خندد روزگار و می گرید خلق
بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

ترجمہ:... ''اے وہ کہ ہمارے ہر دن کا کام فسق و فجور ہے، اور حرام سے ہمارا کوزہ و کاسہ پُر ہے۔ زمانہ ہنستا ہے اور مخلوق روتی ہے، ہماری طاعت و نماز اور روزہ پر۔''

تیرھویں فصل:

شائبہ رِیا میں رِیا کو دفع کرے، نہ کہ عمل کو:

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

رِیا کا عمل اگرچہ بُرا اور مہلکات میں داخل ہے، مگر عمل نہ کرنے سے وہ بھی اچھا ہے، کیونکہ عمل کرنے کی عادت ہوجاتی ہے، پھر رفتہ رفتہ اس میں خلوص اور ارادت پیدا ہونے لگتی ہے، بہرحال کام کو نہ چھوڑے اور اس میں اخلاص کی سعی کرے:

زتوفیق عمل چوں خلعت خاص
رسد آں را معطر کن بہ اخلاص

ترجمہ:... ''عمل کی توفیق سے جب خلعتِ خاص پہنچے،
تو اس کو اِخلاص سے معطر کر۔''

چودھویں فصل:

ذکرِ الٰہی سے شیطانی وساوس کا دفعیہ:

ذکرِ حق کا یہ خاصہ ہے کہ اس کی برکت سے انسان کے دِل پر شیطان قابو نہیں پاتا، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ، فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ، وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ." (مشکوٰۃ ص:۱۹۹)

ترجمہ:... "شیطان فرزندِ آدم کے دل پر جما بیٹھا ہے، پس جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور جب (ذکر سے) غافل ہوجاتا ہے تو پھر وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔"

دارم دِل کے کہ باہر اندیشہ کہ داشت
خبر یاد تو بر صفحہ خاطر نگاشت
یاد تو چناں فرو گرفتش کہ درو
گنجائی ہیچ چیز دیگر نگذاشت

ترجمہ:... "میں ایسا دِل رکھتا ہوں کہ وہ جو اندیشہ رکھتا ہے، تیری یاد کے سوا صفحۂ دِل پر کچھ نہ چھوڑا۔ تیری یاد نے اس پر ایسا قبضہ جمایا کہ اس نے اور کسی چیز کی گنجائش نہ چھوڑی۔"

پندرھویں فصل:

ذکرِ الٰہی کے لئے ضرورتِ شیخ:

یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی چیز گو ادنیٰ سے ادنیٰ ہو سیکھنے کے لئے اُستاذ کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر مربی، مربا بنانا مشکل ہے، رُوحانی چیز رُوحانی لوگوں سے اور جسمانی چیز جسمانی اشخاص سے ہی حاصل ہوگی: بے مدد پیر نہ امکان تست۔ وساوس کی کمی ذکر کی نورانیت سے ہوگی، اور ذکر کی نورانیت کا آنا کسی نورانی فرد کی تعلیم سے ہوگا، اور تعلیم و تعلّم کی ضرورت اُس وقت ہے جب اپنے اندر رُوحانی نقائص کا احساس کرے گا، اور رُوحانی نقائص تب معلوم ہوں گے جب کمالاتِ رُوحانی کو سامنے رکھے گا، کیونکہ: ''بِـالضِّدِّ تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ'' مقابل سے چیز کا ظہور ہوتا ہے، دن کا ظہور رات سے، اور رات کا دن سے پتا چلتا ہے، پس جب مرید اپنی رُوحانیتِ ناقصہ کو اپنے مرشد کے کمالات کے سامنے رکھ کر دیکھے گا تو وہ اس کے آئینۂ کمال میں اپنے نقص کا مشاہدہ کرلے گا، پھر یہ احساس اس کو تحصیلِ کمال پر آمادہ کرے گا، اسی نقصِ رُوحانی کے احساس کو معرفتِ نفس کہتے ہیں، اور معرفتِ نفس معرفتِ پروردگار کا زینہ ہے، جس پر: ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ'' شاہد ہے، یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رَبّ کو پہچان لیا:

بداں خود را کہ از راہِ معانی
خدارا دانی از خود را مدانی

ترجمہ:... ''تحقیق کی راہ سے اپنے آپ کو پہچان، خدا کو تو نے پہچانا، اپنے آپ کو نہ پہچانا۔''

سولہویں فصل:

اتباعِ شیخ میں ترکِ طمع ضروری ہے:

اتباعِ شیخ میں اخلاقِ ذمیمہ مثل طمعِ خلافت، ترقیٔ دُنیا اور زیادتیٔ رزق وغیرہ لازم وضروری ہے، یہ چیز ادراکات کا سب سے بڑا حجاب اور ترقیات میں مانع ہے، فیوضِ شیخ سے محروم رکھنے میں طمع کو بڑا دخل ہے:

حرص بخاک ات کشد شارع دین گیر زانکہ
بے روش مصطفیٰ راہ بر افلاک نیست

ترجمہ:... ''تجھے حرص خاک میں لے جاتی ہے، شارعِ دِین کو پکڑ، کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے بغیر افلاک پر رستہ نہیں۔''

بر اوجِ فلک چوں پر دجرہ باز
کہ در شہپرش بستہ سنگ آز

ترجمہ:... ''آسمان کی بلندی پر وہ باز کس طرح پرواز کرے، جس کے پروں میں حرص کا پتھر بندھا ہوا ہو۔''

اللہ اللہ می زنی از بہر نان
بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں

ترجمہ:... ''تو روٹی کے لئے ''اللہ، اللہ'' کرتا ہے، بغیر طمع کے آگے آ، اور ''اللہ، اللہ'' کر۔''

سترھویں فصل:

تصوّرِ شیخ بت پرستی نہیں، بت شکنی ہے:

جاننا چاہئے کہ بے شک مرشد کی ذات غیراللہ ہے، اس لئے بظاہر اس کو بت کہہ سکتے ہیں مگر اس کی طرف التفات و التجا اس لئے نہیں کہ وہی مقصود ہو، بلکہ اس لئے کہ وہ ہمارے دِل سے غیراللہ کا نقش مٹادے، اور وصول الی اللہ کے طریقے بتلائے، پس وہ بت شکن ہوا۔ نیز صوفیہ کے عرف میں غیراللہ وہ ہے، جس سے خدا تعالیٰ کے لئے تعلق نہ ہو، اور تصوّرِ شیخ سے تعلق محض خدا کے لئے ہے، پس وہ نہ غیر حق ہے، نہ عین حق ہے، بلکہ موصل الی الحق ہے، علاوہ ازیں کیا ایسا کوئی ہے جس کو کام کرتے وقت، پڑھتے وقت اور پڑھاتے وقت اپنے اُستاذ کا تصوّر نہ آوے؟ کہ اس نے مجھے اس طور پڑھایا سکھایا تھا، لہٰذا میں بھی اُس طور پر کام کروں تاکہ کامیاب ہوجاؤں:

چوں خلیل آمد خیال یار من
صورتش بت معنی او بت شکن

ترجمہ:... ''مثلِ خلیل آیا میرے یار کا خیال، اس کی صورت بت اور اس کے معنی بت شکن۔''

اٹھارھویں فصل:

مرشد کی ناراضگی مانعِ فیض ہے:

فیض کے حاصل کرنے کے لئے لازم ہے کہ مرید سے ایسا اَمر صادر نہ ہو جو مرشد کے بارِ خاطر و انقباضِ طبع کا سبب ہو، یعنی اس کا کمالِ اَدب و خدمت بجا لانا

اپنا فرض سمجھے، کیونکہ فیضان کا مدار پیر کی شفقتِ تام پر ہے، اور پیر کی شفقت دونوں کے تألف و محبت پر منحصر ہے، اور کدورت کی صورت میں اُلفت ممکن نہیں، اور سوءِ ادبی میں قلب میں کدورت آجاتی ہے:

با صاف ضمیراں باادب باش کہ اینجا
از آب گہر آئینہ زنگار گرفت است

ترجمہ:... ''پاک دِل والوں کے ساتھ باادب رہ، کہ یہاں آبِ گوہر سے آئینہ زنگ پکڑتا ہے۔''

یار چشم تست اے مردِ شکار
از خس و خاشاک اورا پاک دار

ترجمہ:... ''تیری آنکھ کا مطلوب شکار ہے، اے مرد! اس کو خس و خاشاک سے صاف رکھ۔''

سنگ آزار مزن بر دلِ اربابِ صفا
کامد آساں شکن ایں شیشہ و مشکل پیوند

ترجمہ:... ''نیک لوگوں کے دِل پر آزار کا پتھر مت مار، کیونکہ اس شیشے کا توڑنا آسان ہے اور اس کا جوڑنا مشکل۔''

اُنیسویں فصل:

عدمِ بیعت کے نقصانات کی تشریح:

جاہل بے مرشد کے گمراہ ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ اس کو شریعت کا علم نہیں ہوتا، تو قلب میں ذِکر سے ذرا کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو اپنے آپ کو صاحبِ کمالات سمجھنے لگتا ہے، تو یہ متکبرانہ خیال اس کے لئے موجبِ وبال بن جاتا ہے، کوئی

شیطانی خواب نظر آیا کہ فلاں گناہ کرلو، مثلاً: شراب پی لوتو اس کا ارتکاب کرلیتا ہے، خصوصاً جب وہ اپنے باطنی ذوق شوق یا کشف میں کمی نہیں پاتا یقین کرلیتا ہے کہ ضرور حلال ہے، کشف ہونے لگا اور اس کی حقیقت نہ سمجھا تو اپنے کشف کے اعتماد پر کسی اَمرِ شرعی کا انکار کرنے لگتا ہے، حالانکہ یہ کیفیات اگر مخالفاتِ شرع کے ساتھ ہوں تو قابلِ اعتبار نہیں، اور اگر ریاضت کا ثمرہ ہوں تو اس فعل کے مقبول و مستحسن ہونے کی دلیل نہیں ہیں:

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول
پس ترا سرگشتہ دارد بانگ نمول

ترجمہ:... ''اگر پیر کا سایہ نہ ہو، اے فضول! تو تجھے شیطان کی آواز سرگرداں رکھے گی۔''

خیالاتِ ناداں خلوت نشیں
بہم برکند عاقبت کفر و دین

ترجمہ:... ''خلوت نشیں ناداں کے خیالات، آخر کار کفر و دین کو خلط ملط کردیتے ہیں۔''

صفائیست در آب و آئینہ نیز
ولیکن صفارا باید تمیز

ترجمہ:... ''صفائی ہے پانی میں اور آئینے میں بھی، لیکن صفائی کے لئے تمیز چاہئے۔''

اگر وہ بے مرشد شخص عالم ہے تو شیطان اس پر اس طور تسلط کرتا ہے کہ اوّل کسی ایسی طاعت کی طرف بلاتا ہے جس کا انجام کوئی گناہ ہوتا ہے یا ریاضت میں اعتدال نہیں رہنے دیتا، اور اس میں جسمانی ضرر ہوتا ہے، جیسے حبسِ نفس کا ذکر اگر حد

سے بڑھ جائے، جو بہت سی طاعاتِ ضروریہ کے ترک وتخلّف کا باعث بن جاتا ہے۔

اور کبھی دقائقِ معصیت تک نظر نہیں پہنچنے دیتا، پس وہ معاصی میں مبتلا رہتا ہے۔

اور کبھی معاصی کے محسوس ہونے پر یہ شرارت کرتا ہے کہ مرض تو کچھ ہوتا ہے مگر اس کا علاج کچھ اور تجویز کراتا ہے، جس سے اس کا نفسانی و رُوحانی مرض اور بھی ترقی پذیر ہوجاتا ہے۔

بعض اوقات عقائد میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور کبھی دلیل کے مقدمات میں خدشہ پیدا کرتا ہے، حتیٰ کہ اس کو کسی بدعت کا معتقد یا زندقہ و اِلحاد کا مرتکب بنادیتا ہے۔ ملتِ اسلام میں بہتر فرقے اس طرح عالموں کی کج فہمی یا اغوائے شیطانی سے پیدا ہوئے ہیں۔

اور کبھی اس کو تردّد میں ڈالتا ہے کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ کبھی ایک کو چھوڑتا ہے، دُوسرے کو کراتا ہے، دُوسرے کو چھوڑ دیا، تیسرے کو کرایا، کسی پر استقامت نہیں ہوتی اور اس کی برکات حاصل نہیں ہوتیں۔ پس شیطان کے ان جیسے شرور و مفاسد کا سدِ باب یہ ہے کہ کسی شیخِ کامل سے بیعت کی جائے، جو اِن تمام مشکلات کا علاج و تدبیر جانتا ہے، پھر بیعت ہوکر ہرجائی نہ بنے کہ ہر پیر کی طرف بھاگا پھرے:

دلا را مے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ:... ''اے پیارے! جن خیالات میں تو نے دِل کو لگا رکھا ہے، اسی میں لگا رہے، اور تمام عالم سے اپنی آنکھیں بند رکھ۔''

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہِ قدم
کہ گم شد آنکہ دریں راہ بہ رہبرے نرسید

ترجمہ:... ''عشق کی گلی میں بغیر راہبر قدم مت رکھ، کیونکہ جو اس راہ میں راہبر کے ساتھ نہ گیا، گم ہوگیا۔''

زابلیس خطر پیش بود مرد مرداں را
تا از گرگ جگر خوار خطر سر گلہ دارد

ترجمہ:... ''کامل مرد کو ابلیس سے خطرہ پہلے ہوتا ہے، کیونکہ جگر خوار بھیڑیئے سے گلے کا نگہبان خطرہ رکھتا ہے۔''

تو اے بے پیر ما پیرت نباشد
ہوائے معصیت دل میں خراشد

ترجمہ:... ''اے بے مرشد! جب تک تیرا مرشد نہ ہوگا، گناہ کی خواہش تیرے دِل کو چھیلتی رہے گی۔''

بسے گم می روی خود را او بکن
رہے گم کردۂ خضرے طلب کن

ترجمہ:... ''بہت گم چل رہا ہے، اپنے کو کوئی چیز بنا، راہ گم کی ہے تو نے، کوئی خضر طلب کر۔''

بکوئے عشق بے دلیلِ راہ قدم
کہ من بخویش نمودم صد اہتمام ونشد

ترجمہ:... ''عشق کی گلی میں راہبر کے بغیر چلنے کے لئے، میں نے سو اہتمام کئے، پر نہ ہوئے۔''

راہ بس باریک و شب تاریک است
بے دلیلے عزم رہ کردن دلیل ابلہی است

ترجمہ:... ''راستہ بہت باریک اور رات تاریک ہے، ایسے راستے کا بغیر راہبر عزم کرنا بے وقوفی ہے۔''

بیسویں فصل:

مرشد سے بیعت، دراصل آنحضرتؐ سے بیعت ہے:

جب کسی نے طریقت میں بیعت کی، گویا اس نے اپنا ہاتھ حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے ساتھ ملایا، کیونکہ اُس نے اپنے پیر کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا ہے، اور اس کے پیر نے اپنے پیر کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا ہے، اسی طرح یہ سلسلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک اور صحابہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، پس اس مرید نے ایسے ہاتھ کو چھویا ہے جو توارثاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے چھونے کی فضیلت حاصل کر چکا ہے۔

مثنوی رُومؒ فرماید

چوں چراغے نور شمع را کشید
ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع بود

ترجمہ:... ''جب چراغ نے شمع کے نور کو کھینچا، جس نے اس کو دیکھا، اس کو شمع کا یقین ہوگیا۔''

ہم چنیں قاصد چراغ از نقل شد
دیدن آخر بقائے اصل بُد

ترجمہ:... ''اسی طرح نقل کی وجہ سے چراغ قاصد ہوا،

نقل کا دیکھنا اصل کا بقا ہے۔"

خواہ از نور پسیں بستاں تو آں
ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں

ترجمہ:..."خواہ پچھلے نور سے لے تو اس کو، کچھ فرق نہیں ہے، خواہ شمع سے جان۔"

خواہ نور از اوّلیں بستاں بجاں
خواہ از نور پسیں فرقے مداں

ترجمہ:..."خواہ نور اوّل سے لے، خواہ پچھلے نور سے، کچھ فرق نہ جان۔"

خواہ بیں نور از چراغِ آخریں
خواہ بیں نورش زشمع غابریں

ترجمہ:..."خواہ دیکھ نور دُوسرے چراغ سے، خواہ اس کا نور باقی ماندہ شمع سے۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد رحمۃ للعالمین
وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین
لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

محمد عبداللہ عفی عنہ

۱۲؍رجب ۱۳۷۹ھ